مطالعہ افکارِ مغرب — سیزدہم

سیکولرازم کی فکری بنیادوں کا ایک تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

www.KitaboSunnat.com

سیکولرازم

— ایک تعارف

ڈاکٹر شاہد فریاد

297 ء
51 س

کتاب محل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

سیکولرازم

ایک تعارف

ڈاکٹر شاہد فریاد

www.KitaboSunnat.com

کتاب محل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اس کتاب کا کوئی بھی حصہ ادارہ کتاب محل سے باقاعدہ تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی شائع نہیں کیا جا سکتا۔ اگر اس قسم کی کوئی بھی صورتحال ظہور پذیر ہوتی ہے تو قانونی کارروائی کا حق محفوظ ہے۔

نام کتاب سیکولرازم

مصنف ڈاکٹر شاہد فریاد

قیمت

پروفیسر عبدالقیوم لائبریری
کتاب نمبر ....
دارالمعارف ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور

کتاب محل
دربار مارکیٹ لاہور
محمد فہد 0321-8836932

نئی، پرانی، عربی، فارسی، اُردو، انگریزی کتب کا مرکز
ادارے کے پاس 100 سالہ پرانے نسخہ جات دستیاب ہیں

اپنی کتابیں پرنٹ کروانے کیلئے رابطہ فرمائیں
مسودہ دیں تیار کتاب لیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

اللہ

اور

رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے نام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

سیکولرازم محض ایک اصطلاح نہیں بلکہ ایک سوچ، فکر، نظریہ اور نظام کا نام ہے۔ اگر اس کے معنی ومفہوم کو متعین کرنے کی بحث کی جائے تو اس ضمن میں جو دشواریاں اور رکاوٹیں سامنے آتی ہیں اس کا سبب 'سیکولرازم' کا مختلف ادوار میں ترمیم وتجدید اور تخفیف وتعویل کے مراحل سے گزرنا ہے۔ مغربی فکروں، دانشوروں، ادیبوں، فلسفیوں، اور ماہرین عمرانیات کے مابین سیکولرازم کی مباحث میں مختلف النوع افکار وخیالات پائے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سیکولرازم کا کوئی ایک رنگ نہیں یا اس کا کوئی ایک ہی ایڈیشن نہیں۔ یہ کبھی یکسر مذہب کا انکار کرتا ہے اور کبھی جزوی اقرار۔ کلی سرکشی وبغاوت سیکولرازم کا ایک ڈھنگ ہے تو مذہب کا ذاتی وشخصی معاملہ ہونا اس کا دوسرا ڈھنگ۔ انفرادی سطح پر مذہب کو قبول کرنا اور اجتماعی (معاشی، سیاسی اور ریاستی) سطح پر اسے رد کر دینا سیکولرازم کا جدید اسلوب ہے۔ اس کے علاوہ زندگی کو خانوں اور دائروں میں بانٹ کر "کچھ قیصر کے لیے اور کچھ کلیسا کے لیے" مختص کر دینا بھی اسی سوچ اور فکر کے نتائج ہیں۔ دراصل 'سیکولرازم' مغرب کا تجربہ ہے جسے مغربی معاشروں نے صدیوں کی کشمکش کے بعد اختیار کیا ہے، اسی لیے مغرب کی تمام ریاستوں نے اسے بطور ریاستی پالیسی کے اختیار کیا ہے، اور اس نظریے کے فروغ کے لیے انہوں نے جارحانہ پالیسی اپنائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سیکولرازم کا آغاز وانجام مادیت وحسیت ہے۔ مغربی معاشرے 'سیکولرازم' کے نتیجے میں مادیت اور حسی لذتوں کے حصول کی جدوجہد کا نمونہ ہیں۔ یہی مادی اور حسی کلچر وہ پوری دنیا میں بزور نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

تاریخی طور پر دیکھا جائے تو لفظ 'سیکولر' صفت کے طور پر استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس لفظ کا اولین استعمال اہل روم (Roman Empire) کے ہاں ملتا ہے، رومی عہد میں (Ludi Saeculares) کھیلوں کو کہا جاتا تھا۔ رومی فرماں روا 'اگستس'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Augustus) نے سترہ قبل مسیح میں سو سال کے اختتام پر کھیلوں کا انعقاد کیا تھا، جو سلطنتِ روما کی پانچویں صدی کے کھیل (Fifth Saeculum of Rome) کہلائے۔

مغرب کا معاشرہ ایک مذہبی معاشرہ تھا، جس میں مذہبی اقدار و روایات کا غلبہ تھا لیکن آنے والے وقت میں جب فلسفۂ روشن خیالی (Philosophy of Enlightenment) کو مغرب میں فروغ ملا تو اس فلسفہ کے تحت مغربی تہذیب کا میلان رومن تہذیب اور اس کے احیاء کی طرف ہوا جس کی وجہ سے رومن سلطنت کی اقدار و روایات کو معاشرہ میں پذیرائی ملی، مسیحی روایات کے مقابلہ میں رومن اقدار کو زندہ کرنا اور ان کو اپنانا باعث فخر سمجھا جانے لگا۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی تہذیب کی فکری بنیادیں یونانی تہذیب اور فلسفہ پر نہیں بلکہ رومن تہذیب و فکر پر رکھی گئیں ہیں، اسی لیے لفظ 'سیکولر' کو اہل مغرب نے اپنے معانی و مطالب میں ڈھال کر رومی افکار و خیالات کو از سر نو زندہ کرنے کی کوشش کی۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جب فلسفہ روشن خیالی کا غلبہ اور دینی اقدار و روایات مغلوب ہوتی چلی گئیں تو جس طرح دینی اقدار کے حامل معاشرہ میں گناہ اور معصیت پر مبنی افعال و اعمال کو قبیح سمجھا جاتا ہے اسی طرح سیکولر معاشرے میں مذہبی روایات اور تعلیمات کو نظر انداز کرتے ہوئے ان حقیر اور کمتر سمجھا جاتا ہے، ان ہر دو پہلوؤں کے اعتبار سے سیکولر کے لفظ کو زیادہ سے زیادہ فروغ دیا گیا، ۱۸۴۰ء کے بعد برمنگھم کے ایک مدرس ''جارج جیکب ہولی اوک'' (م۔۱۹۰۶ء) نے سیکولرازم کی تحریک میں جان ڈال دی۔ ہولی اوک نے سیکولرازم کی تحریک کو مؤثر بنانے کے لیے نئی اصطلاحات اور نئے دلائل مرتب کیے، اس نے آزاد خیالی (Freethought) اور دہریت والحاد (Atheism) کو ''سیکولرازم'' کے لفظ کے ساتھ متعارف کروایا، اور مغرب و یورپ میں اس تحریک کو پذیرائی ملی، یعنی 'ہولی اوک' اس تحریک کا روح رواں بن گیا۔ اس کے علاوہ سیکولرازم کے نظام کو فکری غذا فراہم کرنے میں مغربی مفکرین اور فلاسفرز جن میں ڈیکارٹ، بیکن، جان لاک، رچرڈ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کابڈن، گلیڈ سٹون، تھامس پین اور رابرٹ اوون وغیرہ قابل ذکر اور اس تحریک کے ہر اول دستہ ہیں۔ انہوں نے وحی کا انکار کرتے ہوئے خالصتاً عقلی اور حسی بنیادوں پر معاشرے کی تشکیل نو کی۔ ان کے نظریات کو مغربی سائنس دانوں، سیاسی، معاشرتی، معاشی اور تعلیمی ماہرین نے مزید تقویت پہنچائی۔ اس طرح یورپ و مغرب میں مذہب (مسیحیت) کی گرفت کمزور ہوتی گئی۔ جب ان مذہب بیزار عناصر کے اثرات گہرے ہوتے گئے تو آخر کار مذہب کے خلاف علم بغاوت بلند ہوا اور اس پر جلتی کا کام "انقلاب فرانس" نے کیا، اس انقلاب نے اہل مغرب سمیت دنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ انقلاب فرانس نے ایک نئی دنیا تشکیل دی جو مذہبی روایات سے جدا تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس نئے نظام کے بعد لوگوں کی اکثریت مادیت اور لادینیت کے رنگ میں رنگے گئے۔ جہاں انقلاب فرانس نے مذہب کو معاشرے سے رخصت کرنے میں اہم کردار ادا کیا وہاں 'مارٹن لوتھر' کے نظریات اور افکار نے بھی سیکولرازم کو پروان چڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس نے مسیحیت میں اصلاح کے نام پر 'تحریک اصلاح' کا آغاز کیا، اور اس کی تحریک کے باعث مزید مذہب کی بنیادیں کمزور ہوتی چلی گئیں۔ مارٹن لوتھر نے مسیحیت میں موجود بے جا پابندیوں اور ظلم وستم کے خلاف احتجاج کیا جب کہ اس تحریک سے وابستہ افراد پروٹسٹنٹ کہلائے۔

اس موضوع (سیکولرازم) پر تحقیق کی ضرورت کچھ اس طرح ہے کہ انسانیت کو 'سیکولرازم' کا اصل چہرہ دکھایا جائے، یعنی سیکولرازم کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ اس نظریے کو جود میں لانے کے اغراض ومقاصد کیا تھے؟ اور اس کے دنیا پر کیا اثرات رونما ہوئے؟ اس موضوع کو درج ذیل ابواب اور ذیلی عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے:

باب اول میں سیکولرازم کی تعریف اور اس کے معنی ومفہوم کی وسعت جیسے موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔

باب دوم میں سیکولرازم کا تاریخی پس منظر بیان کیا ہے کہ کس طرح مذہب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرہ میں تبدیلی آئی اور اہل مغرب کے نظریات بدلے، عقلیت پسندی اور تجربیت پسندی نے مغربی معاشرے کو سیکولر نظام کا حصہ بنایا۔

باب سوم میں سیکولرازم کی فکری اور نظریاتی بنیادیں زیر بحث آئی ہیں۔اس باب میں ان مفکرین، دانشوروں، فلاسفرز اور ان تحریکوں کا تعارف کروایا گیا ہے جنہوں نے مذہب سے متعلق شک و ریب پیدا کیا اور آخر کار یورپ و مغرب کے روایتی و مذہبی معاشرے میں سیکولرازم کا غلبہ ہوا۔

باب چہارم میں اسلام اور سیکولرازم کا تقابل اور موازنہ کیا گیا ہے۔

ہم اس کتاب کی اشاعت کرنے پر ''کتاب محل'' کی ٹیم کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت کی روشنی عطا فرمائے اور فکر و عمل کی گمراہی سے محفوظ رکھے، آمین یا رب العالمین۔

طالب دعا!

شاہد فریاد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب مضامین

فصل اول: سیکولرازم ایک تعارف

تمہید	9
فصل اول: لغوی و اصطلاحی معنی	11
سیکولر	11
فصل دوم: سیکولرازم کا مفہوم، وسعت دائرہ کار	16
سیکولرازم	16
سیکولرازم کے مفہوم میں اختلاف کا سبب	17
سیکولرازم کی اصطلاح کا موجد	17
سیکولرازم کا مفہوم	19
لادینی بنانے کا عمل	25
سیکولر سوسائٹی	27
سیکولرازم کی وسعت اور دائرہ کار	27
معاشرتی نظام	28
سیاسی نظام	29
معاشی نظام	30
تعلیمی نظام	31
حاصل بحث	32

باب دوم: سیکولرازم تاریخی تناظر میں

تمہید	34
فصل اول: یورپ کا روایتی معاشرہ	36
انسانی زندگی میں مذہب کی ضرورت واہمیت	36

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی ڈھانچہ 38
معاشرتی ڈھانچہ 39
معاشی ڈھانچہ 40
گلڈ کا نظام 40
روایتی معاشرہ اور جاگیردارانہ نظام 41
تعلیمی ڈھانچہ 42
روایتی معاشرے کا تعلیمی نظام 42
اخلاقی نظام 43
روایتی معاشرہ اور جدید سائنسی علوم 44
مذہب اور سائنس کی راہیں جدا جدا ہیں 46
حاصل بحث 47
فصل دوم: مذہب اور عقلیت پسندی 49
عقل اور اسکی حدود / دائرہ کار 50
عقلیت پسندی کا عہد 51
ذی عقل 52
عقلیت پسندی 53
ذی عقل بنانے کا عمل 55
عقلیت پسندی کے خلاف ردِ عمل 56
ڈیکارٹ 57
فلسفۂ تشکیک اور ڈیکارٹ 58
بارخ اسپنوزا 59
اسپنوزا کے افکار وخیالات 61
لائیبنز 62

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقلیت پسندی کے اثرات	63
عقلیت پسندی اور مذہب	64
خدا شناسی	65
عقلیت پسندی اور سیکولرازم	67
تحریک تنویر	67
تحریک تنویر اور مذہب	69
حاصل کلام	71
فصل سوم: مذہب اور تجربیت پسندی	73
تجربیت پسندی	74
تجربیت پسندی کا پس منظر	76
جان لاک	78
جارج برکلے	80
تشکیکیت اور برکلے	81
ڈیوڈ ہیوم	82
افادیت پسندی	84
تجربیت پسندی کے اثرات	85
تجربیت پسندی، عقلیت پسندی اور مابعد الطبیعاتی امور	86
فصل چہارم: مذہب اور سیکولرازم	89
سیکولرازم میں مذہب کی حیثیت	92
عیسائیت، اہل کلیسا اور سیکولرازم	96
حاصل بحث	98

باب سوم: سیکولرازم اور اسکی نظریاتی بنیادیں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہید	100
فصل اول: نشاۃ ثانیہ اور اس کے مفکرین	102
ہیومنزم	105
نشاۃ ثانیہ کی علمی اور فکری خصوصیات	108
پیٹراک	111
جیووانی بوکیسیو	113
نشاۃ ثانیہ کے اثرات	115
فصل دوم: تحریک اصلاح اور عیسائیت	118
تحریک اصلاح	118
پروٹسٹنٹ اور تحریک اصلاح	120
تحریک اصلاح کے وجود میں آنے کے اسباب	123
تحریک اصلاح کے اصول وضوابط	124
تحریک اصلاح اور سیکولرازم	127
تحریک اصلاح کے اثرات	129
فصل سوم: فرانسیسی انقلاب اور اسکے مفکرین	132
انقلاب فرانس	132
انقلاب فرانس اور سیکولرازم	134
انقلاب فرانس کے مفکرین	136
والٹیر	136
روسو	138
روسو کا مذہب سے متعلق نقطۂ نظر	140
روسو کا نظریۂ معاشرتی مذہب	141

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقلاب فرانس کے اثرات ونتائج	143
فصل چہارم: جدید سائنس اور اسکی فکری بنیادی	145
جدید سائنس اور اس کا پس منظر	146
جدید سائنس اور مذہب کی کش مکش	148
جدید سائنس و ٹیکنالوجی کے دنیا پر اثرات	153
فصل پنجم: جدید مغربی ماہرین عمرانیات اور سیکولرازم	155
اگست کومٹے	155
کومٹے کا مذہب سے متعلق نقطہ نظر	158
ڈرخائم	159
ڈرخائم کا مذہب سے متعلق نقطہ نظر	161
میکس ویبر	163
میکس ویبر کے مذہب سے متعلق نظریات	164
فصل ششم: جدید سیاسی مفکرین اور سیکولرازم	166
نیکولو میکاولی	167
جین بڈن	169
جان لاک	170
جان لاک کا سیاسی فلسفہ	172
حاصل بحث	173

باب چہارم: اسلام اور سیکولرازم

تمہید	175
فصل اول: دین اور دنیا کا اسلامی تصور	177
اسلام دین و دنیا کی بھلائی چاہتا ہے	177

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے معاملے میں راہ اعتدال	180
دنیا میں انسان کی حیثیت	182
فصل دوم: شریعت اور اسکی موزونیت اور ہمہ گیریت	184
شریعت کی موزونیت	184
شریعت کی ہمہ گیریت	186
شریعت محمدیؐ کی خصوصیات	187
غیر متبدل شریعت	187
جامع وکامل شریعت	188
عملی اور انقلابی شریعت	189
ابدی اور دائمی شریعت	189
آخری شریعت	190
فصل سوم: دین اسلام۔ بحیثیت مکمل ضابطہ اخلاق	191
دین اسلام کا مفہوم	191
اسلام انفرادی زندگی تک محدود نہیں	193
مکمل اتباع کی دعوت	195
اسلام کا معاشرتی نظام	198
اسلام کا اخلاقی نظام	200
اسلام کا سیاسی نظام	201
اسلام کا معاشی نظام	203
حاصل بحث	204
مصادر اور مراجع	206

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب: 1

سیکولرازم ایک تعارف

تمہید

اس باب میں میں سیکولر ازم کا تعارف اور اس کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔
فصل اول میں لفظ "سیکولر" کے لغوی و اصطلاحی معنی کی وضاحت کی جائے گی۔
فصل دوم میں سیکولرازم کا معنی و مفہوم بیان کیا جائے گا۔ سیکولرازم کے معنی و مفہوم میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اسکی بھی وضاحت کی جائے گی۔ دراصل سیکولرازم کے مفہوم کو متعین کرنے میں دشواری کی وجہ یہ ہے کہ سیکولرازم کی وسعت اور پذیرائی کے ساتھ ساتھ اس کے معنی و مفہوم میں بھی اختلاف سامنے آیا۔
مثلاً بعض سیکولر مفکرین سیکولرازم کو مکمل مذہب دشمن اور اسکا حریف قرار دیتے ہیں۔ سیکولرازم کی اس صورت کو (Extreme Secularisam) کہتے ہیں۔ جبکہ بعض سیکولر مفکرین نے مذہب سے متعلق نرمی کا رویہ اختیار کیا ہے۔ سیکولرازم کی اس شکل کو (Soft Secularisam) کا نام دیا گیا ہے۔ ان مختلف النوع نظریات کے باعث ہی سیکولرازم کی کوئی ایک حتمی تعریف کرنا مشکل ہے۔
سیکولرازم کی تحریک کا آغاز یورپ سے ہوا لہٰذا کوشش یہ کی جائے گی ہے انگریزی کتب و لغات کی مدد سے ہی اسکے معنی و مفہوم کو متعین کیا جائے۔ اس باب میں سیکولرائزیشن (Secularization) اور سیکولر سوسائٹی (Secular Society) کا عنوان بھی زیر بحث آئے گا۔
اس باب میں سیکولرازم کی وسعت اور دائرہ کار پر بھی بحث کی جائے گی۔ سیکولرازم کا آغاز ہی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکولرازم: ایک تعارف

اس جذبہ سے کیا گیا تھا کہ مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ قرار دیا جائے اور مذہب کو نجی زندگی(Private Life) تک محدود کیا جائے، جبکہ اجتماعی امور کو مذہب سے الگ رکھا جائے۔

جب یورپ میں سیکولرازم کو فروغ حاصل ہوا تو سیکولرازم نے اجتماعی نظام ہائے زندگی جن میں تعلیمی نظام، معاشرتی نظام، اخلاقی نظام اور سیاسی نظام وغیرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

"سیکولرازم کی وسعت اور دائرہ کار" کے ضمن میں اس موضوع پر بھی روشنی ڈالی جائے گی کہ سیکولرازم سے قبل مذکورہ بالا نظام ہائے زندگی کیسے تشکیل پائے؟ جبکہ سیکولرازم کے اثرات کے باعث ان میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

لغوی و اصطلاحی معنی

سیکولر:۔

سیکولر کے لغوی معنی پر نظر ڈالیں تو انگریزی لغات (English Dictionaries) میں اس لفظ کے متعدد معنی ملتے ہیں۔ ان تمام معانی کا احاطہ کرنا ممکن تو نہیں مگر ان میں سے چند معانی جو خصوصیت کیساتھ ہمارے موضوع سے متعلق ہیں' وہ بیان کیے جاتے ہیں: "دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں لفظ "سیکولر" کو لکھنے کی متعدد صورتیں بیان کی گئی ہیں مثلاً

" Seculer, Seculere, Seculeer, Secler, Seclere, Seculier, Seculair, Secular and Secolare"[1]

"دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں لفظ "سیکولر" کے معنی کے بارے میں ایک جگہ یہ لکھ گیا ہے۔

" Members of the clergy: Living in the world and not monastic seclusion, as distinguished from "regular" and "religious[2]

1 The oxford English Dictionary, P.848, vol xiv, prepared by: J.A. Simpson and E.S.C Weiner, Clarendon press, oxford، ،1989

2 The oxford English Dictionary, P.848.xiv

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔"اہل کلیسا کا رکن جو دنیا میں رہتا ہو یعنی (دنیاوی امور اور معاملات میں دلچسپی رکھتا ہو) اور جو صرف عیسائی خانقاہ ہی میں عزلت گزیں نہ ہو اور باقاعدہ مذہبی زندگی سے امتیاز رکھتا ہو"

اس کے علاوہ آکسفورڈ ڈکشنری میں اس لفظ کے کچھ اور قابل ذکر معنی یہ ہیں:۔

"Belonging to the world and its affairs as distinguished from the church and religion, civil, lay, temporal, Chiefly usedasane gative term, with the me an in gnon ecclesiastical, non-religious, or non-sacred[1]

ترجمہ: "دنیا کا یا اس سے متعلق یعنی کلیسا اور مذہب سے ممیز، دنیا اور اس کے معاملات سے تعلق رکھنے والا، رہائشی، غیر پادریانہ، زمانی۔ خاص طور پر ایک منفی اصطلاح کی حیثیت سے مستعمل، بمعنی غیر کلیسائی، غیر مذہبی یا غیر مقدس"

"A Dictionary of the Social Sciences" "Howard Becker" سیکولر کے مفہوم کا تعین ان الفاظ میں کرتا ہے

"In its most universal usage in social sciences the term refers to the worldly, the civil, or the non-religious, as istinguished from the spiritual and the ecclesiastical. The Secular is that which as not dedicated to religious ends and uses" [2]

یعنی "سوشل سائنسز میں (سیکولر) کا زیادہ تر استعمال ان معنی میں ہوتا ہے کہ یہ اصطلاح کسی فرد کے دنیادار ہونے کا ذکر کرتی ہے۔ اور سیکولر انسان ایسا انسان ہے جو روحانی اور کلیسائی نظام سے ممیز ہو اور جو مذہبی حدود تک ہی مخصوص نہ ہو"

[1] The oxford English Dictionary, P.848.xiv

[2] A Dictionary of the social Sciences, P.625, Editor: Tulius Gould, New york.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکولرازم: ایک تعارف

"انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن" میں سیکولر کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"Men who have recieved Holy orders in the R.C church and who live, not under the rule of religious congregation but in the world"[1]

یعنی سیکولر سے مراد ایسے افراد جو چرچ سے احکامات حاصل کرتے ہوں مگر وہ مذہبی گروہ کے زیر دست نہ رہتے ہو بلکہ دنیادار ہو۔

ویبسٹرس تھرڈ نیو انٹر نیشنل ڈکشنری" میں "سیکولر" کے جو مختلف معنی تحریر کئے گئے ہیں اُن میں سے کچھ خاص معنی مندرجہ ذیل ہیں۔

1. صریحاً یا مخصوص طور پر مذہبی نہیں
2. قاعدتاً کسی مذہبی جماعت کے زیر اختیار یا اُس سے منسلک نہیں
3. نئے رجحانات کو قبول کرنے والا[2]

مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ "سیکولر" سے مراد غیر مذہبی، دنیوی، غیر روحانی اور غیر دینی وغیرہ ہے۔ اسطرح "قومی انگریزی اردو لغت" میں "سیکولر" کے جو مختلف معنی تحریر کئے گئے ہیں اُن میں سے کچھ خاص معنی مندرجہ ذیل ہیں۔

1. اس جہان یا مادی اشیاء سے متعلق
2. مذہبی یا مقدس حوالے سے خالی
3. دنیادار

وہ پادری جس پر کلیسائی قوانین کی پابندی واجب نہ ہو"[1]

---

[1] The ency of religion, P.700 vergilius ferm, New York

[2] Websters Third New International Dictionary, P.2053, vol,III ،1961،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکولرازم: ایک تعارف

"سٹینڈرڈ انگلش اردو ڈکشنری" میں سیکولر کے مندرجہ ذیل معنی بیان کیے گئے ہیں۔

"دنیوی، دنیاوی، غیر مذہبی، دنیادار پادری"[2]

"انگلش عریبک اینڈ عریبک انگلش ڈکشنری" میں سیکولر کے معنی کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

"غیرُ دِینِیّ، عالَمِیّ"[3]

"المورد" میں منیر البعلبکی "سیکولر" کے جو معنی لکھے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

(1) دنیوی

(ب) غیر دینی

(ج) مدنی

(2) عالمی، غیر قانونی، غیر منتسب اِلی رھبانیۃ[4]

اردو اور عربی لغات میں بھی سیکولر کا وہی معنی و مفہوم بیان کیا گیا ہے جو انگریزی لغات میں ہم دیکھ چکے ہیں، لیکن "المورد" اور "انگلش عریبک ڈکشنری" میں سیکولر کا معنی "عالمی" کیا گیا ہے جو کہ باقی کتب و لغات میں موجود نہیں، دار صل "عالمی" کا لفظ 'علم' سے نکلا ہے، مغرب و یورپ میں جب مذہب کے خلاف جذبات پیدا ہوئے تو انھوں نے علم سے مراد یہ لیا ہے کہ علم اسے کہتے ہیں جو دین نہ ہو یعنی علم، مذہب کا متضاد ہے۔ اسی فکر سے متاثر ہو کر بعض عرب ادباء اور مصنفین نے 'سیکولر' کا معنی عالمی، اور سیکولرزم، کا معنی 'علمانیہ' کیا ہے۔ چنانچہ علامہ یوسف القرضاوی صاحب اس ضمن میں رقمطراز ہیں:۔

---

[1] اقومی انگریزی اردو لغت، ص:1970، مقتدرہ قومی، زبان پاکستان۔ ۴ المورد قاموس انکلیزی۔ عربی، تالیف: میر البعلبکی ص:827، دار العلم، بیروت

[2] Standard English-urdu Dictionary, by: Abdul Haq, p1138, union Book stall. Karachi, 1952.

[3] English Arabic And Arabic English Dictionary, p,334 By:John Wortabet. M.D Frederick, New York, 1954

[4] المورد قاموس انکلیزی۔ عربی، تالیف: منیر البعلبکی، ص:827

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"عربی زبان میں سیکولر ازم کا ترجمہ "علمانیہ" اس لئے کیا گیا ہے کہ ترجمہ کرنے والے "دین" اور "علم" کا وہی مفہوم سمجھتے ہیں جو ان الفاظ کا مسیحی دنیا میں سمجھا جاتا ہے۔ مغرب میں دین اور علم دو متضاد الفاظ ہیں یعنی ان کے یہاں جو بات دینی یا مذہبی ہو وہ علمی نہیں ہو سکتی اور علمی بات دینی نہیں ہو سکتی۔ غرض ان کے یہاں علم اور عقل دین کے بالمقابل اور اس کی ضد ہیں اور اسی طرح علمانیہ اور عقلانیہ ایسے رویے ہیں جو دین کے برعکس ہیں۔"[1]

علامہ یوسف القرضاوی صاحب مزید "علمانیہ" کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا ترجمہ لادین یا لا ہونا چاہیے، کیونکہ مغرب و یورپ میں سیکولر کا معنی "لادین" کیا گیا ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

یہ لفظ مغربی زبانوں سے ترجمہ کیا گیا ہے مگر ترجمہ "لادینی" ہونا چاہیے تھا کیونکہ مغربی زبانوں میں سیکولر ازم کے معنی ہی ایسے امر کے ہیں جو دینی (مذہبی) نہ ہو، یعنی لادینی ہو مگر عرب ممالک میں اس کا ترجمہ "علمانی" یا "مدنی" اس لئے کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کے مذہبی جذبات متاثر نہ ہوں"[2]

"سیکولر کے لفظ کی وضاحت کے بعد اب ہم اگلی فصل میں سیکولر ازم کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

[1] ۱۵ اسلام اور سیکولر ازم، ص: ۵۰، مؤلف: یوسف القرضاوی، مترجم ساجد الرحمن صدیقی، مطبع: ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد طبع اول: ۱۹۹۷

[2] اسلام اور سیکولر ازم، ص: ۵۰، مؤلف: یوسف القرضاوی، مترجم ساجد الرحمن صدیقی، مطبع: ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد طبع اول: ۱۹۹۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: دوم

سیکولرازم کا مفہوم، وسعت۔ دائرہ کار

سیکولرازم:۔

دور حاضر میں سیکولرازم کے نظریے کو ایسا زبردست فروغ حاصل ہوا ہے کہ امریکہ اور یورپ کے ممالک کی حکومتوں نے اس کو ریاستی اور سیاسی امور میں بنیادی نظریے کے طور پر تسلیم کر لیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس نظریے کا فروغ متعدد ممالک میں ہو چکا ہے۔ سیاست سے قطع نظر سماجی اور فکری میدانوں میں بھی اس نظریے کے اثرات کا غلبہ اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ عہد حاضر میں روشن خیالی اور سیکولرازم کو لازم وملزوم سمجھا جانے لگا ہے۔

لیکن سیکولرازم کے اس فروغِ عام کے باوجود اس کے مفہوم اور اس کی تشریح میں بہت زیادہ الجھاؤ اور اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ جس کا اظہار اس موضوع پر قلم اٹھانے والے متعدد مصنفین نے اپنی تحریروں میں جا بجا کیا ہے۔

مثلاً ڈاکٹر مشیر الحق اپنی تصنیف ''مسلمان اور سیکولر ہندوستان'' کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ''ہر طرف سے سیکولر نظریات اور سیکولرازم کی آوازیں تو آتی رہیں لیکن متعین طور سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ سیکولرازم ہے کیا۔۔۔۔۔ جلد ہی سیکولرازم ایک ایسا مبہم نظریہ بن کر رہ گیا جس کی تشریح میں ہر شخص آزاد تھا۔[1]

[1] مسلمان اور سیکولر ہندوستان، ص: ۱۲، مصنف: ڈاکٹر مشیر الحق، مطبوعہ: اگست ۱۹۷۳ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکولرازم کے مفہوم میں اختلاف کا سبب:

سیکولرازم کے مفہوم میں اختلاف کیوں رونما ہوا؟اس کے اسباب کیا کیا تھے۔اس ضمن میں ڈاکٹر اختر بستوی رقمطراز ہیں:۔

"سیکولرازم کے مفہوم کے بارے میں الجھاؤ اور اختلافِ رائے کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ دنیا کے مختلف ملکوں میں سیکولرازم کا تصور صدیوں سے ارتقاء پذیر رہا ہے اور اس نے مختلف ممالک اور مختلف ادوار میں مختلف سمتیں اختیار کی ہیں۔ کبھی اس کا رخ منفی سیکولرازم کی طرف رہا ہے جس نے مذہب کی نفی کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کی روش اپنائی ہے اور کبھی اِس نے مثبت رخ اختیار کر کے مذہب کی اہمیت، اُس کے اپنے مخصوص دائرے میں، تسلیم کرنے اور مذہبی رواداری پر زور دینے کا رویہ اپنایا ہے"[1]

سیکولرازم کی اصطلاح کا مؤجد:۔

سیکولرازم کا تصور مغرب میں صدیوں سے مختلف سمتوں میں اپنی ارتقائی منازل طے کرتا رہا ہے لیکن اس مخصوص لفظ (Secularism) کے ساتھ سیکولرازم کی اصطلاح انیسویں صدی کے وسط میں اُس وقت سامنے آئی جب جارج جیکب ہالی اوک (George Jacob Holyoake) نے انگلینڈ میں اسی نام سے ایک تحریک شروع کی۔ ہولی اوک ہی نے ۱۸۵۱ء میں "سیکولرازم" کی اصطلاح وضع کی۔ اس کی تصدیق "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" سے ہوتی ہے جس میں اس کا ذکر مندرجہ ذیل طریقے سے کیا گیا ہے۔

---

[1] سیکولرازم اور اردو شاعری، ص: ۱۷، از ڈاکٹر اختر بستوی، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنو، 1994ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" In the Holyoake met Bradlaugh, and in the subsequet year coined the term seculerism"[1]

ترجمہ:۔۱۸۵۰ء میں ہولی اوک بریڈلا سے ملا اور اُس کے بعد والے سال میں سیکولرازم کی اصطلاح وضع کی۔

مذکورہ بالا عبارت کے برعکس "انسائیکوپیڈیا امریکانا" میں درج ہے کہ اس اصطلاح کو ہولی اوک نے ۱۸۴۶ء کو وضع کیا، اس میں تحریر ہے کہ:۔

" Secularism was first proposed as a formal philosophical system by George J.Holyoake about 1846 in England"[2]

ترجمہ: سیکولرازم کے پہلی بار نظام العمل کا اعلان انگلینڈ میں جارج جیکب ہال اوک کے ذریعے ۱۸۴۶ء کے آس پاس کیا گیا۔

اب ایک طرف ۱۸۵۱ء کی تاریخ ملتی ہے اور دوسری طرف ۱۸۴۶ء کی تاریخ ہمیں نظر آتی ہے۔ دونوں کتب کی عبارت پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" کی عبارت میں یقین اور قطعیت نظر آتی ہے جبکہ "انسائیکلوپیڈیا امریکانا" میں ۱۸۴۶ء کے ساتھ (about) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ لہٰذا یقین اور قطعیت کے لحاظ سے ۱۸۵۱ء کی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے۔ ویسے بھی "انسائیکلوپیڈیا امرلکانا" کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس میں سند کو یقین اور تحقیق سے نہیں لکھا جاتا۔

اس بحث کی روشنی میں ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ سیکولرازم کی اصطلاح ۱۸۵۱ء میں وضع کی گئی۔ اب ہم سیکولرازم کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں:۔

---

[1] Encyclopadia of Religion and ethics , p.347 vol.11,edited by: James Hasting,New York,1934

[2] Encyclopaedia Americana,p.510,vol.24, New York,1957

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکولرازم کا مفہوم:۔

سیکولرازم ایک انگریزی لفظ اور اصطلاح ہے۔اس لئے ہمیں اس کا صحیح مفہوم و معنی جاننے کیلئے انگریزی کتب ولغات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔انگریزی کی مستند لغت "دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں سیکولرازم کے مندرجہ ذیل معنی بیان کیے گئے ہیں:

"The doctrine that morality shoud be based soley on regard to the well-being of mankind in the present life ,to the exclusion of all considerations drawn from belief in God or in a future state"[1]

ترجمہ:یہ نظریہ کہ خدا یا عقبیٰ کے اعتقاد سے اخذ شدہ تمام ملحوظات کو ترک کر کے اخلاقیات کو صرف بنی نوع انسان کی موجودہ زندگی کی فلاح و بہبود کے لحاظ پر مبنی ہونا چاہیے۔

انگریزی اصطلاحات کے سب سے معتبر قاموس "انسائیکلو پیڈیا برٹینکا" میں سیکولرازم کی مندرجہ ذیل تشریح ملتی ہے۔

"A movement in society directed away from otherworldliness to life on earth."[2]

ترجمہ: سماج میں اخرویت سے رخ پھیر کر دنیویت پر توجہ دینے کی ایک تحریک۔

"دی نیو انٹر نیشنل انسائیکلوپیڈیا" میں سیکولرازم کے مفہوم کو حسب ذیل الفاظ سے واضح کیا گیا ہے:

"As its name implies, it concentrates its attention upon the present life, neither denying nor affirming the existence of

---

[1] The Oxford English dictionary,p.849 vol.14

[2] The new encyclopaedia Britanica,p.594.vol.10,Chicago,1943

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

another. It inculcates an ethics not depent in any way on religion, although it does not formaly deny the truth of any riligion".[1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "یہ نام (سیکولرازم) جیسا کہ دلالت کرتا ہے۔ (سیکولرازم) موجودہ زندگی کی طرف انسان کی توجہ مرتکز کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ نہ کسی چیز کا انکار کرتا ہے اور نہ ہی کسی اورے وجود کی توثیق کرتا ہے۔ اور یہ مذہب پر انحصار کرنے کی بجائے اخلاقیات کو ذہن نشین کراتا ہے۔ اگرچہ یہ (نظریہ) باقاعدہ طور پر کسی مذہب کی حقانیت کا انکار نہیں کرتا۔"

"انسائیکلوپیڈیا امریکانا" میں سیکولرازم کا مفہوم اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"secularism is an ethical system founded on the principles of natural morality and independent of revealed religion or super naturalism "[2]

یعنی "سیکولرازم ایک اخلاقی نظام ہے۔ اور اخلاقی اصولوں پر اسے استوار کیا گیا اور یہ (نظام) الہامی مذہب یا فوق الفطرت سے بالکل آزاد ہے۔"

"انسائکلوپیڈیا امریکانا" میں مزید سیکولرازم کے متعلق آیا ہے جو درج ذیل ہے:

"Secularism asserts the right to discuss and debate all vital questions,such as the commonly received opinions regarding he foundations of moral obligations,the existence of God,the immortality of the soul and the authority of conscience "[3]

اس عبارت کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ "سیکولرازم تمام اہم سوالات پر بحث کرنے کا حق رکھتا

[1] The New International,p.750 vol 17,New york,Dodd Mead and Company,1907

[2] Encyclopaedia Americana,p.510,vol.24 New York,1957

[3] Encyclopaedia Americana,p.510,vol 24 New York, 1957

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے مثلاً خدا تعالی کے وجود، روح کا ابدی اور لافانی ہونا اور ضمیر کا اختیار وغیرہ جیسے سوالات پر "B. Groethuysen" میں "Encyclopaedia of the Social Sciences" سیکولرازم کی وضاحت حسب ذیل الفاظ سے کرتے ہیں:

"If therefore secularism in the philosophical sphere may be interpreted as a revolt against the ological and eventually against meta physical absolutes and universals, the same trend may be charted in the attitudes toward social and political institutions"[1]

یعنی "اگر سیکولرازم کو فلسفیانہ دائرہ میں دیکھیے تو یہ نظریہ الہیات اور مابعد الطبیعات کے خلاف بغاوت کرتا ہے، اسطرح سیکولرازم سماجی اور سیاسی اداروں کا نئے سرے سے جدول بنانے کیطرف راہنمائی کرتا ہے"

"انسائکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" میں سیکولرازم کا مفہوم اور وضاحت اس طرح کی گئی ہے

intentionally "Secularism may be described as a movement, ethical,negatively religious ,with political and philosophical antecedents.Since it undertook to do this without reference to a deity or a future life,and thus proposed to fulfil a function of religion,apart from religious associations,it may be regarded as negatively religious".[2]

---

[1] Encyclopaedia of the Social Sciences,p.631 vol.13,by:Edwin R.A.selig man London,1967

[2] Encyclopaedia of Religion and Ethics p.347 ,vol.11,Edited by:James Hastings New York,1934

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کا مفہوم یہ ہے کہ "سیکولرازم کو ایک تحریک کی حیثیت سے بیان کیا جا سکتا ہے جو کہ ارادی طور پر اخلاقی تھی اور مذہب کے خلاف تھی، اور اس تحریک نے تجویز دی کہ مذہب کو مذہبی انجمنوں سے علیحدہ ہونا چاہیے، اس تحریک کو ہم مذہب مخالف تحریک بھی تصور کر سکتے ہیں"

"اس عبارت میں جو یہ لفظ آیا ہے کہ مذہبی انجمنیں نہیں ہونی چاہیے" اس سے مراد کلیسائی نظام ہے جو مختلف عہدوں اور طبقوں میں تقسیم تھا۔ مصنف کے خیال میں اس طرح مذہبی گروہ نے مذہب پر اپنی اجارہ داری قائم کی ہوئی تھی اور سیکولرازم کی تحریک کا مقصد مذہبی افراد کی مذہب پر اجارہ داری کو ختم کرنا تھا۔

" Chambers English Dictionary "میں سیکولرازم کے معنی حسب ذیل بیان کیے گئے ہیں:

"The belief that the state ,morals,education,etc should be independent of religion"[1]

یعنی سیکولرازم سے مراد ہے کہ "اس بات کا یقین کرنا کہ ریاست، اخلاقیات اور تعلیم وغیرہ کو مذہب سے آزاد ہونا چاہیے"

مذکورہ بالا بحث انگریزی کی کتب و لغات سے کی گئی ہے جس میں سیکولرازم کا معنی و مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ اب ہم عربی اور اردو کی کتب و لغات سے بھی سیکولرازم کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

چنانچہ "قومی انگریزی اردو لغت" میں سیکولرازم کا معنی و مفہوم اور مطالب حسب ذیل درج ہیں:

"لادینیت، لادینی جذبہ یا رجحانات بالخصوص وہ نظام جس میں جملہ مذہبی عقائد و اعمال کی نفی ہوتی ہے۔ یہ نظریہ کہ عام تعلیم اور مدنی ماندبود کے معاملات میں مذہبی عنصر کو دخیل نہیں ہونا چاہیے"[2]

---

[1] Chambers English Dictionary,By:Chambers Cambridge UK,1988(S-E)

[2] قومی انگریزی اردو لغت، ص: ۱۷۹۰، س، مقتدرہ قومی زبان پاکستان

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منیر البعلبکی "المورد" میں سیکولرازم کے معنی حسب ذیل لکھتے ہیں:

"عدم الدینویۃ المبالاۃ بالدین أو بالاعتبارات الدینیۃ"[1]

انگریزی، اردو اور عربی کی کتب ولغات سے سیکولرازم کی مختلف تعریفات درج کی ہیں اور اگر ان تمام تعریفات کا لب لباب یا حاصل بحث بیان کیا جائے تو ان تمام کتب ولغات میں سیکولرازم کا مرکزی مفہوم یہ ملتا ہے کہ یہ تحریک مذہب مخالف، لادینیت کی ترویج کرنے والی اور مذہبی عقائد واعمال کی تردید کرنے والی ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو "ہولی اوک" جو کہ اس اصطلاح (سیکولرازم) کا موجد ہے۔ اس نے سیکولرزم اور مذہب کو آپس میں حریف نہیں قرار دیا۔ لیکن یہ تحریک آگے چل کر اپنی اس روش کو برقرار نہ رکھ سکی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تحریک (سیکولرزم) مکمل مذہب بیزار بن گئی۔

چنانچہ "ڈاکٹر اختر بستوی" اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"ہولی اوک نے تو ہمیشہ اس کو ممکن بنانے کی کوشش کی کہ سیکولرازم کے سماجی، سیاسی اور اخلاقی مقاصد، ملحدانہ عقیدے کی تائید کو لازمی نہ بنائیں۔ لیکن اس کو اس مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ اس تحریک کے دوسرے علمبرداروں نے سیکولرازم کے فروغ کیلئے مذہب کی مخالفت لازمی سمجھی اور پوری شدومد کے ساتھ لادینیت کا پرچار کیا"[2]

اور اسی طرح "دی نیو انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا" میں سیکولرازم کی تحریک کے متعلق لکھا گیا ہے:

"It does not formally deny the truth of any religion"[3]

یہ عبارت بھی دراصل "ہولی اوک" کے اسی نظریہ کی تائید کرتی ہے جو اس نے سیکولرازم اور مذہب کے بارے میں نظریہ پیش کیا۔

لیکن بعد میں سیکولرازم نے مذہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کیا اور اس تحریک کو مکمل

1 المورد قاموس انگلیزی عربی، ص۸۲۷، تالیف: منیر البعلبکی، دارالعلم بیروت

2 سیکولرازم اور اردو شاعری، ص:۱۸

3 The New International Ency,p.750, Vol,XVII

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب بیزار تحریک کے طور پر پیش کیا جیسا کہ ہم نے جو تعریفات انگریزی کی کتب ولغات سے بیان کی ہیں ان سے یہ بات واضح ہوتی ہے۔

لہٰذا اب جو افراد یہ نظریہ پیش کرتے ہیں کہ سیکولرازم، مذہب کی حقانیت کا انکار نہیں کرتا یعنی ان کے خیال میں سیکولرازم مذہب کا حریف نہیں، ان مفکرین اور مصنفین کے سیکولرازم سے متعلق نظریات درست نہیں کیونکہ ہم نے تفصیلاً اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ سیکولرازم مذہب بیزار اور مذہب مخالف ہے۔ مزید وضاحت کیلئے ڈکشنری آف سوشل سائنسز" کی عبارت نقل کی جاتی ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ "سیکولر ایک مکمل مذہب بیزار معنی رکھتا ہے، اور ایک سیکولر انسان لادین، ملحد اور خدا سے عاری ہوتا ہے، ان معنوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ سیکولر ہر لحاظ سے مذہب بے زار اور لادینی کی اصطلاح ہے۔ چنانچہ Ebersole " ڈکشنری آف سوشل سائنسز" میں لکھتا ہے کہ:۔

" Secular has also come to be used in a way that does not place it in contrast with the religious only. In supporting this usage H.P. Becker writes: the secular is not synony mous)with the profane, unholy, infidel, godless, irreligious, (مترادف heretical, unhallowed, faithless, or any similar terms. In this sense secular is the opposite of the total meaning of sacred, it is the opposit of venerated and inviolable"[1]

اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ سیکولر اور مذہب آپس میں ایک دوسرے کے حریف ہیں نہ کہ حلیف لہٰذا جنھوں نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ سیکولرازم کی تحریک مذہب مخالف نہیں یا سیکولر اور مذہب ایک دوسرے کے حریف نہیں۔

[1] A Dictionary of the social Sciences, p.625 Edited by: Julius Gould, William L.kolab, New york.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر اشفاق احمد صاحب لکھتے ہیں:

"سیکولرازم کو معاشرتی نظام کیلئے دوست سمجھنے سے دیندار، بے دین اور خدا پرست دہریہ نہیں ہو جاتا لہٰذا سیکولرازم سے اسلام کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے"[1]

سیکولرازم یا سیکولر کے متعلق اسطرح کے بیانات اور نظریات ہی کی وجہ سے اس کے معنی و مفہوم میں ابہام پیدا ہوا، اگر ہم سیکولرازم کی مستند انگریزی کتب و لغات میں دیکھیے، تو پھر اس کا مفہوم واضح ہے، اس میں کوئی ابہام نہیں۔

(لادینی بنانے کا عمل) Secularization :

"قومی انگریزی اردو لغت" میں "Secularization" کی تعریف حسب ذیل ہے:

"دنیوی یا لادینی بنانے کا عمل"[2]

"انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن" میں "سیکولرائزیشن" سے متعلق حسبِ ذیل الفاظ وارد ہوئے ہیں:۔

" The taking over of church property by the secular purposes, sometimes for selfish and unworthy ends, sometimes devoted to charitable and educational purposes. After the 4th century church had steadily accumulated property and by Middle Ages was large land-owner in the many countries. This was temptain to civil rules with empty treasuries and as early as charles Martel (8th cent) confiscation were made. Process of secularization was accelerated in areas that

---

[1] مذہب، مسلمان اور سیکولرازم، ص: ۳۴، مؤلف: ڈاکٹر اشفاق احمد مضمون نگار، سید سبط حسن، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ اردو بازار دہلی 1994ء

[2] قومی انگریزی اردو لغت، ص:1790

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

became protestant at time of the Reformation, in Germany and Sweden and in the suppression of monasteries in England" [1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "سیکولر مقاصد کیلئے حکومت چرچ کی جائیدار کو اپنے قبضہ میں کرے، بعض اوقات یہ جائیدار خود غرض اور نااہلیت کی بناء پر لی جاتی ہے اور بعض اوقات ریاست جائیدار کو خیراتی ادارہ یا تعلیمی مقاصد کیلئے وقف کرے چوتھی صدی عیسوی میں چرچ کے پاس بہت جائیدار تھی اور قرون وسطی میں بھی بہت ساری زمین چرچ کے قبضہ میں تھی، پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حکمرانوں کو چرچ سے جائیداد اکٹھی کرنے کی ترغیبات دی گئیں اور اسطرح چارلس مارٹل "نے آٹھویں صدی عیسوی میں چرچ کی جائیدار کی قرقی اور ضبطی کا کام شروع کیا اور اسی وجہ سے ریاست اور پاپائیت کے درمیان لڑائی جھگڑا شروع ہوا۔

سیکولرائزیشن یعنی لادینی بنانے کا عمل اس وقت تیز سے تیز تر ہو گیا جب سویڈن اور جرمنی میں پروٹسٹنٹ (فرقہ) نے اصلاح کا کام شروع کیا اور انگلینڈ میں عیسائی خانقاہ کی ممانعت کر دی گئی۔"

"دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں "سیکولرائزیشن" کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:۔

" The giving of a secular or non-sacred character or direction to (art,studies, ect.) the placing(of morals) on a secular basis; the restricting (of education) to secular subjects" [2]

یعنی لادینی بنانے کے عمل سے مراد ہے کہ "آرٹ، تعلیم وغیرہ کو لادین یا غیر مقدس بنانے میں کردار ادا کرنا یا ان کو لادین بنانے سے متعلق راہنمائی فراہم کرنا، اس کے علاوہ اخلاقیات کو بے دین بنیادوں پہ استوار کرنا اور تعلیم کو سیکولر (یعنی بے دین) شعبوں تک محدود کرنا"

---

[1] An Encyclopaedia of Religion, p,700 Edited by: vergilius Ferm, New york,1967

[2] The oxford English Dictionary, P.850, Vol XiV. clarendon press, oxford,1989.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکولر سوسائٹی (Secular Society):۔

سیکولر سوسائٹی کی اصطلاح سب سے پہلے پیکر "Pecker" نے استعمال کی۔ چنانچہ "A Dictionary of the social sciences" میں مذکور ہے۔

"This is a term used by H.Pecker and to denote a type of society which is secular in the sense set out under secular"[1]

یعنی" سیکولر سوسائٹی ایک اصطلاح ہے جسکو pecker اور دوسرے مفکرین نے استعمال کیا اور اس سے مراد ہے کہ ایسی سوسائٹی قائم کی جائے جو بے دین ہو یعنی ایسا معاشرہ جسکی تشکیل 'لادین' نظریات پہ ہوئی ہو

"دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں "سیکولر سوسائٹی" سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں:۔

"The designation give to associations formed in various onwards to promate the spread of 1852English Towns from secularistic opinions"[2]

سیکولرازم کی وسعت اور دائرہ کار:۔

جیسا کہ ہم نے پچھلی بحث میں واضح کیا ہے کہ سیکولرازم ایک مذہب مخالف تحریک ہے۔ لیکن سیکولرازم کے اثرات صرف مذہب تک محدود نہیں رہے، بلکہ مذہب سے قطع نظر اس کے اثرات دوسروں شعبہ جات میں بھی پھیلے۔

سیکولرازم کے اثرات کے باعث جب مذہب کی حیثیت و وقعت (Authority) کم ہوئی، تو نئے نظام میں معاشیات، سیاسیات اور اسی طرح تعلیمی و سماجی ڈھانچہ لادینیت کی بنیاد پہ قائم کیا گیا۔

---

[1] A Dictionary of The social Sciences , p.626 New york,1957

[2] The oxford English Dictionary, p,848, vol Xiv

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا سیکولر ازم نے اپنے اثرات مذہب تک محدود رکھنے کی بجائے معاشی، سیاسی، تعلیمی، اخلاقی اور معاشرتی نظام ہائے زندگی تک وسیع کر دیئے۔

ہم ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ جائزہ لیتے ہیں کہ سیکولر ازم نے معاشی، سیاسی معاشرتی اور تعلیمی ڈھانچوں میں کیا کیا تبدیلیاں رونما کیں۔

سب سے پہلے ہم معاشرتی نظام کا جائزہ لیتے ہیں۔

معاشرتی نظام:۔

معاشرتی نظم انسان کا بنیادی مسئلہ ہے اور انسان کی ایک اہم ضرورت ہے، دنیا کا کوئی نظام اور فکر انسان کے اس مسئلہ سے صرف نظر نہیں کر سکتی۔

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے اور معاشرہ کے بغیر انسان کی زندگی محال ہے۔ انسان آنکھ کھولتا ہے تو ایسے معاشرہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، وہ ایک خاندان کا فرد ہوتا ہے، اور پھر ہوش سنبھالتے ہی اسے ایک سوسائٹی، قوم، وطن اور دنیا سے واسطہ پڑتا ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں معاشرتی نظام انسانی زندگی میں غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اور اس سے صرف نظر کرنا ممکن نہیں۔ سیکولر ازم نے انسانی زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح معاشرتی نظام پر بھی غیر معمولی اثرات مرتب کئے۔ اہل یورپ کا معاشرہ جس میں سیکولر ازم سے قبل مذہب کے گہرے اثرات تھے اور ایک مذہبی معاشرہ میں عفت و عصمت کا پاس کیا جاتا تھا، اسی طرح مذہبی، تعلیمات کے باعث حیا کا دور دورہ تھا اور اس معاشرہ میں اخلاقی اقدار زندہ تھیں اور اسطرح خاندانی نظام مضبوط بنیادوں پہ استوار تھا، سیکولر ازم کے اثرات کے باعث معاشرتی نظام میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

مثلاً حیا کی جگہ بے حیائی، خاندانی نظام کا تار تار ہونا، فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب اور اسطرح معاشرہ میں اخلاقی اقدار کی پامالی الغرض یہ سب سیکولر ازم کے اثرات ہیں۔

چنانچہ پروفیسر خورشید احمد صاحب ایک لادین اور مذہب بے زار معاشرے کا نقشہ ان الفاظ میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لکھتے ہیں:

"جس سوسائٹی کا نظام لادینیت یا مذہب سے انحراف کے اصولوں پر قائم ہوتا ہے، اس کے اصول غیر مستقل ہوتے ہیں اور روز بنتے یا ٹوٹتے ہیں۔ انسانی تعلقات کے ایک ایک گوشے میں ظلم، ناانصافی، بے ایمانی اور آپس کی بے اعتمادی پیدا ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔ تمام انسانی معاملات میں انفرادی، طبقاتی، قومی اور نسلی خود غرضیاں اور انتشار رونما ہو جاتا ہے اور دو انسانوں کے تعلق سے لے کر قوموں کے تعلق تک کوئی رابطہ ایسا نہیں رہتا جس میں کجی نہ آجاتی ہو۔"[1]

سیاسی نظام:۔

سیکولرزم نے جہاں انسانی زندگی کے دوسرے نظاموں سے مذہب کو رخصت کیا وہی سیاسی نظام کو بھی لادینیت کی شارع پر گامزن کیا۔

جدید سیکولر مغربی مفکرین نے یہ نظریہ پیش کیا کہ مذہب کا ریاستی امور میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے یعنی جدید سیاسی نظام میں مذہب کا کوئی حصہ نہیں۔ مثلاً شمس کنول اس ضمن میں رقمطراز ہیں:۔

"سیکولرازم ریاست اور سیاست سے مذہب کو فاصلے پر رکھنے کے حق میں ہے مگر سیکولر سماج میں ہر شہری کو اپنی نجی زندگی میں اپنے مذہبی ارکان ادا کرنے کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔"[2]

اسی سے ملتی جلتی بات ڈاکٹر انور پاشا "مذہب اور سیاست" سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"عہد جدید میں مذہب کی بنیاد پر سیاست کی گنجائش ختم ہو چکی ہے اور عہد جدید میں جہاں کہیں بھی مذہب کو بنیاد بنا کر سیاست کی کوششیں ہوئیں وہاں اس کے خوش گوار نتائج برآمد نہیں ہوئے، جہاں کہیں بھی مذہب کی بنیاد پر حکومت و سیاست کی کوششیں ہوئی ہیں۔

---

[1] اسلامی نظریہ حیات، ص: ۷۰۴، مؤلف: پروفیسر خورشید احمد، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، کراچی ۱۹۹۳ء

[2] مذہب، مسلمان اور سیکولرازم، ص: ۲۹۹، مؤلف: ڈاکٹر اشفاق احمد مضمون نگار: شمس کنول

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہاں نہ تو مذہب کا تقدس ہی قائم رہ سکا ہے اور نہ سیاست کا اعتبار ہی بیشتر مواقع پر ایسی کوششوں کے نتیجے میں یا تو پھر مذہب، سیاست کے ہاتھ کی کٹھ پتلی بن گیا یا پھر سیاست، مذہب کی باندی۔"[1]

جو مذکورہ بالا عبارت نقل کی گئی ہیں۔ یہ اگرچہ مغربی مفکرین کی آراء نہیں لیکن اس طرح کی آراء پیش کرنے والے دراصل جدید مغربی ویورپی مفکرین کی فکر ہی سے متاثر ہیں۔

حالانکہ اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو سیاسی نظام جس کا تعلق ریاست سے ہوتا ہے، اس کے قیام و ارتقاء میں انسان کی اخلاقی حس اور تصور عدل کا غیر معمولی دخل ہوتا ہے اور انصاف وہ محور ہے جس کے گرد سیاسی نظم کا ہر پرزہ حرکت کرتا ہے۔ اور اگر اس نظام سے مذہب کو رخصت کر دیا جائے جو عدل و انصاف کا منبع ہے تو پھر اس نظام میں خرابی کا آجانا ناگزیر ہے، (اس موضوع پر تفصیلاً گفتگو باب نمبر 4 میں کی جائے گی)

معاشی نظام:۔

انسانی زندگی میں معاشیات کی اہمیت ناقابل انکار ہے۔ مغرب ویورپ میں سیکولرازم کے اثرات نے معاشی نظام کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور اس کے نتائج یہ رونما ہوئے کہ اس سے معاشی نظام میں پہلے سے موجود جائز وناجائز اور حلال و حرام کا تصور یکسر ختم ہو گیا۔ چنانچہ مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب یورپ کے اس نئے معاشی نظام کے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"اب انھوں نے (یعنی اہل مغرب ویورپ) صرف صنعت و تجارت ہی کو وسعت نہیں دی بلکہ سود کو بھی حلال کر لیا، حالانکہ سود کی حرمت پر تاریخ عالم کے تمام مذاہب متفق چلے آئے اور اس کی معاشی تباہ کاریوں کے پیش نظر کسی معاشرے نے اسے پسندیدگی کی

---

[1] ایضاً، ص: ۳۲۰۔۳۲۲، مضمون نگار: ڈاکٹر انور پاشا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔۔۔۔۔۔انھوں نے سود، سٹہ، قمار، آڑھت اور ذخیرہ اندوزی جیسی گھناؤنی چیزوں کو بھی حلال کر کے شیر مادر بنالیا اور صنعت و تجارت کے پورے نظام کو گندگی کے اسی ڈھیر پر تعمیر کر دیا"[1]

اس وقت دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے اور سرمایہ دارانہ نظام کے نزدیک سرمایہ یا دولت ہر طریقہ سے اکٹھی کی جاسکتی ہے، اس میں حلال و حرام کی کوئی قید نہیں، سرمایہ دارانہ نظام کو ایسی سوچ اور فکر سیکولرازم نے فراہم کی ہے۔ کیونکہ معاشیات جب تک مذہبی تعلیمات کے زیر سایہ رہی اسی وقت تک اس میں حلال و حرام کا عنصر کسی نہ کسی صورت باقی رہا، لیکن جب معاشیات کی تعمیر نو سیکولر بنیادوں پہ ہوئی تو پھر اس میں ایسی خرافات نے راہ پائی۔

اس لئے اس وقت جدید معاشی نظام جسکو ہم سیکولر معاشی نظام بھی کہہ سکتے ہیں، حلال و حرام کی تمیز سے عاری ایک سودی نظام ہے، اور اس نظام میں جو قباحتیں ہیں وہ ہم سب کے سامنے ہیں۔

تعلیمی نظام:۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ سیکولرازم نے تمام اداروں جن میں معاشرتی، سیاسی اور معاشی ادارے شامل ہیں ان میں اپنا اثر و رسوخ قائم کیا۔ اس کے علاوہ سیکولرازم کے حامیوں نے تعلیمی نظام کو بھی سیکولرائز کیا اور تعلیمی نظام جو کہ پہلے کلیسا کے زیر سایہ تھا، بعد میں جدید تعلیمی ادارے قائم کئے گئے اور ان میں جو تعلیم دی جاتی تھی یا جو اس جدید تعلیم کا نظام تھا اس میں مذہب کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔ جیسا کہ "آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" ۔ ہے۔

"Of education instruction; Relating to non-religious subjects"[2]

---

[1] یورپ کے تین معاشی نظام، ص: ۴۶، مصنف: مفتی محمد رفیع عثمانی، ادارہ المعارف کراچی، ۱۹۹۷ء

[2] The oxford English Dictionary, p.848, Vol. XIV

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی (سیکولرازم نے) تعلیمی نظام کو غیر مذہبی مضامین پڑھانے کی ہدایت کی ''دی انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن'' میں ہے۔

"The taking over of church property by the state for secular purposes, sometimes for selfish and unworthy ends, sometimes devoted to charitable and educational purposes"[1]

ترجمہ:۔ حکومت سیکولر مقاصد کیلئے چرچ کی جائیداد کو اپنے قبضہ میں لے، بعض اوقات یہ جائیداد خود غرض اور نااہلیت کی بنا پر (چرچ) سے لی جاتی اور بعض اوقات خیراتی یا تعلیمی ادارے کو وقف کرنے کیلئے ''یعنی حکومت چرچ کی جائیداد کو اس لئے اپنی تحویل میں لیتی ہے تاکہ اس میں جدید تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں، جس میں مذہب سے ہٹ جدید سیکولر انداز میں تعلیم دے جائے۔

حاصل بحث:

اس باب کو دو فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ فصل اول میں ''سیکولر'' کے لغوی و اصطلاحی معنی کو بیان کیا گیا ہے اور اس کیلئے زیادہ تر انگریزی کتب ولغات سے مدد لی گئی ہے۔ اس کے علاوہ اردو اور عربی کی کتب ولغت سے بھی ''سیکولر'' کے معنی ومفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس ضمن میں زیادہ انحصار انگریزی کتب پر رہا، کیونکہ اردو اور عربی میں سیکولرازم کے موضوع پر مواد کم ہے۔

فصل دوم: جو کہ ''سیکولرازم کے مفہوم، وسعت اور دائرہ کار'' سے متعلق ہے۔ اس فصل کے آغاز میں ''سیکولرازم'' کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سیکولرازم کا باقاعدہ آغاز ''ہولی اوک'' نے انیسویں صدی کے تقریباً وسط میں کیا۔ اس کا آغاز ''ہولی اوک'' کیطرف اس لئے منسوب کیا جاتا ہے کیونکہ سیکولرازم کی اصطلاح اس نے ایجاد کی تھی۔

[1] The Encyclopaedia of Religion, p.700

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہولی اوک" نے سیکولرازم اور مذہب کو ایک دوسرے کا حریف قرار نہیں دیا تھا مگر یہ تحریک بعد میں مذہب کے بارے میں اپنے موقف پر قائم نہ رہ سکی اور آگے چل کر یہی تحریک مذہب کی حریف ثابت ہوئی جیسا کہ ہم نے سیکولرازم کی بیان کردہ تعریفات میں دیکھ لیا ہے۔

اس کے علاوہ سیکولرازم کے معنی و مفہوم کے تعین میں بھی اختلاف رائے موجود ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر مشیر الحق اپنی تصنیف "مسلمان اور سیکولر ہندوستان" کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ" ہر طرف سے سیکولر نظریات اور سیکولرازم کی آوازیں تو آتی رہیں لیکن متعین طور سے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ سیکولرازم ہے کیا؟"(ص:۱۲)

سیکولرازم سے متعلق اس طرح کی آراء اس وقت سامنے آئیں جب اس کا مفہوم انگریزی کتب و لغات سے متعین نہیں کیا گیا۔ ہم نے چونکہ انگلش کی مستند لغات، کتب اور انسائیکلو پیڈیا وغیرہ سے سیکولرازم کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کی ہے اور ان تمام عبارات کا لب لباب یہ ہے کہ سیکولرازم ایک Irreligious، godless، unholy اور unspiritual تحریک ہے۔

سیکولرازم کا معنی و مفہوم واضح کرنے کے بعد "سیکولرائزیشن" پر روشنی ڈالی گئی ہے اور اس کے بعد "سیکولر سوسائٹی" کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

دراصل "سیکولرائزیشن" اور "سیکولر سوسائٹی" کا مقصد اہل مغرب و یورپ کو سیکولرازم کے رنگ میں رنگنا تھا۔

فصل کے آخر میں سیکولرازم کی وسعت اور دائرہ کار پر گفتگو کی گئی ہے، اور اس میں بتایا گیا ہے کہ سیکولرازم کا دائرہ کار صرف مذہب تک محدود نہیں، بلکہ سیکولرازم نے اہل مغرب و یورپ کے تعلیمی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظامہائے زندگی کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اور ان اداروں سے مذہبی اثرات کا قلع قمع کر کے خالص لادینی بنیادوں پہ ان نظاموں کو استوار کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:2

سیکولرازم تاریخی تناظر میں

تمہید:

پہلے باب میں سیکولرازم کے معنی و مفہوم کی وضاحت کی گئی تھی اور اب دوسرے باب میں "سیکولرازم کے تاریخی تناظر" پر بحث کی جائے گی۔ اس باب میں اس موضوع پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی جائے گی کہ وہ کونسے عوامل تھے جنھوں نے سیکولرازم کے فروغ میں کردار ادا کیا۔

اس باب کی پہلی فصل میں "یورپ کے روایتی معاشرہ" پر گفتگو کی جائے گی کہ سیکولرازم سے قبل یورپ کا معاشرتی، سیاسی، اخلاقی، تعلیمی اور معاشی نظام کیسا تھا؟ جبکہ بعد میں ایسے ایسے نظریات اور افکار، خیالات نے جنم لیا جنھوں نے روایتی اور مذہبی معاشرے کے نظام کو بدل کر رکھ دیا۔

اس باب کی دوسری فصل میں عقلیت پسندی (Rationalism) کی تحریک پر روشنی ڈالی جائے گی اور اس کے مشہور مفکرین و فلاسفرز کے نظریات کا جائزہ بھی پیش کیا جائے گا۔ اس کے علاوہ یورپ پر عقلیت پسندی کے اثرات کیا کیا رونما ہوئے؟ وہ بھی زیر بحث آئیں گے۔

تیسری فصل میں تجربیت پسندی (Empiricism) سے متعلق ہے۔ یورپ میں عقلیت پسند رجحانات کے ساتھ ساتھ ایک نئے نظریے نے جنم لیا وہ تجربیت پسندی کا نظریہ تھا۔ عقلیت پسندی اور تجربیت پسندی نے مغربی معاشرہ میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کیں۔ جنکا آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

اس باب کی چوتھی اور آخری فصل "مذہب اور سیکولرازم" ہے اس فصل میں یہ موضوع زیر بحث آئے گا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ سیکولرازم کا مذہب سے متعلق کیا نقطہ نظر ہے اور جب یورپ میں سیکولر نظام کو تشکیل دیا گیا تو اس جدید نظام میں مذہب کو کیا حیثیت دی گئی۔ اس کے علاوہ اہل مذہب کا سیکولرازم سے متعلق نقطہ نظر بھی بیان کیا جائے گا کہ انھوں نے سیکولرازم کو کس نظر سے دیکھا۔ اس فصل میں سیکولرازم کے فروغ میں عیسائیت اور اہل کلیسا کے کردار کو بھی واضح کیا جائے گا کہ یورپی ممالک میں لادینیت کے فروغ میں مسیحیت اور اہل کلیسا کا کتنا حصہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل اول: یورپ کا روایتی معاشرہ
(ایک جائزہ)

یورپ کا روایتی معاشرہ:

اس فصل میں یورپ کے روایت معاشرہ پر روشنی ڈالی جائے گی، کہ جدید نظام سے پہلے یورپ کا معاشرہ کیسا تھا؟ اور اس دور میں مذہب کی کیا حیثیت تھی؟ اور اس وقت کے معاشرہ کا معاشی، اخلاقی، اور تعلیمی ڈھانچہ کیسا تھا۔ لیکن بعد میں جدید سائنس اور سیکولرازم نے ان ڈھانچوں کو نئے سرے سے استوار کیا اور ان سے مذہب کے اثرات بڑی حد تک کم کر دیے۔

انسانی زندگی میں مذہب کی ضرورت واہمیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں بھیجا اور جہاں انسان کی مادی ضروریات کو پورا کرنے کا اہتمام کیا وہی اسکی روحانی ضروریات کا بھی بندوبست کیا تاکہ روح سکون وطمینان میں رہے۔
انسان کی دنیوی اور آخروی زندگی کی فلاح کیلئے رب تعالیٰ نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ورسل مبعوث فرمائے۔ جسطرح مادی ضروریات انسانی زندگی کیلئے ناگزیر ہیں اسی طرح انسان اپنے اندر روح رکھتا ہے اور روح کی غذا عبادت ہے۔ اور عبادت کے بغیر انسان، انسان نہیں بلکہ حیوان ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:۔

"اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ" (الاعراف:۱۷۹)

ان حقائق کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مذہب انسانی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔
اسی سے ملتا جلتا مضمون پروفیسر عبدالحمید صدیقی صاحب بیان کرتے ہیں:۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مذہب کے مطالعہ سے اصل صورت حال یہ سامنے آتی ہے کہ قادرِ مطلق نے جب انسان کو مادی اور روحانی احتیاجات کے ساتھ اس کرۂ ارض پر اُتارا تو ان دونوں قسم کی احتیاجات کی تسکین کا سامان بھی فراہم کیا۔ جسطرح اس نے انسان کی بھوک، پیاس اور منفی خواہش کو پورا کرنے کیلئے خوراک، پانی اور اس کیلئے جوڑے کا انتظام کیا بالکل اسی طرح کی روحانی اور اخلاقی تمناؤں اور آرزوؤں کی تکمیل کیلئے اسے ایک واضح نظام ہدایت بھی عطا فرمایا تاکہ اس کی روح تشنہ نہ رہے۔ مثلاً ہر انسان میں جبلی طور پر یہ آرزو ہوتی ہے کہ وہ یہ جانے کہ اس عالم محسوسات سے ماورا کیا ہے؟ اس کا جواب اسے یہ دیا گیا کہ اس عالم محسوسات سے ماوراء ایک ارفع واعلیٰ روحانی نظام موجود ہے جو برابر انسان پر اثر انداز ہو کر اس کے اندر اخلاقی احساسات پیدا کرتا ہے۔"[1]

اس فصل میں" مغرب ویورپ کے روایتی معاشرہ" پر گفتگو کی جائے گی۔ اسی لئے مذہب کی ضرورت واہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دراصل جدید اذہان جو جدید فلسفہ وسائنس کے زیر اثر پروان چڑھے ان کا نظریہ ہے کہ مذہب جدید دور کے تقاضوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔

دراصل احیائے علوم اور نشاۃ ثانیہ کے رونما ہونے سے قبل یورپ کا معاشرہ ایک مذہبی معاشرہ تھا اور اس معاشرے میں مذہبی افراد یعنی اصحاب کلیسا کو اہم مقام حاصل تھا اور اس کے مذہبی، سیاسی تعلیمی اور معاشی ڈھانچے مذہب کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ مگر جب معاشرے میں مذہب کی حیثیت ودور ختم ہو گیا تو اب جو مذکورہ بالا زندگی کے شعبہ جات تھے انکو جدید فلسفہ وسائنس کی روشنی میں ترتیب دیا گیا اور اسطرح یورپ کا روایتی ومذہبی معاشرہ سیکولر معاشرہ میں تبدیل ہو گیا۔

اب اگلے صفحات میں یورپ کے روایتی (مذہبی) معاشرہ میں ان کے مذہبی، سیاسی، اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور تعلیمی انتظامات زیر بحث آئیں گے۔ ہم سب سے پہلے مذہبی ڈھانچے پر گفتگو کرتے ہیں۔

[1] مذہب اور تجدید مذہب، ص: ۸۴۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی ڈھانچہ (Religious Structure):

جب ہم مغرب کے روایتی معاشرہ پر گفتگو کرتے ہیں تو اس میں سب سے اہم مذہبی عناصر یعنی اہل کلیسا ہیں۔ کلیسا کا اپنا ایک نظام تھا۔ اور اس نظام میں مختلف عہدے تھے مثلاً پوپ، اسقف، بشپ اور پادری وغیرہ ان مختلف عہدوں میں کلیسائی نظام تقسیم تھا۔ ہر کسی کی اپنے عہدے کے مطابق ذمہ داری ہوتی تھی۔ چنانچہ "جان ہرمن رینڈل جونیر" کلیسائی نظام سے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"چنانچہ کلیسا کے نظام میں بھی مقاصد کا اختلاف موجود تھا۔ جو لوگ خاص پیشواؤں کی حیثیت میں خدا کی خدمت کیلئے وقف تھے، ان کے بڑے دو طبقے تھے۔ اول وہ مذہبی پیشوا جنھیں تقدیس کا درجہ دے دیا گیا اور وہ مراقبے، مطالعے اور کارہائے خیر میں خدا سے محبت کے ثبوت دیتے رہتے تھے۔ دوم وہ مذہبی پیشوا جو دنیا میں گھل مل کر رہتے تھے اور اس اخلاقی و روحانی رہنمائی کے نظام میں کار فرما تھے۔ جسے کلیسا کہا جاتا تھا، یعنی اول بزرگ راہب اور مقدس آدمی، دوم بشپ، اسقف اور پوپ، پھر ان شاخوں میں بھی گوناگوں اقسام تھیں"[1]

مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوئی کہ کلیسائی نظام کیسا تھا، اور اس میں مختلف عہدے اور مراتب کون کونسے تھے۔ اور جو جس عہدے پر فائز ہوتا تھا اسکی اپنی ذمہ داریاں ہوتی تھیں، جو اسے ادا کرنا پڑتی تھیں۔

ان میں جو راہب ہوتے تھے انھوں نے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی عبادت کیلئے مخصوص کیا ہوتا تھا اور یہ دنیاوی معاملات اور رشتوں ناطوں سے بھی آزاد ہوتے تھے، ان کا کام صرف عبادت و ریاضت میں ہی مشغول رہنا تھا۔ راہبانیت اختیار کرنے والے کلیسائی نظام سے اور کلیسا کے عہدہ و مراتب سے بھی الگ تھلگ تھے، یہ عموماً جنگلوں، صحراؤں اور ویرانوں میں رہنا پسند کرتے تھے۔ جبکہ کلیسائی نظام کو بشپ،

[1] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۸۵، مصنف: رینڈل جونیر مترجم: مولانا غلام رسول مہر، طبع اول:1965، شیخ اینڈ سنز کشمیری اردو بازار لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پادری، اسقف اور پوپ چلاتے تھے، جو لوگوں کی دنیاوی و دینی معاملات میں رہنمائی کرتے اور انکو مسیحی تعلیمات سے روشناس کرواتے۔

معاشرتی ڈھانچہ (Social Structure):۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یورپ کا معاشرہ "سیکولرازم" کے رونما ہونے سے قبل ایک مذہبی معاشرہ تھا، لہٰذا اس دور میں معاشرتی ڈھانچہ اسطرح تشکیل پایا کہ اس دور کے معاشرہ میں شرم و حیا، عفت و عصمت، حلال و حرام اور اچھے برے کی تمیز موجود تھی، لوگ مضبوط خاندانی نظام میں بندھے ہوئے تھے، اس کے علاوہ فرد اور معاشرے کے درمیان کامل آہنگی تھی، یعنی افراد اپنے معاشرے سے علیحدہ نہیں زندگی بسر کرتے تھے، اور اس دور کا انسان کسی نہ کسی گروہ، جماعت، طبقہ، پیشہ یا قبیلہ سے منسلک ہو کر زندگی بسر کرتا تھا۔

"ایرک فرام" یورپ کے روایتی معاشرہ سے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس معاشرہ میں ایک داخلی استحکام پایا جاتا تھا یعنی جدید دور کی طرح معاشرہ بدنظمی اور انتشار کا شکار نہیں تھا۔

چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔

> جاگیرداری سماج میں ہر شخص کو ایک روائتی مقام حاصل ہوتا تھا اور وہ اس پر قانع ہوتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ قرون وسطی کے نظام میں جو سماجی استحکام پایا جاتا تھا، وہ درہم برہم ہو گیا اور اس کی جگہ ایسی سماجی ابھل نے لے لی کہ جس کی پہلے کوئی مثال نہ ملتی تھی"[1]

اسی سے ملتی جلتی بات "جان ہرمن رینڈل جونیر" لکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ قرون وسطی میں یورپ کے روایتی معاشرہ سے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

> "قرون وسطی کی تہذیب کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اس میں فرد اور معاشرے کے درمیان کامل ہم آہنگی تھی۔ معاشرہ ارتقائی مدارج کا ایک عظیم القدر مقدس نظام ہے، جس میں ہر

[1] صحت مند معاشرہ، ص:۱۰۱، مصنف: ایرک فرام، مترجم: قاضی جاوید، فکشن ہاؤس لاہور 2005ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آدمی خدا کے مقرر کردہ وظائف اور مسلمہ واجبات ادا کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ ہر فرد کسی نہ کسی گروہ یا طبقے کا رکن ہوتا ہے۔۔۔۔۔۔ ہر فرد اور گروہ کی امداد ہی سے معاشرہ وہ مناسب و موزوں ماحول مہیا کر سکتا ہے جو متفرق ارکان کی مکمل زندگی کیلئے ضروری ہے، ہر انسان اپنے لئے اور ہر دوسرے کیلئے زندہ ہے۔ اس طرح تمام انسان باہمی واجبات کے ایک پر پیچ نظام میں ایک دوسرے سے وابستہ تھے"[1]

معاشی ڈھانچہ:(Economical Structure):۔

چونکہ روایتی و مذہبی معاشرہ میں مذہب کے اثرات گہرے تھے اس لئے اہل مغرب ویورپ کی معاشی سرگرمیوں میں حلال و حرام کا تصور موجود تھا۔ اور معیشت کو مذہبی طرز میں ڈھالنے کیلئے اس وقت جو نظام رائج تھا اسے گلڈ کا نظام کہتے ہیں۔

گلڈ کا نظام:۔

یورپ کے روایتی معاشرہ میں معیشت میں حلال و حرام کی تمیز پیدا کرنے کیلئے گلڈ کا نظام رائج تھا۔ اس نظام کا نگران کوئی نہ کوئی مذہبی فرد ہوتا تھا، جو معیشت کو حدود و قیود کا پابند رکھتا تھا، چنانچہ ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری صاحب گلڈ کے نظام سے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"پہلے معیشتیں معاشرتوں کا حصہ ہوتی تھیں۔ تعین قدر اس بات کے اوپر منحصر ہوتا تھا کہ معاشرہ خیر (بھلائی) کا کیا تصور رکھتا ہے، معاشرہ خیر کا جو تصور رکھتا تھا اس کا اظہار اور ادراک مثلاً مغرب میں گلڈ کے نظام کے ذریعے ہوتا تھا، ہر گلڈ کا ایک رہبر و نگران بزرگ ہوتا تھا۔۔۔۔۔۔ چنانچہ سرمایہ دارانہ نظام سے پہلے جو بازار تھا مارکیٹ نے اس بازار کو مطلقاً تباہ کر دیا، ان معنوں میں تباہ کر دیا ہے کہ حلال و حرام کی وہ قیود اور معاشرے کے تصور خیر

[1] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۸۱۔۸۲، مصنف: رینڈل جونیر مترجم: مولانا غلام رسول مہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی وہ قیود جن کی بنیاد پر بازار میں تعین اقدار ہوتا تھا وہ تباہ ہو گئیں وہ حدود و قیود ختم ہو گئیں"[1]

روایتی معاشرہ اور جاگیر درانہ نظام:۔

سائنس و ٹیکنالوجی اور صنعتی انقلاب سے پہلے اہل مغرب و یورپ کی معیشت کا انحصار زیادہ تر زراعت پہ تھا اور زرعی زمینیں زیادہ جاگیر داروں کے قبضہ میں ہوتی تھیں۔ جاگیردارانہ نظام میں جاگیر دار اپنی رعایا کا استحصال بھی کرتے تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس نظام میں کچھ خوبیاں بھی موجود تھیں مثلاً یہ لوگوں کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کے بھی پابند تھے۔ چنانچہ "ایرک فرام" جاگیر دارانہ نظام سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"جاگیر دارانہ معاشرے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ جاگیر دار اپنی رعایا سے ہر قسم کی خدمت لینے کا خدائی حق رکھتا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ رسم و رواج نے اس کے ہاتھ بھی باندھ رکھے تھے، وہ اپنی رعایا کیلئے ذمہ دار بھی تھا اور انھیں زندگی کو برقرار رکھنے کیلئے درکار کم از کم سامان فراہم کرنے کا پابند تھا۔ جاگیر دارانہ نظام نے باہمی انسانی ذمہ داریوں کے نظام میں جنم لیا تھا، اس لیے وہ بعض حدود کا حامل تھا۔"[2]

"جان ہرمن رینڈل جونیر" جاگیر دارانہ نظام سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"نظری اعتبار سے دیکھا جائے تو جاگیر درانہ معاشرہ مخروطی وضع کا ایک مینار تھا، ہر زمیندار کے اوپر ایک سردار تھا، جو اپنے ہمسروں کے ساتھ کسی بلند تر امیر سے وابستہ ہوتا تھا۔ اور سب سے اوپر بادشاہ تھا جو سمجھتا تھا کہ تمام حقوق خدا کی طرف سے ملے ہیں، البتہ انھیں کلیسا کی رہنمائی میں استعمال ہونا چاہیے"[3]

---

[1] مغربی تہذیب ایک معاصرانہ تجزیہ، ص: ۱۲ ناشر: شیخ زاید اسلامک سنٹر جامعہ پنجاب لاہور 2002ء

[2] صحت مند معاشرہ، ص: ۱۰۵، مصنف: ایرک فرام، مترجم: قاضی جاوید، فکشن ہاؤس 2005ء

[3] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: 113، مصنف: جان ہرمل رینڈل جونیر: مترجم مولانا غلام رسول مہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا عبارات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ جاگیردرانہ نظام صرف ایک استحصالی نظام ہی نہیں تھا جیسا کہ بعض مصنفین نے اس سے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں بلکہ اس نظام کے اندر خوبیاں بھی تھیں اور وہ خوبیوں میں ایک خوبی یہ تھی کہ یہ افراد کی ضروریات کو پورا کرنے کے پابند تھے۔

تعلیمی ڈھانچہ (Educational Structure) :-

قرون وسطیٰ میں اہل مغرب کے افراد کی اکثریت اکھڑ، جاہل اور جفاکش تھے، کھیتی باڑی کے سلسلے میں مزدوری کرتے تھے۔ لہٰذا اس دور کے افراد تعلیم سے بیگانہ تھے۔ ان کا اپنے وطن سے باہر جانے کا اتفاق بہت کم ہوتا تھا اس کی ایک وجہ آمدورفت میں دشواری بھی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر بیرانی دنیا سے متعلق اس دور کے افراد کی معلومات کا واحد ذریعہ تاجر ہوتے تھے، جو تجارت کی غرض سے مختلف ممالک اور علاقوں میں جاتے تھے یا ان کے علاوہ بیرونی دنیا کے حالات وواقعات سے آگاہی کا ذریعہ مسیحی مبلغین ہوتے تھے، جو تبلیغ کی غرض سے دور دراز علاقوں کا سفر کرتے تھے۔

روایتی معاشرے کا تعلیمی نظام:-

روایتی معاشرے میں اہل یورپ کی تعلیم کا واحد ذریعہ پادری حضرات ہوتے تھے۔ پادری حضرات چونکہ صاحب علم ہوتے تھے لہٰذا لوگ مذہبی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے انکی طرف رجوع کرتے تھے۔ چونکہ اس دور میں جدید تعلیمی ادارے وجود پذیر نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے عیسائی خانقاہیں ہی تعیلم وتعلم کا واحد مرکز تھیں۔ مگر جب صنعتی انقلاب کی بدولت جدید تعلیمی ادارے قائم ہوئے، تو جو افراد ان جدید اداروں میں تعلیم حاصل کرتے تھے وہ دینی ومذہبی تعلیمات سے نابلد ہوتے تھے۔ کیونکہ ان جدید اداروں میں مذہبی تعلیمات نے راہ نہیں پائی تھی، ان جدید اداروں میں صرف دنیاوی علوم وفنون اور صنعت، حرفت سے متعلق علوم پڑھائے جاتے تھے۔

دراصل جدید تعلیمی اداروں کا قیام تاجروں کا مرہون منت ہے انھوں نے اپنی ضروریات کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش نظر ان اداروں کا قیام عمل میں لایا اور ان کے پیش نظر صرف دنیاوی منفعت تھی۔

اخلاقی نظام (Ethical Structure) :۔

بائبل کی تعلیمات میں اخلاقی اوصاف اپنانے کی تلقین کی گئی ہے، خاص کر عہد نامہ جدید میں توجہ بجا اخلاقی صفات کو اپنانے کا کہا گیا ہے۔

چنانچہ متی کی انجیل میں حضرت عیسیٰ کا قول مذکور ہے:۔

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ پودینہ اور سونف او زیرہ پر تودہ یکی دیتے ہو ذپر تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے"[1]

اس کے علاوہ "صحیفہ میکاہ" میں اخلاقیات کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے:۔

"اے انسان اس نے تجھ پر نیکی ظاہر کی دی ہے۔ خداوند تجھ سے اسکے سوا کیا چاہتا ہے کہ تو انصاف کرے اور رحم دِلی کو عزیز رکھے اور اپنے خدا کے حضور فروتنی سے چلے"[2]

"جان ہرمن رینڈل جونیر" قرون وسطی میں اخلاقی اوصاف سے متعلق لکھتے ہیں:

"اخلاقی نشو وارتقاء کی یہ دستاویز مسیحی روایت کا بنیادی حصہ تھی۔ یہ ضوابط صحیفوں میں محفوظ رہے۔ قرون وسطی میں اخلاقیات کا بنیادی تصور یہ قرار پایا کہ آسمانی قانون کی پیروی لازم ہے، ساتھ ہی خدا کی مشیت کا یہ تصور آگیا کہ راست بازی کو بہر حال سب پر فائق رہنا چاہیے"[3]

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ مذہب کے اثرات کے باعث قرون وسطی میں اخلاق حسنہ یا اخلاقی اوصاف کی نمایاں تصویر نظر آتی ہے۔ جبکہ رذائل اخلاق لڑی حد تک دبے ہوئے تھے۔

---

1 متی، باب: ۲۳، آیت: ۲۳ کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی لاہور 2003ء

2 صحیفہ میکاہ، باب: ۶، آیت: ۸، کتاب مقدس

3 ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۶۴-۶۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایتی معاشرہ اور جدید سائنسی علوم:

پچھلے صفحات میں ہم نے روایتی معاشرہ میں تشکیل پانے والے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا تعارف پیش کیا تھا، اور ان مختلف شعبہ ہائے زندگی میں چونکہ مذہب کے گہرے اثرات تھے، اس لئے مذہبی اثرات کے باعث یورپ کے روایتی معاشرہ میں بڑی حد تک سادگی کا عنصر نظر آتا ہے اور لوگوں میں اچھائی کے جذبات اور برائیوں سے نفرت کا مادہ موجود تھا۔ یہ تو اس دور کی خوبیاں تھیں جو کہ ہم نے بیان کر دیں۔ اب ہم قرون وسطی کی دوسری تصویر بیان کرتے ہیں اور اس میں جو موضوع زیر بحث آئے گا وہ "اہل کلیسا اور جدید سائنسی ایجادات و اکتشافات" اس ضمن میں یقیناً اصحاب کلیسا سے بعض غلطیاں بھی سرزد ہوئیں، وہ یہ کہ انھوں نے سائنس اور علمائے سائنس کا راستہ روکنے کی کوشش کی اور اسطرح مذہب اور سائنس میں تصادم کا آغاز ہوا جس کے دوررس نتائج برآمد ہوئے۔

علمائے سائنس اور اصحاب کلیسا کی عداوت کے ضمن میں مولانا عبدالباری ندوی صاحب رقمطراز ہیں:۔

> "لیکن حقیقت میں غلط فہمی کا سب سے بڑا منشاء اہل سائنس اور علماء مذہب کے عداوت کا مغالطہ ہے کہ، جس کا بہت کچھ ذمہ دار یورپ کا محکمہ احتساب (انکوئریشن) ہے، جس کی قربان گاہ میں قرون وسطی میں پاپاؤں کے ہاتھ بیسوں محققین سائنس انکشافات علمی کے گناہ میں نذر چڑھ گئے۔ پادری سمجھتے تھے کہ زمین کو گول کہنا بھی مذہب کی تردید ہے، کوپرنیکس نے حرکت ارض و مرکزیت شمس کے اثبات یا نظام فیثا غورث کی تائید میں کتاب لکھی تو اس کا پڑھنا کفر قرار پایا۔ گلیلیو نے دوربین کی ایجاد سے کوپرنیکس کے انکشافات کی تائید کی۔ تو اس کو قید کی سزا ملی اور قید ہی میں مر گیا۔ برون واس اس جرم میں جلادیا گیا کہ "تعدد عوالم" کا قائل تھا"[1]

دراصل اہل کلیسا کے بعض نظریات جو انھوں نے کائنات سے متعلق قائم کئے ہوئے تھے، جدید سائنس نے آکر انکی مخالفت کی، اصحاب کلیسا کو یہ بات سخت ناگوار محسوس ہوئی اور انھوں نے اس وجہ سے

---

[1] مذہب و عقلیات، ص: ۴، مصنف: مولانا عبدالباری ندوی ناشر: انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج، ۱۹۱۹ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی سائنس کی نئی معلومات کی مخالفت کی۔

چنانچہ پروفیسر عبدالحمید صدیقی صاحب رقمطراز ہیں:۔

"اس دور کی مذہبی حالت کا جو نقشہ ہمیں مختلف کتب میں ملتا ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی حلقوں میں سب سے زیادہ اضطراب سائنس کے انکشافات سے پیدا ہوا۔ خداوندان کلیسا خالق کائنات اور کائنات کے بارے میں جن تصورات کو ایمانیات کی حیثیت سے خود مانتے چلے آرہے تھے اور مسیحیت کے پیروؤں سے تسلیم کروانے پر مصر تھے انھیں سائنس کی نئی معلومات سے سخت دھچکا لگا"[1]

مولانا تقی امینی صاحب مذکورہ بالا مضمون کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"مذہب نے انسان کو جامد اور ناترقی پذیر قرار دے دیا تھا، جس کی بناء پر ہر قسم کی علمی و تمدنی ترقی بڑی حد تک رکی ہوئی تھی اور جن لوگوں نے علم و فن کی ترقی میں حصہ لیا انھیں نہ صرف یہ کہ مذہب کی بارگاہ سے ملعون و مردود قرار دیا گیا بلکہ سخت سے سخت سزاؤں میں مبتلا کیا گیا تھا"[2]

ان وجوہ کی بناء پر سائنس اور مذہب کی آپس میں رقابت شروع ہو گئی اور اسطرح اصحاب کلیسا اور علمائے سائنس آپس میں دو متحارب گروپوں میں تقسیم ہو گئے۔"ڈاکٹر ولیم ڈریپر" اپنی مشہور کتاب" معرکہ مذہب و سائنس، میں اس مضمون کو یوں بیان کرتے ہیں:

"مسیحیت کی تاریخ میں سب سے زیادہ نامبارک وہ دن ہے جب کہ اس نے اپنے آپکو سائنس سے علیحدہ کر لیا۔ اس نے آریجن کو جو اس زمانہ ۲۳۱ء میں کلیسا کی طرف سے سائنس کا بہت بڑا وکیل اور سرپرست تھا مجبور کیا کہ سکندریہ چھوڑ کر قیصریہ چلا جائے۔ اس کے بعد پیشوایان دین عیسوی صدہا سال تک اس کوشش میں مصروف رہے کہ حقیقت اشیاء کی تاویل بذریعہ آیات انجیل کریں۔ لیکن اس کوشش میں جو ناکامیاں انھیں نصیب

---

[1] مذہب اور تجدید مذہب، ص: ۱۱۱

[2] لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، ص: ۳۹ مکی دار الکتب، اردو بازار لاہور ۱۹۹۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں ان کی پردہ دری تیسری صدی سے لیکر سولہویں صدی تک کی تاریخ عالم کر رہی ہے۔
قرون متوسطہ کی ظلمت کا باعث یہی طرز عمل تھا"[1]

مذہب اور سائنس کی راہیں جدا جدا ہیں:

مذہب کا تعلق فوق الفطرۃ یعنی مابعد الطبیعات سے ہے جسکو سپر نیچرل (Super Natural) بھی کہتے ہیں۔ مذہب کی تعریف یہ ہے کہ ان دیکھی حقیقتوں پر ایمان ویقین پیدا کرنا جبکہ سائنس کا راستہ مذہب کے راستہ سے جدا ہے۔ مذہب کا تعلق اگر مابعد الطبیعات سے ہے تو سائنس کا تعلق طبیعات سے ہے۔

سائنس کی بنیاد تجربہ اور مشاہدہ پر ہے، جبکہ مذہب کی بنیاد وحی والہام ہے۔ ان حقائق کی روشنی میں معلوم ہوا کہ مذہب اور سائنس کے راستے جدا جدا ہیں، انکا آپس میں کوئی تصادم نہیں۔ مذہب اور سائنس کا آپس میں تصادم نہیں، مذہب اور سائنس کا آپس میں تصادم ہونا ایسے ہی ہے کوئی کہے کہ ریل گاڑی اور سمندری جہاز کا آپس میں ٹکراؤ ہو گیا۔ ظاہری بات ہے کہ ان دونوں کا آپس میں تصادم ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ ریل گاڑی اور سمندری جہاز کے راستے جدا جدا ہیں۔ اسی طرح مذہب اور سائنس کا آپس میں تصادم ممکن نہیں۔ جنھوں نے ان میں تصادم کی راہ تلاش کی ہے، وہ حقائق سے بے بہرہ ہیں اس مضمون کو مولانا عبد الباری ندوی، صاحب اسطرح بیان فرماتے ہیں:۔

> "سائنس کا مذہب کی حد میں داخل ہونا اس سے زیادہ محال ہے، جتنا ریل کا پانی یا جہاز کا خشکی پر چلنا ہے، مذہب جہاں سے شروع ہوتا ہے، سائنس کی رسائی وہاں ختم ہوتی ہے، سائنس کا جو منتہائے پرواز ہے مذہب کا وہ نقطہ آغاز ہے۔ سائنس کی بحث وتحقیق کا تعلق تمام تر فطرہ (نیچر) کے واقعات، مشاہدات اور تجربات سے ہے۔ مذہب کی بناء یکسر فوق

[1] معرکہ مذہب وسائنس، ص: 327-328، مترجم: مولانا ظفر علی خان، ناشر: الفیصل اردو بازار لاہور۔ 1995ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفطرت اور تجربہ و مشاہدہ کی دسترس سے ماوراء اشیاء پر ہے، مثلاً خدا، روح، حشر و نشر وغیرہ"[1]

حاصل بحث:۔

اس فصل میں "یورپ کے روایتی معاشرہ" پر بحث کی گئی ہے۔ چونکہ روایتی معاشرہ میں مذہب کے اثرات ہمیں نمایاں نظر آتے ہیں، اس لئے گفتگو کا آغاز "مذہب کی ضرورت واہمیت" سے کیا گیا ہے۔ اور اس میں یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ مذہب انسان کی دنیوی و آخروی زندگی کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے۔

مذہب کی ضرورت و اہمیت بیان کرنے کے بعد یورپ کے روایتی معاشرہ میں جو مختلف نظامہائے زندگی تشکیل پائے تھے ان کے بارے میں گفتگو کی گئی ہے۔ مذہبی ڈھانچہ (Religious Structure) میں گفتگو کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ اہل کلیسا کا مذہبی ڈھانچہ مختلف عہدوں پر قائم تھا اور جو جس عہدے پہ فائز ہوتا تھا اسکی اپنی ذمہ داریاں اور فرائض ہوتے تھے۔

اس کے بعد "معاشرتی ڈھانچہ" سے متعلق بتایا گیا ہے کہ مذہبی اثرات کے باعث اس دور کے معاشرہ میں شرم و حیاء، باہمی ہمدردی و ایثار کا جذبہ، فرد اور معاشرے میں کامل ہم آہنگی اور لوگوں کو ایک دوسرے کی عفت و عصمت کا پاس تھا۔

"معاشی ڈھانچہ" پر گفتگو کرتے ہوئے یہ واضح کیا گیا ہے کہ اس دور میں معاشیات کے بارے میں حلال و حرام کا واضح تصور موجود تھا اور معاشی سرگرمیوں کی نگرانی کیلئے گلڈ کا نظام رائج تھا۔ روایتی زمانہ میں تعلیمی ڈھانچہ (Educational Structure) کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ اس دور میں تعلیم حاصل کرنے کا واحد ذریعہ پادری حضرات ہوتے تھے جو لوگوں کو دینوی تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیمات سے بھی روشناس کراتے تھے۔ "اخلاقی نظام" کے ضمن میں چونکہ عیسائیت میں اخلاقیات یا اخلاقی اوصاف

---

[1] مذہب و عقلیات، ص: ۵۔۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنانے پر بہت زور دیا گیا ہے، اسی لئے اس دور کے افراد میں مذہبی اثرات کے باعث اخلاقی اوصاف کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے۔

ان مختلف نظامہائے زندگی پر گفتگو کے بعد اس زمانے میں جدید سائنسی علوم کیساتھ اہل کلیسا کے طرز عمل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اہل کلیسا کا جدید سائنس کا راستہ روکنا اور پھر سائنس دانوں کو طرح طرح کی اذیتوں اور تکالیف میں مبتلا کرنا ایک سنگین غلطی تھی۔ اہل کلیسا کے جدید سائنس اور علماء سے اس ناروا سلوک کا یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مذہب اور سائنس میں نہ ختم ہونے والا تصادم شروع ہو گیا۔

اس فصل کے آخر میں اس موضوع پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ مذہب اور سائنس کے راستے جدا جدا ہیں، لہذا حقائق کے آئینہ میں دیکھا جائے تو مذہب اور سائنس کا آپس میں کوئی تصادم نہیں، بلکہ اہل کلیسا کے سائنس کیساتھ ناروا سلوک کی بناء پر یہ تصادم رونما ہوا۔

المختصر یہ کہ ایک طرف ہم روایتی معاشرہ میں مذہبی اثرات کے باعث خوبیاں دیکھتے ہیں تو دوسری طرف اس معاشرہ میں کچھ خامیاں بھی تھیں، خاص کر کلیسائی نظام اور جاگیردرانہ نظام میں خوبیوں کیساتھ خامیوں کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل: دوم

مذہب اور عقلیت پسندی

اہل یورپ کو لادینیت کی شارع پر گامزن کرنے میں جہاں بے شمار عوامل نے کردار ادا کیا ان میں ایک عقلیت پسندی (Rationalism) کی تحریک بھی ہے۔ اس تحریک کا آغاز تقریباً سترھویں صدی کے وسط سے ہوا اور تقریباً اٹھارویں صدی کے وسط میں اس تحریک کا خاتمہ ہوا۔ عقلیت پسند مفکرین نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان اپنی زندگی کے معاملات چاہے وہ طبیعاتی مسائل ہوں یا مابعد الطبیعاتی مسائل انکو عقل کی روشنی میں حل کرے، ان کا نظریہ تھا کہ انسان کو عقل کے ذریعے ہی ٹھوس علم حاصل ہوتا ہے۔

اس فصل میں عقلیت پسندی کا تعارف اور اس کے مشہور مفکرین کے افکار وخیالات کا جائزہ پیش کیا جائے گا۔

عقلیت پسندی کے ضمن میں عقل اور اسکی حدود قیود پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ اس کے علاوہ عقلیت پسندی کے اثرات بھی زیر بحث آئیں گے، دراصل یہ تحریک اٹھارویں صدی ہی میں تجربیت پسندی کے ظہور کے ساتھ دم توڑ گئی مگر اس کے اثرات باقی رہے اور "عقلیت پسندی" سے متاثر ہو کر یورپ میں اور کئی تحریکوں نے سر اٹھایا، ان میں ایک تحریک "Deism" کی تحریک ہے۔ اس تحریک کے حاملین کا نظریہ تھا کہ ہم مطلق عقل کے ذریعے خدا کو پہچان سکتے ہیں۔ یعنی خدا تک رسائی حاصل کرنے کیلئے وحی کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ عقل ہی کافی ہے۔ اس کے علاوہ عقلیت پسندی ہی کے اثرات سے تحریک تنویر (Enlightenment) کا بھی ظہور ہوا۔

تحریک تنویر کے داعیوں نے بھی انسانی عقل کی برتری ثابت کی۔ تحریک تنویر کے موثر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مذہب پر دوررس اثرات مرتب ہوئے،اس تحریک کے مفکرین نے بھی وحی کا انکار کیا اور نظریہ پیش کیا کہ جس طریقہ سے عقل کو استعمال کرتے ہوئے ریاضی اور منطق کے مسائل حل کئے جاسکتے ہیں اسی طریقے سے عقل کو استعمال کرکے مابعد الطبیعات اور حقیقت انسان و کائنات کے بارے میں مسائل بھی حل کئے جاسکتے ہیں۔

المختصر یہ کہ تجربیت پسندی نے عقلیت پسندی کے عہد کو تو ختم کردیا مگر اس کے اثرات باقی رہے۔ جیسا کہ تحریک تنویر(Enlighenment) کی بازگشت آج بھی پوری آب و تاب کیساتھ دنیا میں سنائی دے رہی ہے۔

عقل اور اسکی حدود / دائرہ کار:۔

عقل انسان کی ایک بہترین صلاحیت ہے جو اسے دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے۔ عقل کی اہمیت انسان زندگی میں مسلم ہے، لیکن عقل کا دائرہ کار بھی عالم محسوسات تک محدود ہے۔ جہاں انسان کے مشاہدات و حواس کی رسائی ناممکن ہے وہی عقل بھی بے بس ہے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب "عقل کی حدود" سے متعلق رقمطراز ہیں:

> "بس جہاں انسان کے حواس کام نہ کرسکتے ہوں، جہاں اس کے پاس معلومات کا کوئی ذخیرہ نہ ہو، جس کے مبادی سے بھی وہ خالی الذہن ہو، وہاں اسکی عقل اسطرح بے بس ہوتی ہے، جسطرح انسان کشتی کے بغیر سمندر کو عبور نہیں کرسکتا۔ اور طیارہ کے بغیر ہوا میں اڑ نہیں سکتا۔"[1]

مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ عقل کا دائرہ کار یا عقل کی حدود صرف عالم طبیعات تک محدود ہے۔ اور اگر عقل اپنی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے مابعد الطبیعاتی امور میں دخل

---

[1] مذہب و تمدن، ص: ۱۵، ادارہ رحیم یار خان، ۱۹۷۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازی کرے گی تو اس سے بے شمار خرافات جنم لیں گی۔

عقل اپنی محدود طاقت کی بناء پر مابعد الطبیعاتی امور کا نہ انکار کر سکتی ہے اور نہ اثبات۔ عقل کی حیثیت مابعد الطبیعاتی مسائل میں غیر جانبدار فریق کی سی ہونی چاہیے۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"عالم کے آغاز و انجام، زندگی بعد موت، مجموعہ کائنات، خالق و مدبر کائنات، اس کی ذات و صفات اس کی منشاء تخلیق، ان میں سے کونسی ایسی چیز ہے، جس کے متعلق ہم کچھ بھی معلومات اور تجربہ رکھتے ہیں، یا جن کے علم کے مبادی بھی ہم کو حاصل ہیں یا حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان تمام مسائل میں حواس کی طرح عقل کی بھی معقول پوزیشن یہ ہے کہ وہ ایک غیر جانبدار فریق کی طرح سکوت اختیار کرے، اس کو نہ اس کی طاقت ہے کہ وہ محض اپنے زور پر ان مسائل کو ثابت کرے یا ان کی تشریح کرے، نہ قانوناً اس کو یہ حق ہے کہ وہ اپنی نارسائی کی بنا پر ان کا انکار کر دے"[1]

عقلیت پسندی کا عہد:۔

یورپ میں عقلیت پرستی کا آغاز سترھویں صدی میں ہوا۔ حسن عسکری صاحب اپنی کتاب "جدیدیت" میں رقمطراز ہیں:

"عقلیت پرستی کی داستان یہ ہے۔ سترھویں صدی کے وسط تک لوگ یہ طے کر چکے تھے کہ انسان کی جدوجہد کا میدان یہ مادی کائنات ہے اور انسان کا مقصد تسخیر فطرت یا تسخیر کائنات ہونا چاہیے، بیکن نے مطالعہ فطرت کا طریقہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ انسانی صلاحیتوں میں سے کون سی صلاحیت ایسی ہے جو تسخیر کائنات کے لئے زیادہ مفید ہو

[1] مذہب و تمدن، ص: ۱۶، مصنف: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سکتی ہے۔ اس دور نے یہ فیصلہ کیا کہ انسان صرف عقل پر بھروسہ کر سکتا ہے، کیونکہ یہی چیز سارے انسانوں میں مشترک ہے"[1]

عقلیت پرستی کا عہد سترھویں صدی سے شروع ہوتا ہے اور اٹھارویں صدی میں اس عہد کا اختتام ہوتا ہے۔

حسن عسکری اس سے متعلق لکھتے ہیں۔

"یہ دور تقریباً سترھویں صدی کے وسط سے شروع ہو کر اٹھارویں صدی کے وسط تک یا ۱۷۷۵ء تک چلتا ہے"[2]

ذی عقل(Rational):۔

ذی عقل (Rational) سے مراد ایسا شخص جو عقلیت پسندی(Rationalism) کا حامی ہو اور زندگی کے معاملات میں عقل سے راہنمائی حاصل کرنے کا قائل ہو۔

"دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں ذی عقل(Rational) کی تعریف ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے:

"A reasoned exposition of principles; an explanation or statement of reasons; a set of reasoned rules or directions"[3]

یعنی "ایسا شخص جو ذی عقل ہو اور عقل کے احکامات پہ عمل پیرا ہو۔"

ذی عقل (Rational) کی تعریف بیان کرنے کے بعد اب ہم عقلیت پسندی (Rationalism)کا مفہوم واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

---

[1] جدیدیت، ص: 47، مصنف: حسن عسکری ادارہ فروغ اسلام لاہور،

[2] ایضاً

[3] The oxford English dictionary ,p.219, vol. XII

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقلیت پسندی(Rationalism):۔

انسائکلوپیڈیا آف سوشل سائنسز میں عقلیت پسندی(Rationalism) کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"Rationalism is a Comprehensive expression applied to various theoretical and practical tendencies which aim to interpret the universe purely in terms of thought,or which aim to regulate individual and social life in accordance with principles of reason and to eliminate as far as possible or to relegate to the background every thing irrational"[1]

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ "عقلیت پسندی اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتی ہے جو بہت سارے نظریاتی اور عملی رجحانات پر منطبق ہوتے ہیں اور اسکا مقصد یہ ہے کہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو عقل کے اصولوں کے مطابق منظم کرنا اور اس بات کی کوشش کرنا کہ ثابت کیا جائے کہ عقلیت پسندی سے پہلے کوئی فرد بھی اپنی عقل اور فہم و فراست کا درست استعمال نہیں جانتا تھا۔"

اس تعریف کی رو سے معلوم ہوا کہ عقلیت پسندوں کے نزدیک عہد عقلیت سے قبل لوگوں کو اپنی عقل کو استعمال کرنے کا شعور نہیں تھا۔ اس عبارت میں لفظ "Irrational" آیا ہے جسکا معنی غیر معقول ہے۔

"آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں عقلیت پسندی سے متعلق ان الفاظ میں گفتگو کی گئی ہے۔

[1] Encyclopaedia of the social sciences,p.113,vol13By:Edwin R.A Seligman,Macmilan and co.Ltd

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"The view that reason is the only guide leading to the improvement and progress of the human race and that adherence to religious or other 'non-rational' beliefs is out-dated."[1]

یعنی "عقلیت پسندی سے مراد یہ ہے کہ صرف عقل ہی انسانی ترقی اور فلاح کی ضامن ہے اور جو اعتقادات یا نظریات مذہبی یا غیر معقول ہیں، وہ فرسودہ یعنی عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہیں۔"

عقلیت پسندی کی تحریک بھی چونکہ ایک مذہب مخالف تھی لہٰذا اس تحریک کے مفکرین کے نزدیک مذہب اور اس کے اعتقادات فرسودہ اور پرانے وقتوں کے قصے کہانیاں ہیں اور جدید دور چونکہ عقل پرستی کا دور ہے لہٰذا اب عقل ہی سب کچھ ہے، یعنی انسان کو اپنے تمام معاملات عقل کی روشنی میں حل کرنے چاہیے۔

"ویسٹرن فلاسفی اینڈ فلاسفرز" میں "جے،او،ارمسن" "عقلیت پسندی (Rationalism) سے متعلق لکھتا ہے:۔

"Rationalism, in the usage of philosophers, is the characteristic of a philosophical theory which claims that by pure reasoning, without appeal to any empirical premises, we can arrive at substantial knowledge about the nature of the world"[2]

یعنی "عقلیت پرستی فلسفیوں کے یہاں ان معنوں میں استعمال ہوتی ہے، جو کہ فلسفیانہ نظریہ کی

---

[1] The oxfor English Dictionary ,p,219, vol XIII

[2] The concise Ency. of Westem philosophy and philolophers, p.339, edited by: j.o,urmson, london.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاصیت ہے۔یہ نظر (Rationalism) انسان سے خالص عقل طلب کرتا ہےیعنی اس سے مراد ہے کہ انسان اپنی زندگی کے ہر معاملے میں عقل سے رہنمائی حاصل کرے، عقل کے ذریعے ہم فطرت سے متعلق ٹھوس اور گہرا علم حاصل کرسکتے ہیں۔"

ذی عقل بنانے کا عمل (Rationalization):

ذی عقل بنانے کے عمل (Rationalization) سے مراد ہے کہ معاشرہ میں عقلیت پسندی کے افکار و خیالات کو وسعت دینا یا پھیلانا اور جو نظام ہائے زندگی ہیں جیسے معاشی، سیاسی، تعلیمی اور معاشرتی نظام وغیرہ ان کو عقلیت پسندی کے رنگ میں رنگنا۔ چنانچہ "آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں اس سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں:

"The process of applying rational methods, esp of standardization and simplification to the planning and organization of social groups"[1]

یعنی "ذی عقل بنانے کا عمل اس لئے شروع کیا گیا تاکہ معاشی منصوبہ بندی اور معاشرے کی تنظیم نو میں مدد ملے "یعنی معاشرے کو پرانی روایات سے نجات دلا کر نئے سرے سے ڈھالا جائے۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں مزید "Rationalization" سے متعلق درج ہے کہ:۔

"The act of making rational or intelligible, or the result of this"[2]

یعنی اس کا مقصد تھا ذی عقل یا باشعور بنانا یا اس عمل کے نتائج کا حصول۔

---

1 The oxford English Dictionary, P.220, vol XIII

2 The oxford English Dictionary, P.220, vol,XIII

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقلیت پسندی کے خلاف رد عمل:۔

عقلیت پسندی (Rationalism) کی تحریک سترھویں میں منصۂ شہود پر آئی۔ اس وقت یورپی و مغربی معاشرہ پر مذہب کے گہرے اثرات موجود تھے۔ جبکہ عقلیت پسند مفکرین بنیادی طور پر مذہب اور وحی کا انکار کرتے ہوئے عقل انسانی کو اہمیت دیتے تھے۔ جیسا کہ "دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" کی عبارت ہے:

"Adherence to religious or other non-rational, beliefs is out-dated"[1]

اس عبارت کا مفہوم ہے کہ "عقلیت پسندی کی تحریک اس نظریہ کی حامی ہے کہ مذہبی یا غیر معقول اعتقادات فرسودہ ہیں" عقلیت پسندی کے انہی رجحانات کے پیش نظر اس دور میں اس تحریک کیخلاف زبردست احتجاج ہوا اور اس کے رد عمل کے طور پر "جذبات پرستی" کا رجحان شروع ہوا۔

"جان ہرمن رینڈل جونیر" عقلیت پرستی اور اس کے مفکرین کے خلاف رد عمل کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"جس دنیا میں انسان آج زندگی بسر کر رہے ہیں، وہ اٹھارویں صدی کی دنیا میں تبدیلی ہیت سے وجود پذیر ہوئی۔ اس سلسلے میں ابتدائی اقدامات یہ تھے کہ سائنٹفک عقائد اور عہد عقلیت کے عقائد کے خلاف رد عمل کی زبردست لہر اٹھی، صدی کے اختتام کے قریب یورپ میں متعدد رجحانات بروئے کار آئے، جن میں ایک یہ تھا، نیوٹن کے افکار کے خلاف جزوی رد عمل پیدا ہوا۔ ان رجحانات کو سرسری طور پر رومانیت کے ماتحت جمع کر دیا گیا۔ یعنی انسانی فطرت کے عقلی پہلو کی بجائے جذباتی پہلو پر زور دیا گیا"[2]

---

[1] The oxford English Dictionary, P.220,vol.XIII

[2] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۴۲۸، مترجم: غلام رسول مہر، ناشر: شیخ غلام اینڈ سنز کشمیری بازار۔ لاہور 1965ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رینڈل جونیر" مزید اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

ناگزیر تھا کہ عہد عقلیت انسانوں کو رد عمل پر آمادہ کرتا، اٹھارویں اور تیرہویں صدی کے سائنٹفک کارنامے تیرہویں صدی سے بدر جہا بڑے تھے اور ان کے حدود دوائر بھی بہت وسیع تھے، تاہم وہ انسانی فطرت کے گوناگوں رجحانات و مفادات کے اظہار کیلئے اطمینان بخش وسیلہ نہ تھے"[1]

عقلیت پسند مفکرین اور انکے نظریات کا جائزہ:

ڈیکارٹ:(Rene Descartes):

ڈیکارٹ کو پہلا عقلیت پسند مفکر شمار کیا جاتا ہے۔ اس نے مذہب عقلیت میں ریاضی اور فلسفیانہ انداز میں نظریات پیش کئے۔ ڈیکارٹ کے فلسفے کا بنیادی نقطہ نظر "ذہن انسانی" ہے۔ اس کے خیال میں انسانی ذہن ہی سب کچھ ہے۔ ڈیکارٹ اپنے بارے میں کہتا ہے:

"میں سوچتا ہوں، اس لئے ہوں"

ڈیکارٹ نے وحی والہام کا انکار کرتے ہوئے عقل انسانی کی برتری ثابت کی۔

چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں ہے:

"Descartes was inadvertently beginning a copernican logy,Before his time, the trouths regarded as revolution in the most certain were these accepted from revelation; after wards these truths were subject to the judgment of human reason"[2]

---

[1] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۴۲۹

[2] The New Encyclopaedia Britianica, p.530, vol,15, chicagw, 1973

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی، ”ڈیکارٹ نے الٰہیات میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس سے پہلے حقائق کو جاننے کا واحد ذریعہ وحی و الہام ہوتے تھے، لیکن اس کے آنے کے بعد حقائق کو عقل انسان سے ثابت کرنے کا طریقہ رائج ہوا“

مولانا عبد الباری ندوی صاحب 'ڈیکارٹ' سے متعلق رقمطراز ہیں:

”ڈیکارٹ نے بڑی وضاحت کے ساتھ ان عام خیالات کو پیش کیا، جو اس کے بعد سے جدید فلسفہ پر برابر اثر انداز ہوتے رہے ہیں، ماحصل یہ ہے کہ ایک ادراک کرنے والی ذات یا ذہن (Subject) ضرور پایا جاتا ہے۔ اس ذات کا ذکر وہ ہمیشہ واحد متکلم کے صیغہ میں کرتا ہے، یعنی خود اپنی ذات و ذہن کو اپنی فکر و فلسفہ کا نقطہ آغاز بناتا ہے۔ یہ ذات اپنے احساسات و خیالات اور اس طرح خود اپنے وجود (یا موجود ہونے) کا ضمنی طور پر شعور رکھتی ہے۔ اس ذی شعور ذات کو وہ اپنے فلسفہ کا بنیادی نقطہ یا مسلمہ (Datum) بنا کر آگے بڑھتا ہے“[1]

فلسفہ تشکیک اور ڈیکارٹ:

ڈیکارٹ دنیا کی ہر شے اور ہر اصول کو شک کی نگاہ سے دیکھتا تھا یہاں تک کہ اس نے خدا کے وجود، آخرت، وحی و الہام اور مابعد الطبیعاتی امور حتی کہ ریاضیاتی مسائل کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

چنانچہ ”تاریخ فلسفہ جدید“ میں ڈیکارٹ کے اس نقطہ کو یوں بیان کیا گیا ہے:

”ڈیکارٹ کے طریق کار کا نقطہء آغاز تشکیک ہے، وہ ہر شئے ہر احساس، ہر اصول حتیٰ کہ ریاضیاتی مسائل کو بھی شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔۔۔۔۔۔ دنیا کی ہر شئے، ہر نظریہ اور ہر اصول شک وشبہ کی حد میں آسکتا ہے، خدا کے وجود پر شک کیا جاسکتا ہے، الہام ووجدان پر شک کیا جاسکتا ہے۔ اخلاقی تصورات، مابعد الطبیعاتی نظریات اور ریاضیاتی اصولوں پر شک

1 مذہب و سائنس، ص: ۱۲۵، مصنف: مولانا عبد الباری ندوی ناشر: سٹی بک پوائنٹ، اردو بازار کراچی، ۲۰۰۵ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا شک کرنا ایک ایسا حربہ ہے جس کی زد سے کوئی شئے نہیں بچ سکتی۔ اس حربے سے ڈیکارٹ پوری کائنات اور اس کے اندر موجود تمام حقائق کا ابطال کر دیتا ہے" [1]

ڈیکارٹ ایک رومن کیتھولک پادری تھا، درحقیقت وہ اپنے زعم میں مذہب کا دفاع کرتا تھا، لیکن اس کے افکار و خیالات سے جتنی گمراہی پھیلی اتنی کسی کی فکر نے مغرب ویورپ کو اتنا مسخ نہیں کیا۔ چنانچہ حسن عسکری صاحب ڈیکارٹ سے متعلق لکھتے ہیں:

> "دے کارت یوں تو رومن کیتھولک پادری تھا، اور اپنی تحریروں کے ذریعے لوگوں کے شکوک و شبہات دور کر کے اپنے دین کی خدمت کرنا چاہتا تھا، لیکن نتیجہ الٹا نکلا، مغرب کے ذہن کو مسخ کرنے کی ذمہ داری جتنی اس پر ہے شاید اتنی کسی ایک فرد پر نہیں، فرانس کے ایک رومن کتھولک مصنف نے تو یہاں تک کہا ہے کہ فرانس نے خدا کے خلاف جو سب سے بڑا گناہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ دے کارت کو پیدا کیا۔۔۔۔۔ دیکارت کے فلسفے کا سب سے خوفناک نتیجہ یہ ہوا کہ مغرب "روح" کے معنی ہی بھول گیا اور "ذہن" "نفس" کو روح سمجھنے لگا" [2]

بارخ اسپنوزا:(Barukh Spinoza):

مذہب عقلیت کا دوسرا اہم مفکر اور فلسفی بارخ اسپنوزا ہے۔ یہ چوبیس نومبر ۱۶۳۲ء کو ایک ایسے یہودی گھرانے میں پیدا ہوا جو ایک صدی قبل اسپین سے دینی احتساب (Inquisition) کی گرفت سے بچ کر ایمسٹرڈم میں پناہ گزین ہوا تھا۔ اس نے عبرانی زبان میں بائیبل اور تلمود کا مطالعہ کرنے کے علاوہ یہودیت پر مذہبی اور فلسفیانہ کتابیں بھی پڑھیں۔

بعد ازاں اپنے علم کو توسیع دینے کیلئے اس کو وان اینڈے (Van Ende) کے مدرسے میں

---

[1] تاریخ فلسفہ جدید، ص: ۱۵، مصنف: نعیم احمد، ناشر: مرکزی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء

[2] جدیدیت، ص: 49-48، مصنف: حسن عسکری ادارہ فروغ اسلام لاہور، 1997ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاطینی زبان کو سیکھنے کا موقع ملا جس کے نتیجہ میں اس کے مذہبی تصورات میں بنیادی تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ مروجہ دینی مسلک سے ہٹ کے خدا اور بقائے دوام کے بارے میں اس نے اسی زمانے میں ایسے تصورات پیش کرنے شروع کر دیئے جو عام عقیدہ پرستوں کی دل آزاری کا باعث بنے۔[1]

اسپنوزا اگرچہ ایک یہودی گھرانے کا فرد تھا اور اس نے اپنی مذہبی کتب تورات اور تلمود کا مطالعہ بھی کیا، اس کے ساتھ ساتھ اس نے فلاسفرز سے بھی علم حاصل کیا، اسپنوزا پر زیادہ غلبہ فلسفے کا ہوا اور اس نے یہودیت اور عیسائیت دونوں مذاہب کی مخالفت کی اور اسطرح یہ اپنے زمانے میں دہریہ کہلایا۔

چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی اینڈ سائیکالوجی" میں اسپنوزا سے متعلق حسبِ ذیل الفاظ آئے ہیں:

"Spinoza, Barukh de,(1632-77) born at Amsterdam, of jewish parents, he received a good education, with a view to becoming a jewish rabbi, ending with the old Testament, the Talmud and Commentaries, and the scolastic philosophers; became sceptical of the past, and strongly inclined towards the cartesian philosophy. Discarded both Judaism and Christainity, and embraced a pantheistic conception of the world"[2]

ترجمہ:۔ اسپنوزا ایمسٹرڈم میں پیدا ہوا، اس کے والدین یہودی تھے، اس نے یہودی ربی بننے کیلئے تعلیم حاصل کی۔ اس نے عہد نامہ قدیم (تورات)، تلمود اور اسکی شروح وتفاسیر پڑھنے کے ساتھ ساتھ فلاسفرز سے بھی علم حاصل کیا، (فلسفیوں کے اثرات سے) یہ زمانہ ماضی کا

---

[1] تاریخ فلسفہ جدید، ص: ۳۸، مصنف: نعیم احمد

[2] Ency. of philosophy and psychology, p.584, vol. IV, Edited by: James Mark Baldwth, cosmo publications 198

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

متشکک بن گیا۔ یہ بہت مضبوطی سے فلسفیانہ افکار و خیالات کیطرف مائل ہوا۔ اس نے یہودیت اور عیسائیت دونوں کو ترک کیا اور دنیا کے بارے میں وحدت الوجود کے نظریہ کو قبول کیا۔

اسپنوزا کے افکار و خیالات:

اسپنوزا کے افکار و خیالات، نصب العین، طریق کار اور رجحانات بڑی حد تک اس کے پیش رو جینی ڈیکارٹ سے ملتے جلتے تھے۔

"تاریخ فلسفہ جدید" میں مذکور ہے:۔

"عقلیت پرستی کی روایت کا آغاز ڈیکارٹ نے کیا تھا۔ اس کا یہ نظریہ تھا کہ انسانی عقل کے اندر حقیقی اور جامع علم کے حصول کی صلاحیت موجود ہے عقلی پیش قدمی کیلئے ریاضیاتی قوانین فلسفی کو ایک نمونہ فراہم کرتے ہیں۔ بدیہی تصورات عقل کے اندر ودیعت کئے گئے ہیں اور علم ہندسہ کی طرز پر ہم ان سے نتائج اخذ کرتے ہوئے علم کی پوری عمارت تعمیر کر سکتے ہیں۔ اسپنوزا، ڈیکارٹ کی اس روایت کا علمبردار ہے اور اس کے بعد آنے والے فلسفیوں نے بھی اسی روایت کا اتباع کرتے ہوئے عقلیت پرستی کو ترقی دی"[1]

اسپنوزا چونکہ ایک عقلیت پرست فلسفی تھا لہٰذا اس نے عقل انسانی کی برتری ثابت کی اور یہ نظریہ پیش کیا کہ "عقل ایک ایسی صفت ہے جو کہ ہم میں اور دیگر انسانوں میں مشترک ہے۔ چنانچہ وہ تصورات جو واضح اور امتیازی ہوں دوسرے ذی عقل لوگوں تک پہنچائے جا سکتے ہیں اور ان میں سے منطقی طور پر نتائج بھی اخذ ہو سکتے ہیں۔ عقلی علم میں وہ تمام تصورات آجاتے ہیں جو ہم نے اشیاء میں علّی رشتہ (Casual relation) کی بناء پر حاصل کئے۔"[2]

[1] تاریخ فلسفہ جدید، ص: ۱۴۱، مصنف: نعیم احمد

[2] تاریخ فلسفہ جدید، ص: ۱۴۱، مصنف: نعیم احمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائبنز (Leibnitz):۔

ولہم لائبنز (Gottfried Willhelm Leibnitz) ۲۱ جون ۱۶۴۶ کو لائپزگ (Leipzig) میں پیدا ہوا۔ لائبنز کا والد شہر کا مشہور قانون دان اور لائپزنگ یونیورسٹی میں فلسفہ اخلاق کا پروفیسر تھا۔ لائبنز ابھی چھ برس کا تھا اس کا والد فوت ہوگیا۔ لیکن لائبنز کو وراثت میں اتنا کچھ مل گیا کہ اسے تمام عمر فکرِ معاش نہ رہی۔ اس کو شروع سے ہی علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ لہٰذا اسی ذوق وشوق کے پیش نظر اس نے مختلف فلاسفرز کا مطالعہ کیا اور اپنے زمانے کا مشہور فلسفی ثابت ہوا۔

چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی اینڈ سائیکالوجی" میں لائبنز کا تعارف ان الفاظ میں کروایا گیا ہے:

"Leibnitz (or leibniz)(1646-1716) Born at Leipzig, where his father was professor of ethics, he was educated at leipzig and jena Universities. He received a doctrate in law, but had become deeply read in scholasticism and logic. For a period he had also studied Bacon, Hobbes, Kepler, Galilei, Gassendi and to some extent, Descartes; and was for a time converted to the conception of nature"[1]

لائبنز کا شمار عقلیت پسند مفکرین میں ہوتا ہے۔ اور یہ اپنے اس نظریہ میں بہت متشدد تھا، اس کا دعویٰ تھا کہ تمام حقائق عقل کے ذریعے معلوم کیے جاسکتے ہیں۔ چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا آف ویسٹرن فلاسفی اینڈ فلاسفرز" میں لائبنز سے متعلق حسب ذیل الفاظ میں اس کے نظریات ورجحانات کا تعارف کروایا گیا ہے:

"Leibniz is usually considered to be the most extreme of the because he claimed that in principle all truths rationalists could be known by pure reasoning, experience being but an

[1] Encyclopaedia of Philosophy and psychology, p.3, vol. III

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

inferior substiute for reason, yet Leibniz held that all truths of reason were guaranteed by the principle of contradiction and therefore, in modern terminology, analytic. However, every true of Leibniz's claim that the contradicatory proposition is self-contradictory is very paradoxical, and we may say that the rationalist is one who claims knowledge which is not based on sense-experience and which cannot be regarded without paradox as being purely formal" [1]

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "لائبنز نہایت عالی عقل پرست شمار کیا جاتا ہے، کیونکہ اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ تمام حقائق کو خالصتاً عقل کے ذریعے جانا جا سکتا ہے۔ تجربے کی بھی اپنی جگہ اہمیت ہے لیکن یہ عقل کے ماتحت ہے، لائبنز کا یہ بھی نظریہ تھا کہ عقل کے اصول ایک دوسرے سے متناقض ہوتے ہیں، اور جو حقائق ایک دوسرے سے متضاد ہوں وہ صرف ظاہری طور پر متناقض ہوتے ہیں (یعنی ہمیں ظاہری تضاد نظر آتا ہے حقیقت میں تضاد ہوتا نہیں) عقل پرست مفکرین کے علم کی بنیاد تجربہ نہیں لیکن پھر بھی انکی آراء کو ایک دوسرے سے متناقض ہونے سے بری تصور نہیں کیا جا سکتا۔

عقلیت پسندی کے اثرات:

عہد عقلیت اگرچہ اٹھارویں صدی کے وسط ہی میں ختم ہو گیا تھا اور اسکی جگہ تجربیت پسندی (Empiricism) نے لے لی۔ لیکن عقلیت پسندی کے یورپ و مغرب پر گہرے اثرات مرتب ہوئے، عقلیت پسندی سے متاثر ہو کر یورپ میں اور کئی نظریات اور تحریکوں نے سر اٹھایا جن میں تحریک تنویر (Enlightement) اور Deism یعنی "خدا شناسی" کی تحریک اہم ہے۔ اس کے علاوہ عقلیت پسندی

[1] The concise Ency. of western philosophy and philosophers, p.339

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے مذہب پر بھی گہرے اثرات مرتب ہوئے اب ہم عقلیت پسندی کے مذہب کے بارے میں نظریات و افکار کا جائزہ لیتے ہیں۔

عقلیت پسندی اور مذہب:

"انسائیکلوپیڈیا امریکنا" میں 'Brand Blasher' عقلیت پسندی کا مذہب کے بارے میں نقطہ نظر حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"In religious its main rival has been the appeal to authority; hence the prime concern of religious rationalism has been criticize claims of supernatural revelation" [1]

اس عبارت کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ "مذہب میں عقلیت کا اصل حریف مذہب کا اختیار اور اقتدار ہے۔ عقلیت پسندوں نے مافوق الفطرت وحی (الہام) پر بھی تنقید کا دعویٰ کیا"

"دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں درج ہے:

"The view that reason is the only guide leading to the improvement and progress of the human race and that adherence to religious or other non-rational beliefs is out-dated" [2]

یعنی اس تحریک کا نظریہ یہ تھا کہ صرف عقل ہی انسانی ترقی اور فلاح کی ضامن ہے اور جو اعتقادات مذہب سے یا غیر عقلیت سے وابستہ ہیں وہ فرسودہ اور زمانہ قدیم کی یادگار ہیں۔

عقلیت پسندی کا ایک گروہ جس میں مالبرانش پوسو اور فینسلین شامل ہے، انھوں نے

---

[1] The Encyclopaedia American, p.26 vol.23 New york,1957

[2] The oxford English Dictionary, P:339, vol XIII

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہبی روایت کی حقانیت عقل کی بناء پر ثابت کرنے کی کوشش کی، اس کا ناگزیر نتیجہ یہی ہو سکتا تھا کہ جو عناصر ثابت نہیں ہو سکتے تھے، انکی اہمیت کم ہو جاتی"[1]

"انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں درج جس کا مفہوم یہ ہے کہ " آزاد خیالی کے بڑھتے رجحان سے اور سائنسی نظریات کی پسندیدگی سے، عقلیت پسند عہد میں مذہب اپنا انوکھا پن (مقام و مرتبہ) کھو چکا ہے اور اس کے ساتھ (یعنی مذہب) بہت سارے اختلافات ابھرے ہیں" انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی عبارت حسب ذیل ہے:

"With increasing freedom of thought and wider acceptance of scientific views, Rationalism in religion has lost its novelty and much of its controversial excitement"[2]

Deism خداشناسی

عقلیت پسندی سے متاثر ہو کر یورپ میں ابھرنے والے مختلف نظریات میں سے ایک نظریہ "Deism" کا بھی ہے۔ (Deism خداشناسی) کے حامیوں نے دعویٰ کیا کہ خدا تک پہنچنے کیلئے وحی والہام کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ خدا تک رسائی کیلئے انسانی عقل ہی کافی ہے، یعنی مطلق عقل سے ہی خدا کی معرفت اور پہچان حاصل ہو سکتی ہے، چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا" میں "Deism" کا تعارف ان الفاظ میں کروایا گیا ہے:

"The Rationalist attitude quickly spread, its advance farming several wave occured in England in the form of Deism. Deists accepted the existence of God but spurned

---

[1] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۲۱۱، مترجم: مولانا غلام رسول مہر۔

[2] The New Ency. Britannica, P.531, vol.15 Helen Hemingway Benton, Chicago, 1973

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Supernatural revelation. The earliest member of this school. Lord Herbert of cherbury (1583-1648), held that a just God would not reveal himself to a part of his creation only and that the true religion is thus a universal one, which achieves its knowledge of God through common reason"[1]

یعنی "عقلیت پسندی کے رجحانات بہت تیزی سے پھیلے، اس کے جدید طور طریقوں کی بہت ساری لہریں عام دلچسپی کا باعث بنیں اور انکے گہرے اثرات رونما ہوئے۔ اس کی پہلی لہر انگلینڈ میں Deism یعنی "خداشناسی" کی تحریک کی صورت میں وقوع پذیر ہوئی۔ اس تحریک کے حامی خدا کی ہستی کے قائل تھے، لیکن مافوق الفطرت الہام یا وحی کو مسترد کرتے تھے۔ اس مکتبہء فکر کا قدیم نمائندہ "لارڈ ہربرٹ (1583-1648) ہے۔ اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ہم خدا کو صرف اپنی عقل سے سمجھ سکتے ہیں، وحی والہام کی خداشناسی میں کوئی ضرورت نہیں۔

حسن عسکری صاحب "Deism" کی تحریک سے متعلق رقمطراز ہیں:

"اٹھارویں صدی میں ایک نئی قسم کا مذہب نمودار ہوا، جو دراصل دہریت کی ایک شکل ہے۔ اس کا نام ("Deism" خداشناسی) رکھا گیا۔ اسی دور کے لوگ کہتے تھے۔ کہ عقل انسان کا خاص جوہر ہے، اور یہ چیز ہر زمانے اور ہر جگہ کے انسانوں میں مشترک ہے، اور ہر جگہ ایک ہی کام کرتی ہے، چنانچہ خدا کو پہنچانے کیلئے وحی پر تکیہ کرنے کی ضرورت نہیں، عقل کی مدد سے بھی خدا تک پہنچ سکتے ہیں۔ عقل کے ذریعے چند ایسے اصول معلوم کیے جا سکتے ہیں جو سارے مذاہب میں مشترک ہوں، ان اصولوں کا مجموعہ ہی اصل مذہب ہو گا"[2]

---

[1] The New Encyclopaedia Britanica, P.530,vol.15

[2] جدیدیت، ص: 54 مصنف: حسن عسکری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقلیت پسندی اور سیکولرازم:

عقلیت پسند رجحانات نے سیکولرازم (لادینیت) کی راہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا، مذہب (عیسائیت) کی بنیاد چونکہ وحی والہام پر تھے اور عقلیت پسند مفکرین نے وحی کی حقانیت پر کاری ضرب لگائی اور اس کی جگہ عقل محض ہی کو انسان کی بہترین رہنما قرار دیا، اور اسطرح مغرب ویورپ کو دینداری سے لادینیت کی شارع پر گامزن کرنے میں جہاں اور بہت سارے عوامل تھے ان میں ایک اس تحریک کا بھی نام ہے۔ چنانچہ "مذہب، مسلمان اور سیکولرازم" میں سید سبط حسن مرحوم رقمطراز ہیں:

> "سترھویں صدی میں جو عقلیت کا عہد کہلاتا ہے سیکولر رجحانات کو مزید تقویت ملی، اسی بنا پر پروفیسر آرنلڈ ٹوائن نے لکھا ہے کہ "سترھویں صدی مغربی زندگی پر سیکولرازم کی بالادستی کی صدی ہے۔ سیکولرازم ہی کے طفیل مغربی معاشرے میں معاشی مفاد نے اور تحقیق وتفتیش کے دائرے میں سائنس نے مذہب کی جگہ لے لی۔"[1]

اٹھارویں صدی یورپ میں صنعتی انقلاب، سیاسی انقلاب اور روشن خیالی (Enlightnment) کے عروج کی تھی۔ والٹیر، روسو، مان لیس کیو، اولباخ، ایلواتیس، دیدرو اور کانٹ جیسے بے شمار ایسے مفکر پیدا ہوئے جنھوں نے معاشرتی اقدار وافکار کا رخ ہی بدل دیا۔ اور جب عوام کی انقلابی جدوجہد شروع ہوئی تو سیکولر خیالات نے عملی پیراہن پہن لیا۔

تحریک تنویر (Enlightnment):

مغرب ویورپ میں عقلیت پسندی (Rationalism) کے اثرات کے باعث رونما ہونے والی ایک تحریک روشن خیالی یا تحریک تنویر (Enlightenment) بھی ہے۔ یورپ میں اس تحریک نے اٹھارویں صدی میں سر اٹھایا۔ عقلیت پسندی کے نظریات سترھویں صدی میں ظاہر ہو چکے تھے جبکہ

[1] مذہب، مسلمان اور سیکولرازم، ص: ۵۴ تا ۵۵ ء، مؤلف: ڈاکٹر اشفاق احمد، مضمون نگار: سید سبط حسن

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک تنویر اٹھاوریں صدی میں رونما ہوئی۔اور اس تحریک نے بھی "Deism"کی طرح فکری غذا عقلیت پسندی نظریں سے حاصل کی۔

"دی انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی" میں "کرین برنٹن" تحریک تنویر کا تعارف ان الفاظ میں کراتا ہے:۔

"Enlightenment is primarily a cultural historians broad designation: for a historical period, roughly the eighteenth century, in westren society. As a cultural period it is more closely linked with, indeed more dependent on, formal philosophical thought than any other in the west, "Enlightment" and "Age of Reason" are, in customary usage, nearly interchangeable, There is, However, some tendency among historions of western culture to use "Age of Reason" for the seventeeth and eighteenth centuries together, and to confine "Enlightenment" to the eighteenth century, when the characteristic ideas and attitudes of rationalism had spread from a small group of advanced thinkers to a relatively large educated public" [1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے "تحریک تنویر ابتدائی طور پر اٹھارویں صدی میں مغربی معاشرہ میں رونما ہوئی۔اس تحریک نے متمدن زمانہ میں روایتی فلسفیوں پر اعتماد کیا،نہ کہ کسی اور پر۔ تحریک تنویر اور

[1] The Ency. of philosophy. P:519, vol. III Macmillan Limited, london, 1967. Essay writer srane Brinton

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقلیت کا عہد، سترھویں اور اٹھارویں صدی پر محیط ہے۔ جبکہ تحریک تنویر اٹھارویں صدی تک محدود ہے اس وقت تک "عقلیت پسندی" کے خاص خاص افکار اور رجحانات ترقی پسند مفکرین کے ایک چھوٹے سے گروہ میں پھیل چکے تھے اور انھوں نے پڑھے لکھے افراد کی کثیر تعداد کو اپنے آپ سے منسلک کر لیا تھا۔"

تحریک تنویر (Enlightenment) کے داعیوں کا نظریہ ہے کہ انسان عقل کے ذریعے ہی اپنی اور کائنات کی حقیقت جان سکتا ہے۔ وحی اور الہام کی انسانیت کو کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری صاحب تحریک تنویر (Enlightenment) سے متعلق فرماتے ہیں:

"عقل، وحی اور علم لدنی کے بغیر ان سوالات کا جواب دے سکتی ہے کہ انسان کیا ہے؟ انسان کی کائنات میں حیثیت کیا ہے؟ وغیرہ یہ حقیقت (Ontology) کے سوالات کا جواب وحی کے بغیر نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اسلام بھی یہی کہتا ہے۔ لیکن "تحریک تنویر" (Enlightenment) اس بات کی داعی ہے کہ ان سوالات کا شافی و کافی جواب عقل انسانی کے ذریعے مل سکتا ہے ہے، اس کیلئے کسی ماورائی ذریعہ علم کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طریقہ سے عقل کو استعمال کرتے ہوئے ریاضی اور منطق کے مسائل حل کئے جا سکتے ہیں اسی طریقہ سے عقل کو استعمال کر کے مابعد الطبیعاتی اور حقیقت انسان و کائنات کے بارے میں مسائل بھی حل کئے جا سکتے ہیں"[1]

تحریک تنویر اور مذہب:

پچھلے صفحات میں تحریک تنویر (Enlightenment) کا تعارف کروایا گیا ہے اور اب ہم تحریک تنویر کا مذہب کے بارے میں نقطہ نظر واضح کرتے ہیں۔

یہ تحریک مغرب و یورپ کے معاشرہ میں رونما ہوئی اور اس وقت وہاں کی غالب اکثریت عیسائیت کی پیروکار تھی، تحریک تنویر نے عیسائیت کی بھرپور مخالفت کی۔ اہل کلیسا اور ان کے عقائد و نظریات

---

[1] مغربی تہذیب۔ ایک معاصرانہ تجزیہ، ص:۴۹۔۵۰، ناشر: شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رد لیا۔ لہذا تحریک تنویر کی بنیاد ہی مذہب دشمنی پہ رکھی گئی ہے۔ "The Ency. of philosophy" میں "Crane Brinton" تحریک تنویر کے عیسائیت کے بارے میں نظریات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

"First, in this extreme form Enlightenment is a repudiation, and in some respects an antithesis, of much of christian belief Enlightenment denial of any kind of transcendence of the external world, of personal immortality, of the whole fabric of christian sacraments, and enlightenment rejection of the dogma of origion sin, as well as much more in the Enlightenment, is quite incompatible with orthodox christianity, catholic and protestant alike. In fact, most of our own contemporary world views which reject christianity for some form of secularist faith-positivism, materialism, rationalism, humanism, ethical culture, and rest have their origin in the Enlightenment" [1]

اس عبارت کا مفہوم کچھ یوں ہے" سب سے پہلے روشن خیالی (تحریک) نے اپنی انتہاپسندانہ صورت میں عیسائیت کے بہت سارے عقائد کی تردید کی۔ تحریک تنویر نے اپنے سے بالاتر یا ماوراء دنیا کا انکار کیا، اور اس نے عیسائیت کی عشائے ربانی کی رسم اور اولین گناہ کے عقیدہ کی بھی تردید کی۔ تحریک تنویر عیسائیت کے صحیح العقیدہ فرقے جن میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ شامل ہیں ان سے یکساں طور پر متضاد ہے۔ درحقیقت ہمارے دنیا کے بارے میں معاصر نظریات کا عیسائیت نے رد کیا ہے۔ اور ان میں سیکولرازم مادہ پرستی، اور

[1] The Ency. of philosophy, p.521-22 vol.II

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عقلیت پسندی وغیرہ جیسے نظریات شامل ہیں، جو کہ تحریک تنویر کے اصل سہارے ہیں" یعنی جن کے بل بوتے پر یہ تحریک قائم ہوئی ہے۔

حاصل کلام:

اس فصل میں عقلیت پسندی (Rationalism) کے عہد پر بحث کی گئی ہے۔ بحث کا آغاز عقل اور اسکی حدود و قیود سے کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں بتایا گیا ہے کہ عقل کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے لیکن اس کے کچھ حدود اور دائرہ کار بھی متعین ہیں جن سے آگے اسکی رسائی ممکن نہیں یہاں اس موضوع پر گفتگو کرنا اس لئے ضروری تھا کہ عقلیت پسند مفکرین نے عقل اور اسکی حدود کو پیش نظر نہیں رکھا اور انھوں نے عقل کے بارے میں غلو اختیار کیا۔

عقل کی حدود / دائرہ کار پر گفتگو کے بعد اپنے اصل موضوع عقلیت پرستی پر بحث کی گئی ہے، عہد عقلیت تقریباً سترھویں صدی کے وسط سے لے کر اٹھارویں صدی کے وسط تک محیط ہے۔ عقلیت پسندی کی تعریفات کو مستند انگریزی کتب و لغات سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور ان تعریفات میں ہمیں بڑی حد تک یکسانیت نظر آتی ہے یعنی عقلیت پسندی سے مراد ہے کہ جس میں عقل کی فضیلت اور برتری ثابت کی گئی۔ عقلیت پرستی / پسندی کے معنی و مفہوم کو واضح کرنے کے بعد " عہد عقلیت کیخلاف رد عمل " کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ تحریک چونکہ مذہب مخالف تھی اور اس وقت یورپ و مغرب کے افراد پر بڑی حد تک مذہب کے اثرات موجود تھے، لہٰذا عوام الناس نے عقلیت پسندی کے خلاف زبردست رد عمل ظاہر کیا جس کے باعث اس تحریک نے دم توڑ دیا، مگر عقلیت پرستی کے اثرات باقی رہے عقلیت پسند مفکرین کا تعارف اور انکے نظریات کا جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے اس ضمن میں سب سے پہلے جدید عقلیت پسند مفکر اور فلسفی "ڈیکارٹ" کا تعارف کروایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کے پیروکار جنھوں نے عقلیت پرستی میں ڈیکارٹ کی پیروی کی، ان میں اسپنوزا اور لائبنز شامل ہیں، ان کا مختصر تعارف کرواتے ہوئے ان کے افکار و نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عہد عقلیت کے مفکرین کے افکار و خیالات کا جائزہ لینے کے بعد عقلیت پسندی کے اثرات پر گفتگو کی گئی ہے۔ دراصل عقلیت پرستی کے رجحانات اور افکار و نظریات سے متاثر ہو مغرب ویورپ میں کئی تحریکوں نے سر اٹھایا، جن میں سے دو کا تعارف ہم نے پیش کیا ہے۔ ان میں ایک) "Deism" خدا شناسی) کی تحریک ہے۔ اس تحریک کے مفکرین خدا کی ہستی اور وجود کے قائل تھے مگر انھوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ خدا تک رسائی کیلئے وحی والہام (Revelation) کی ضرورت نہیں بلکہ ہم اپنی عقل سے ہی خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد "عقلیت پسندی اور سیکولرازم" کا عنوان زیر بحث آیا ہے۔ اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عقلیت پسندی کی تحریک نے سیکولرازم کی راہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

تحریک تنویر (Enlightenment) بھی چونکہ عقلیت پسندی کے رجحانات کے تحت وقوع پذیر ہوئی، اس لئے اس پر بھی تفصیلاً روشنی ڈالی گئی ہے۔ عقلیت پسندی کے نظریات سے متاثر اس تحریک نے بھی وحی اور مذہب کو رد کرتے ہوئے انسانی امور اور معاملات کو مطلق عقل کی روشنی میں حل کرنے کی تجاویز پیش کیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

مذہب اور تجربیت پسندی

پچھلی فصل "عقلیت پسندی" پر تھی اور اب "مذہب اور تجربیت پسندی" پر گفتگو کی جائے گی۔

"عقلیت پسندی" کے بعد "تجربیت پسندی" کو بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یورپ میں عقلیت پسند نظریات کے بعد تجربیت پسند مفکرین کے نظریات سامنے آئے۔ جسطرح عقلیت پسند مفکرین نے عقل کی اہمیت بیان کی کہ حقائق کا علم صرف عقل انسانی ہی سے حاصل ہو سکتا ہے اسطرح "تجربیت پسند" مفکرین اور فلسفیوں نے حقائق کے ادراک میں تجربے کی ضرورت واہمیت پر زور دیا۔

تجربیت پسندی (Empiricism) کے نظریات کو اٹھارویں صدی میں فروغ حاصل ہوا۔ تجربیت پسندی کی جھلک "عہد عقلیت" میں بھی ملتی ہے مثلاً گلیلیو اور نیوٹن نے طبعی واقعات کے تجرباتی تجزیے پر زور دیا اور اسطرح عقلیت پسند مفکر اور فلسفی ڈیکارٹ (Descartes) بھی تجربے کی ضرورت واہمیت کا قائل تھا، مگر اس نے تجربے سے بڑھ کر عقل کی اہمیت پر زور دیا، اس کے نزدیک حقائق کو جاننے کا مستند ذریعہ عقل انسانی ہی ہے۔

تجربیت پسندی (Empiricism) کو فکری غذا فراہم کرنے میں بے شمار مفکرین، فلسفیوں اور سائنسدانوں کے نام آتے ہیں، ان میں مشہور فلسفی جان لاک، برکلے اور ہیوم بھی شامل ہیں جنھوں نے اپنے افکار وخیالات کے ذریعے "تجربیت پسندی" کے نظریات کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا اس فصل میں ان فلسفیوں کے حالات وواقعات اور نظریات بیان کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

اس کے علاوہ اس موضوع میں تجرباتی قاعدے کے ظہور کے اسباب اور پس منظر کو بھی بیان کیا جائے گا کہ "تجربیت پسندی" کی تحریک کن حالات میں رونما ہوئی اور اس کے پس منظر میں کون کونسے عوامل کار فرما تھے کہ جنھوں نے اس نظریے کو ابھارا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب اور تجربیت پسندی کے حوالے سے اس موضوع کو بھی زیر بحث لایا جائے گا کہ اس فکر اور نظریہ سے منسلک افراد نے مذہب سے کیا سلوک کیا اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے۔

تجربیت پسندی (Epiricism) کے مختلف موضوعات اور عنوانات پر بحث کرنے سے پہلے اسکی تعریف اور معنی و مفہوم کو واضح کیا جاتا ہے۔

تجربیت پسندی (Epiricism):

"انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی اینڈ سائکالوجی" میں "تجربیت پسندی" کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

"The doctrine that truth is to be sought in immediate sense experience, opposed to Rationalism and usually a reaction from entreme idealism"[1]

ترجمہ: " یہ عقیدہ کہ صداقت تجربے کی حس کے قریب ہے۔ اور (تجربیت پسندی) عقلیت پسندی کے مخالف ہے اور حسب معمول انتہائی شدید تصوریت سے یہ رد عمل ظاہر ہوا۔

"In its ordinary use, the term "empiricism" means the employment of methods based on practical experience, rather than on an accepted body of theory. But in philosophy the world is used only in a quite different, and technical ,

[1] Encyclopaedia of philosophy and psychology,p.321 vol.II, Edited by: James Mark Baldwin, asmi publications (1986)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

sense to refer to the philosophical theory that all knowledge is derived from experience".[1]

اس کا مفہوم ہے کہ "اس کے عام استعمال میں "تجربیت پسندی" کی اصطلاح کا معنی ہے عملی تجربہ کی بنیاد پر طریق کار کو استعمال کرنا۔ لیکن فلسفہ میں اور فنی لحاظ سے اس کو مختلف معنی میں استعمال کیا جاتا ہے، فلسفیانہ نظریہ میں اس سے مراد ہے کہ اس بات کو ظاہر کرنا کہ تمام علوم تجربے سے مستنبط کئے گئے ہیں"

"قومی انگریزی اردو لغت" میں "Empiricism" کا مفہوم حسبِ ذیل الفاظ میں واضح کیا گیا ہے:

"تجربیت، تجربی خصوصیات یا طریقہ، (فلسفہ) یہ عقیدہ کہ علم تجربے یا عملی ثبوت سے حاصل ہوتا ہے"[2]

"A Dictinary of the social sciences" میں E.A Gellner تجربیت پسندی سے متعلق لکھتا ہے:

"The doctrine of empiricism stresses either the importance or the exclusive importance of experience. It is in this sense that empiricism receives the approbation of a very substantial proportion of modern thinkers"[3]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "تجربیت پسندی کا عقیدہ تجربے کی بلاشرکت غیرے اہمیت یا وقعت پر زور دیتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ تجربیت پسندی جدید مفکرین کے حقیقی تناسب کی منظوری وصول کرتا ہے

"انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں اس کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

1 The concise Ency. of western philosophy and philosopher,p.122 Edited By:J.O. Urmson, Hutchinson of London. 66

2 قومی انگریزی اردو لغت، ص

3 A Dictionary of social sciences,p.238 Editors:julius gould, William L.Kaib, Tavistock publicatio

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Empiricism in philosophy, an attitude expressed in a pair of doctrines:(1) that all concepts are derived from the experience to which they are applied; and (2) that all knowledge of matters of fact is based one xperience. Accordingly, all claims to knowledge of the world can be justified only by experience"[1]

یعنی "فلسفہ میں تجربیت پسندی کا معنی یہ لیا جاتا ہے کہ یہ ایک انداز فکر ہے جس نے دو عقائد کا اظہار کیا، (۱) پہلا یہ کہ تمام تصورات جو کہ منطبق کئے جاسکتے ہیں، تجربے سے حاصل ہوتے ہیں۔ (۲) دوسرا یہ کہ تمام حقائق کی بنیاد تجربہ ہے۔ اس کے مطابق دنیا کے علم کا تجربے سے جو از پیش کیا جا سکتا ہے"

تجربیت پسندی کا پس منظر:

نشاۃ ثانیہ (Renaissance) اور تحریک اصلاح (Reformation) سے قبل یورپ کا ماحول مذہبی تھا اور افراد روایتی مذہبی رسم ورواج کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے اور اس معاشرہ میں اہل کلیسا کی حاکیت تھی، یعنی لوگوں کی اکثریت اہل کلیسا کے احکامات کے تحت زندگی بسر کرتی تھی۔ اس نظام میں تبدیلی کا آغاز نشاۃ ثانیہ کے رونما ہونے سے ہوا اور تحریک اصلاح، نشاۃ ثانیہ ہی کا شاخسانہ ہے۔

ان یورپی معاشرہ میں ایسے ایسے مفکرین، فلسفی اور سائنسدان منصہ شہود پر آئے جنھوں نے مغرب کے روایتی مذہبی معاشرہ کو تبدیل کرنے کی کوشش کی۔ ان میں ایک عقلیت پسند (Rationalists) مفکرین اور فلسفی ہیں جنکا پچھلی فصل میں تعارف پیش کیا گیا ہے اور اس کے علاوہ سترھویں صدی کی عقلیت پسندی (Rationalism) کی تحریک بعد اس کے رد عمل کے طور جو اٹھارویں صدی میں ایک نئے نظریے نے جنم لیا وہ تجربیت پسندی (Empiricism) کا نظریہ تھا۔ اب یورپ پر دو تحریکوں کے اثرات رونما ہونے لگے۔ ایک طرف عقلیت پسندی کے مفکرین انسان زندگی میں بنیادی اہمیت عقل کو قرار دے

[1] The New Ency. Britanica, Vol.4, p.480 chicago,1986

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے اور دوسری طرف تجربیت پسندی کے حامی تجربہ کی اہمیت اور ضرورت پر زور دے رہے تھے عقلیت پسندی اور تجربیت پسندی کے حامی وحی الہام کے منکر تھے۔

جب مغرب و یورپ کے افراد ایسے جدید نظریات سے متاثر ہوئے اور اسطرح قرون وسطیٰ کی روایتی روح ختم ہو گئی اور لوگ جدید مفکرین، فلسفی اور سائنسدانوں سے وابستہ ہونے کی بنا پر مذہبی عناصر سے متنفر ہو گئے اور اسطرح یورپ کا معاشرہ جدیدیت کے رنگ میں رنگا گیا۔ چنانچہ یورپ کے ایسے ماحول میں تجربیت پسند مفکرین نے علم کی بنیاد تجربہ کو قرار دیا اور اسی کے ساتھ انھوں نے مابعد الطبیعاتی امور اور وحی والہام کا بھی نکار کیا۔ انھوں نے عقل کی اہمیت کا اقرار کیا مگر اس کو تجربے کے تحت رکھا یعنی انھوں نے عقل کے بارے میں بھی یہ نظریہ پیش کیا کہ تجربے کے بغیر عقل بیکار ہے۔

> چنانچہ ''ذہن انسانی کا ارتقاء'' میں ''تجربیت پسندی'' کے پس منظر اور اس کے نظریات سے متعلق حسبِ ذیل الفاظ درج ہیں: ''حقائق صرف تجرباتی استدلال سے متعین کیے جا سکتے ہیں۔ صرف تجربے ہی سے انسان جان سکتا ہے کہ آگ جلاتی ہے اور پانی نم آلود ہے اور ان حقائق کیلئے دنیا بھر کی ریاضیات خفیف سی مدد نہیں دیتی۔ دراصل استدلال بھی تجربے ہی سے ترقی پاتا ہے۔ ہالباش جیسے عالم طبیعیات نے بھی ۱۷۷۰ء کے آس پاس محسوس کیا تھا کہ تجربہ کرنے کی صلاحیت ان کی یادداشت نیز ان کی معلومات کی یادداشت ہی کا مجموعہ وہ شے ہے، جسے ہم عقل واستدلال سے تعبیر کرتے ہیں، تجربے کے بغیر عقل کا کوئی وجود نہیں''[1]

''جان ہرمن رینڈل جونیر ''مزید تجربیت پسندی'' پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> ''سائنٹفک طریقے کے اس تجرباتی پہلو سے سائنس کا ایک نیا نصب العین پیدا ہوا۔ جو مروجہ ریاضیاتی عقلیت سے مختلف تھا۔ اگرچہ اس نے ان لوگوں کے افکار پر قبضہ نہ جمایا جو عیسوی علوم کیلئے کام کر رہے تھے، لیکن یہ مقدر تھا کہ صدی کے اختتام سے پیشتر اس

[1] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۲۹۱، مصنف: جان ہرمن رینڈل جونیر مترجم: مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام اینڈ سنز لاہور 1965ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصب العین کے ذریعے ایک نیا انقلاب برپا ہوا۔ سائنس کے اس نئے نصب العین نے اٹھارویں صدی میں تجربیت کا نام پایا"[1]

تجربیت پسندی کے ظہور اور پس منظر پر بحث کے بعد اب ہم تجربیت پسند مفکرین کے حالات و واقعات اور انکے نظریات کا جائزہ لیں گے۔ اس میں اگرچہ بے شمار منکرین اور فلسفیوں کے نام ملتے ہیں مگر ان میں جو زیادہ مشہور ہیں جن میں لاک، برکلے اور ہیوم شامل ہیں ان کے تعارف اور نظریات کو بیان کیا جائے گا۔

جان لاک(John Locke):

انگلش فلسفی جان لاک تجربیت پسند مکتبہ فکر کا بانی ہے۔ یہ 1632ء کو سمرسیٹ کے گاؤں و رنگٹن میں پیدا ہوا۔ جان لاک نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی اور 1661ء تا1664ء تک آکسفورڈ میں یونانی زبان، علم بیان اور اخلاقی فلسفہ پر لیکچر دیتا رہا جان لاک نے 1704ء میں وفات پائی۔

لاک تجربیت پسندی(Empiricism) کے نظریات کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔ اور یہ ڈیکارٹ کی طرح متشکک (Skeptic) بھی تھا۔ جان لاک نے اس دور کے فلسفیوں میں رائج اس نظریہ کی تردید کی کہ "انسان کے ذہن میں پیدائشی طور پر کچھ تصورات موجود ہوتے ہیں"۔

اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ پیدائشی طور پر کوئی تصور کسی کے ذہن میں نہیں ہوتا بلکہ انسان جو بھی سیکھتا ہے۔ اپنے تجربے مشاہدے اور حسیات کی مدد سے سیکھتا ہے۔

چنانچہ "دی انسائیکلو پیڈیا آف فلاسفی" میں جان لاک سے متعلق حسب ذیل الفاظ درج ہیں:

"John Locke was an empiricist He set the tone for his successors. His new way of ideas, as it was called, had as its

[1] ایضاً، ص: ۲۹۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

qure into the original certainly, and extent of purpose "to in human knowledge, together with the grounds and degree of belief, opinion, and assent." The reference to certainty makes it appear that he was concerned with skepticism or with skeptical arguments similar to Descartes methed of doubt, Locke's solution to this problem, however, was by no mean consistently empiricist. His target for attack was the doctrine of innate ideas"[1]

یعنی "جان لاک ایک تجربیت پسند تھا اور اس نے اپنے جانشینوں (یا بعد میں آنے والوں) کیلئے ایک نیا انداز مقرر کیا۔ اس کے نظریات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تشکیک سے وابستہ تھا جیسا کہ ڈیکارٹ کا مسلک ہے۔ لیکن یہ مسائل حل کرنے میں ایک بااصول تجربیت پسند تھا۔ اس نے پیدائشی یا جبلی نظریات کے عقیدہ کی بھی تردید کی"

"تاریخ فلسفہ جدید" میں نعیم احمد صاحب بھی لاک سے متعلق مذکورہ بالا عبارت سے ملتے جلتے الفاظ لکھتے ہیں:

"لاک نے فلسفہ میں ایک نئی روایت تجربیت پسندی (Empiricism) کا آغاز کیا اور تحسّ[2] کو علم کا ذریعہ قرار دیا۔ اپنے ایجابی نظریات کو پیش کرنے سے قبل اس نے "مقالہ فہم انسانی" کے پہلے حصہ میں وہبی تصورات کے نظریہ پر تنقید کر کے اسکی نفی کی ہے۔"[3]

فلسفیوں کا یہ نظریہ کہ انسان کے ذہن میں بعض تصورات وہبی یا پیدائشی ہوتے ہیں۔ اس سے مراد ہے کہ بعض فلسفیوں نے جن میں ڈیکارٹ وغیرہ شامل ہیں ان کا دعویٰ تھا کہ خدا کا تصور انسان کے

---

[1] The Encyclopaedia of philosophy, p.501, vol.II Macmillan Limited London, 1967

[2] یعنی حس اور حواس

[3] تاریخ فلسفہ جدید، ص: ۱۰۰، مصنف: نعیم احمد علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذہن میں پیدائشی طور پر موجود ہوتا ہے جبکہ جان لاک چونکہ مابعد الطبیعاتی امور اور ذات باری تعالیٰ کا منکر تھا اس لئے اس نے وہبی تصورات کی تردید کی۔ اس کے نزدیک مابعد الطبیعات کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ مابعد الطبیعاتی امور انسان کے تجربہ اور مشاہدہ سے ماوراء ہیں، چنانچہ فلسفیوں کا انسائیکلوپیڈیا میں جان لاک سے متعلق یاسر جواد لکھتا ہے۔

"اس نے مابعد الطبیعات کو مسترد کیا۔ دنیا کے بارے میں علم صرف تجربے اور تجربے پر غور و فکر کے ذریعہ ہی حاصل کیا جا سکتا ہے۔"[1]

جارج برکلے (George Berkely):

جارج برکلے 1685ء کو آئرلینڈ میں پیدا ہوا۔ برکلے نسلاً برطانوی ہے کیونکہ اس کا باب ولیم برکلے خود برطانوی تھا، تجربیت پسند مفکرین (Empiricists) میں جان لاک کے بعد جارج برکلے کا نام آتا۔ یعنی اس نے جان لاک کے نظریات و افکار کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اگرچہ برکلے کو تجربیت پسندی (Empiricisim) میں جان لاک کا جانشین تصور کیا جاتا ہے مگر اس نے لاک کے بعض نظریات سے اختلاف بھی کیا۔ مثلاً جان لاک کے مابعد الطبیعاتی امور سے متعلق اور ذات باری تعالیٰ سے متعلق نظریات پر جارج برکلے نے تنقید کی۔ چنانچہ "دی انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی" میں جارج برکلے سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں:

"One aim of Berkeley, the second of the British empiricists, was to rid Locke's philosophy of those elements which were inconsistent with empiricism, although Berkely's main aim was to produce a metaphysical view which would show the glory of God. According to this view , there is nothing which

1 فلسفیوں کا انسائیکلوپیڈیا، ص: ۲۰۶، مصنف: یاسر جواد، بک ہوم، لاہور 2005ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

our understanding cannot grasp, and our perceptions can be regarded as a kind of divine language by which God speaks to us; for God is the cause of our perceptions"[1]

یعنی "برکلے" جو کہ دوسرا برطانوی تجربیت پسند ہے اس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ لاک کے فلسفے کو پاک کرنا ان نشانات سے جو کہ تجربیت پسندی سے لاتعلق تھے۔ اگرچہ برکلے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ وہ مابعد الطبعیاتی نقطہ نظر کو متعارف کروائے' جس سے خدا کی شان و شوکت واضح ہو۔ اس نقطہ نظر کے مطابق 'اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جو ہمارے علم کی گرفت میں نہ آسکتی ہے اور ہماری قوتِ ادراک (حس) خیال کر سکتی ہے اس مقدس زبان کا جو کہ خدا ہم سے بولتا ہے اللہ تعالیٰ ہماری قوت ادراک کا سبب ہے۔"

تشکیکیت (Skepticism) اور برکلے:

ڈیکارٹ کے تعارف میں گزر چکا ہے کہ اس نے ہر اصول اور نظریہ میں شک کی گنجائش رکھی یعنی اس کی نظر میں دنیا کی ہر شے پر شک کیا جا سکتا ہے۔ وحی و الہام پر شک کیا جا سکتا ہے، مابعد الطبعیات نظریات پر شک کیا جا سکتا ہے۔ ڈیکارٹ کے نزدیک شک کرنا ایک ایسا حربہ ہے جس کی زد سے کوئی شے نہیں بچ سکتی۔ اس نظریہ کو فلسفیوں کے یہاں تشکیکیت (Skepticism) کا نام دیا گیا ہے۔ تجربیت پسند مکتبہ فکر کا بانی جان لاک بھی تشکیکیت (Skepticism) سے متاثر تھا۔ جارج برکلے اگرچہ جان لاک کا تجربیت پسند نظریات میں جانشین تصور کیا جاتا ہے۔ مگر اس نے جان لاک اور ڈیکارٹ کے تشکیکیت پسند رجحانات کی مخالفت کی۔ کیونکہ برکلے ایک مذہبی مفکر تھا اور مذہبی مفکر ہونے کے ناطے اس نے ملحدیت اور مادیت کا رد کیا۔

چنانچہ " فلسفہ جدید" میں نعیم احمد صاحب برکلے سے تعلق حسب ذیل الفاظ لکھتے ہیں۔

---

[1] The Ency. of Philosopy P:502, vol: Two

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"برکلے بنیادی طور پر ایک مذہبی مفکر تھا۔ اس نے فلسفیانہ استدلال کو بھی مذہبی محرکات کے تحت اپنایا۔ اس کے نمایاں مقاصد دو تھے۔ جن کا اس نے بار بار اپنی تصانیف میں ذکر کیا(۱) تشکیکیت یا ارتیابیت کا مکمل خاتمہ (۲) مادیت کا ابطال۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاں تک دعویٰ کرنے کا تعلق ہے' برکلے سے بڑھ کر ہمیں تشکیک کا کوئی اور دشمن نظر نہیں آتا اس طرح مادیت پسندی کے ابطال میں بھی برکلے نے بڑھ چڑھ کر دلائل دیے ہیں۔"[1]

ڈیوڈ ہیوم (David Hume):

ہیوم 1711ء کو اڈنبرگ میں پیدا ہوا۔ ۱۷۲۳ء میں اڈنبرگ میں یونانی زبان سیکھنے کیلئے داخل ہوا۔ ۱۷۳۴ء میں ہیوم فرانس چلا گیا۔ یہاں اس نے اپنی آئندہ زندگی کیلئے واضح لائحہ عمل کیا۔ فرانس میں ہیوم نے لافلیشے (La Flache) کے مدرسہ میں تین سال لگائے' یہ وہی اسکول ہے جس میں ڈیکارٹ نے تعلیم پائی تھی۔ اس دوران اس نے اپنی مشہور کتاب "فطرت انسانی کا رسالہ" مکمل کی۔ ۱۷۴۰ء میں ہیوم کی آدم سمتھ کے ساتھ عمر بھر کی رفاقت کا آغاز ہوا۔ ۱۷۶۹ء میں ہیوم اڈنبرگ واپس آیا اور ۱۷۷۶ء میں وفات پائی۔

مذکورہ بالا سطور میں ہیوم کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اب اس کے نظریات اور افکار و خیالات کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

ڈیوڈ ہیوم تیسرا تجربیت پسند مفکر تسلیم کیا جاتا ہے جس نے اپنے سے ماقبل جان لاک اور جارج برکلے کے تجربیت پسندی کے رجحانات کو ترقی دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ ہیوم' جان لاک اور برکلے دونوں سے متاثر تھا۔ ایک طرف ہیوم تشکیکیت (Skcpticisim) میں جان لاک کا پیرو تھا اور دوسری طرف

[1] تاریخ فلسفہ جدید، ص: ۱۴۶، مصنف: نعیم احمد علمی کتاب خانہ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تصوریت (Idealism) میں جارج برکلے سے متاثر تھا۔ یہ صرف لاک اور برکلے سے ہی متاثر نہیں تھا بلکہ اور بھی متعدد فلسفیوں کی آراء اور نظریات کی جھلک ہیوم میں نظر آتی ہے۔

چنانچہ ہیوم کے بارے میں ملتا ہے۔

"Hume's philosophy has often been treated as the culminat of the empiricist tradition of Locke and Berkeley , but it can also be seen to continue the sheptical tradition and even more strinkingly, the naturalist tradition of Epicurus , Lucretius, Hobbes and Spinoza" [1]

ہیوم تشکیکیت (Skepticisim) کا پرجوش حامی تھا اور اس نے اپنی زندگی کے آخری ایام تک اس نظریہ سے وابستگی کا اظہار کیا۔ چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی" میں ہے۔

"To the end of his life Hume called himself a sheptic, but his scepticism was in the service of his secular reform of culture, and alway's mitigated by his recognition that a true sceptic would be as diffident of his doubts of his convictions, Sceptical arguments are found useful, however ,to cut down the pretensions of dogmatic religious and rationalist clamis. His the septic although purporting only to portraly one sort of philosopher is often read as a self-portract."[2]

[1] Concise Routledge Ency. of Philosophy, P. 366 , Routledge ,New yark , 1977

[2] Concise Routledge Ency. of Philosophy, P. 366-67 , Routledge ,New yark , 1977

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اس کا مفہوم یہ ہے کہ "ہیوم اپنی زندگی کے اختتام تک ایک متشکک کہلاتا تھا۔ تاہم اس کی تشکیکیت نے تہذیب و تمدن کو غیر مذہبی بنانے کی خدمت سرانجام دی اور یہ ہمیشہ ایک صحیح متشکک کی قدر افزائی میں تخفیف کرتا تھا اور (ہیوم) اپنے شکوک میں پختہ یقین سے محروم تھا۔ متشکک دلائل مفید ہیں، تاہم اس نے بے دلیل مذہبی افراد اور عقلیت پسندوں کے جھوٹے دعویداروں کا قلع قمع کیا۔ اس کا مضمون (The Skeptic) اگرچہ اس میں اسکا منشا صرف ایک قسم کے فلسفی کی تصویر کھینچنا تھا اور یہ مضمون ایسے پڑھا گیا جیسے یہ اپنی ذات میں تصویر ہو۔"

ڈیوڈ ہیوم مشہور کتاب "فہم انسانی" میں لکھتا ہے :

> "جب غائر النظر اور فلسفی متشککین انسانی علم و تحقیق کے متعلق عالمگیر شک انگیزی کی کوشش کریں گے۔ تو میدان ہمیشہ انھی کے ہاتھ رہے گا۔"[1]

یعنی ہیوم کے نزدیک تحقیق وہی درست ہے جو شک کی بنیاد پر کی جائے اور جو فلسفی اور مفکر متشکک ہوگا وہی صحیح معنوں میں محقق ہے۔ ہیوم نے جان لاک اور جارج برکلے کے تجربیت پسندی سے متعلق نظریات کا پرچار کرتے ہوئے اس مکتبہ فکر کو اپنے فلسفے کی مدد سے تکمیل پذیر کرتے ہوئے لاک اور برکلے نے جو تجربیت پسندی میں کمی چھوڑی تھی اس کو ہیوم نے پورا کیا۔ چنانچہ "تاریخ فلسفہ جدید" میں نعیم احمد صاحب رقمطراز ہیں:

> "برطانوی تجربیت پسندی کا مکتب فکر جس کے نمائندے لاک، برکلے اور ہیوم ہیں، دراصل ہیوم کے فلسفہ ہی میں تکمیل پذیر ہوا"[2]

افادیت پسندی(Utilitarianism):

اخلاقیات کے میدان میں افادیت پسندی (Utilitarianism) کا نظریہ ہیوم نے متعارف

---

1 فہم انسانی، مصنف: ڈیوڈ ہیوم ص ۱۷۶ مترجم عبدالباری ندوی مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۳۸ء

2 تاریخ فلسفہ جدید، ص: ۱۷۷ ۴ فلسفیوں کا انسائیکلوپیڈیا، ص: 223

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کروایا۔

اس ضمن میں "یاسر جواد صاحب" لکھتے ہیں:

"اخلاقیات کے شعبے میں ہیوم نے افادیت(Utilitarianism)کا نظریہ تشکیل دیا اور افادیت کو اخلاقیات کی کسوٹی قرار دیا۔ اس کے خیال میں درست اور غلط کا تصور منطقی نہیں بلکہ آپ کی اپنی مسرت کے حوالے سے ابھرتا ہے۔"[1]

تجربیت پسندی کے اثرات:

تجربیت پسند (Empiricistis)مفکرین اور فلسفیوں نے تجربہ اور مشاہدہ کو حقائق کے ادراک میں بنیادی اہمیت دی۔ انھوں نے تجربیت (Empiricistis) کے ذریعے اس فکر کو عام کیا کہ ہر چیز انسان کے تجربے، مشاہدے اور حواس سے ماوریٰ ہو اسکا کوئی وجود نہیں اور انھوں نے یہ نظریہ بھی پھیلایا کہ دنیا کی ہر چیز شک کی زد میں آسکتی ہے۔ تجربیت پسند مفکرین میں جان لاک اور ڈیوڈ تجربیت پسند(Empiricistis)ہونے کے ساتھ ساتھ متشکک (Skeptic) بھی تھے۔

تجربیت پسندی (Empiricistis)اور تشکیکیت (Skepticsim) نے مذہبی عقائد اور روایات پر کاری ضرب لگائی، مذہب کا چونکہ وحی اور الہام (Revelation) سے تعلق ہوتا ہے اور یہ چیزیں انسان کے تجربے اور مشاہدے سے ماوریٰ ہیں۔ لہٰذا تجربیت پسند رجحانات کے باعث یورپ کے معاشرہ میں لادینیت کو فروغ ہوا کیونکہ ان رجحانات کے باعث لوگوں کے دلوں میں مذہب کے بارے میں شکوک وشبہات نے جنم لیا۔

چنانچہ "جان ہرمن اینڈل جونیر" تجربیت پسندی کے اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"حقیقت حال کے اعتبار سے سکاٹ لینڈ کا ہیوم تجربیت کے مفید و مضر پہلوؤں کے اعتبار سے اس کا سب سے بڑا داعی تھا۔ اسے فطرت کے مشاہدے پر غیر معمولی عبور حاصل

[1] فلسفیوں کا انسائیکلوپیڈیا، ص:223

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ ساتھ ہی وہ دور جدید کی سائنٹفک تحقیق کے طریقے سے آگاہ تھا۔ جس میں عقلیت کے اوہام سے نجات پایا ہوا معاصر تصور بھی شامل تھا اس نے نیم سنجیدگی اور نیم تشکیک کے انداز میں کہا کہ اصل مقصد حقیقی دینا نہیں بلکہ وہ تصویری دنیا ہے جو لوگوں کے دماغوں میں ہے۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ انسان کو جس دنیا کا تجربہ ہے وہی انسانی مقاصد کے لئے حقیقی دنیا ہے وہ کہتا ہے کہ کوئی علم' جس کے ساتھ کسی مقدم اثر حواس کا سراغ نہ مل سکے' صداقت کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ اس تلوار کے بے پناہ وار سے جو نتیجے پیدا ہو سکتے تھے۔ ان کے باب میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ صرف سوچ لینا ہی کافی ہے۔ دینیات' معقول اخلاق' ڈیکارٹ کا سائنس' جو چیز اس کے زیر اثر آئی 'ریزہ ریزہ ہو گئی۔"[1]

تجربیت پسندی' عقلیت پسندی اور مابعد الطبیعاتی امور:

عقلیت پسند (Rationalists) مفکرین اور فلسفیوں نے بھی اگرچہ مابعد الطبیعات سے متعلق صرف عقل کو راہنما قرار دیا اور وحی و الہام کی ضرورت محسوس نہ کی لیکن عقلیت پسندوں میں ہمیشہ یہ بات نظر [illegible] کہ انھوں نے سرے سے مابعد الطبیعاتی امور کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ اس مکتبہ فکر سے وابستہ فلسفیوں اور مفکرین کا یہ نظریہ تھا کہ انسان اپنے تمام مسائل چاہے انکا تعلق طبیعی واقعات سے ہو یا مابعد الطبیعاتی امور ان سب کا حل عقل کی روشنی میں ہونا چاہیے۔ جیسا کہ عقلیت پسندی کے اثرات کے باعث یورپ میں رونما ہونے والی تحریک "Deism" (خداشناسی) سے متعلق بیان ہو چکا ہے کہ انھوں نے خدا کی ہستی کا انکار نہیں کیا بلکہ انھوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ہم وحی و الہام (Revelation) کے بغیر مطلق اپنی عقل سے خدا کو پہچان سکتے ہیں۔

عقلیت پسندی کے برعکس تجربیت پسندی کے حامیوں نے سرے سے مابعد الطبیعاتی امور کا انکار کیا (جیسا کہ ہم نے تجربیت پسندوں کے حالات و نظریات کے بیان میں لاک اور ہیوم کے نظریات کا جائزہ لیا

---

[1] [illegible] کا ارتقاء ص: ۹۹-۲۹۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔) تجربیت پسند مفکرین نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جو چیز انسان کے حواس، مشاہدات اور تجربات کی حدود سے بالاتر ہو اسکا کوئی وجود نہیں یا کم از کم اس کے وجود پر شک ضرور کرنا چاہیے۔ چنانچہ سید مودودی صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"یہ لوگ عالم طبیعت' اور دنیائے مادہ و حرکت کے باہر کسی چیز کے وجود کو ماننے کیلئے تیار نہ تھے اور ان کے نزدیک حقیقت صرف انہی چیزوں کی تھی جو ہمارے مشاہدہ و تجربہ میں آتی ہیں۔ ہیوم (Hume) نے اپنے تجربیت (Empiricism) اور فلسفہ تشکیک سے اس طریق فکر کی زبردست تائید کی اور معقولات کی صحت کیلئے بھی تجربہ ہی کو معیار قرار دینے پر زور دیا۔"[1]

عقلیت پسند مفکرین اور تجربیت پسند مفکرین کے مابعد طبیعاتی امور سے متعلق نظریات کو بیان کرتے ہوئے "Bedford" لکھتا ہے۔

"Rationalists and empiricists have very different attitudes towards natural science and towards metaphysics. Rationalists have been inclined, broadly speaking,to think of beliefs based on experience of infecter with error, For them, and understanding of the world is not to be gained through sense-perception, which is confused , but precisely because mentaphysical, speculation. But precisely because mentphysics claims to give knowledge of a reality transcending experience. The empiricist tradition has therefore been antagonistic to metaphysics.[2]

[1] تنقیحات' ص: ۱۲' مصنف: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اسلامک پبلی کیشنز 1998ء

[2] The concise Ency. of Westem philosopy and philosophers , P 122

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "عقلیت پسند اور تجربیت پسند مابعد الطبیعاتی امور اور طبیعی سائنس سے متعلق مختلف نظریات کے حامل ہیں۔ عقلیت پسند اس طرف مائل ہوئے کہ عقائد کو تجربہ کی بنا پر سوچنے سے اس میں غلطی کے جراثیم داخل ہونگے۔ ان کے نزدیک دنیا کا علم قوت ادراک کی حس کے ذریعے ہی حاصل نہیں ہوتا۔ انکے نزدیک مابعد الطبیعاتی علم قیاس کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس میں بہت ہی محتاط ہونا چاہئے کیونکہ مابعد الطبیعات حقیقت کا علم فراہم کرنے کا دعویٰ کرتا ہے جو کہ تجربہ سے ماوری ہے۔ اس لئے تجربیت پسند مابعد الطبیعاتی امور سے متعلق مخالفانہ رویہ رکھتے ہیں۔

عقلیت پسند مفکرین اور تجربیت پسند مفکرین کے مابعد الطبیعاتی امور سے متعلق نظریات کا جائزہ لینے سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ وحی والہام کا انکار کرنے کے باعث اگرچہ عقلیت پسند مفکرین بھی ملحدین کی صف میں شمار کئے جاتے ہیں مگر ان کے برعکس تجربیت پسندوں کی ملحدیت اور دہریت عقلیت پسندوں سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ کیونکہ انھوں نے سرے ہی سے مابعد الطبیعات کا انکار کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

مذہب اور سیکولرازم

اس فصل میں سیکولرازم کا مذہب کے بارے میں نقطہ نظر واضح کیا جائے گا کہ سیکولر نظام میں مذہب کی کیا حیثیت ہے؟ اس کے علاوہ مذہبی افراد کے سیکولرازم سے متعلق نظریات کا بھی جائزہ لیا جائے گا۔

دراصل سیکولر مفکرین کے مذہب کے بارے میں نظریات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بعض مفکرین مذہب کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں جبکہ بعض کی آراء سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بالکل مذہب کا رد نہیں کیا مگر ایسے سیکولر مفکرین جنھوں نے کلیتاً مذہب کا انکار نہیں کیا اگر ہم ان کے نظریات کا بھی جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے مذہب کو انفرادی زندگی تک محدود کیا ہے، اجتماعی امور سے انھوں نے بھی مذہب کو بے دخل کرنے کا نظریہ پیش کیا ہے۔

سیکولرازم کے مذہب کے بارے میں اس مختلف النوع نظریات کے باعث مذہب اور اس سے وابستہ افراد کے درمیان سیکولرازم سے متعلق مختلف نظریات ملتے ہیں۔ مثلاً سیکولر مفکرین کا وہ گروہ جو شدت سے مذہب کی مخالفت کرتے ہیں ان کے بارے میں تو مذہبی افراد کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ان کا تو وہ رد کرتے ہیں جبکہ سیکولر مفکرین کا وہ گروہ جو مذہب کا بالکل رد نہیں کرتا بلکہ مذہب کی انفرادی حیثیت کے قائل ہیں۔ عوام الناس تو ایسے سیکولر مفکرین سے متاثر ہیں جبکہ علمائے دینیات نے ایسے سیکولر مفکرین کا بھی رد کیا ہے جنھوں نے مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ قرار دیتے ہوئے مذہب کو نجی زندگی تک محدود کیا ہے۔ ان حضرات نے ایسے مفکرین کی اس لئے مخالفت کی ہے کہ اگر ہم مذہب کو اجتماعی امور سے بے دخل کر کے نجی زندگی تک محدود کر دیا جائے تو اس سے مذہب کی حیثیت اور حقانیت میں فرق آئے گا۔ کیونکہ اگر ہم یورپ میں سیکولرازم کے ارتقاء اور نشو نماء کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جب یورپ میں سیکولر نظریات کو پذیرائی حاصل ہوئی تو اس کی وسعت تمام نظامہائے زندگی تک پھیل گئی جن میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرتی، معاشی، سیاسی، اور تعلیمی نظام شامل ہیں۔ جب سیکولر نظریات سے متاثر ہو کر ان نظام ہائے زندگی و جدید انداز میں تشکیل دیا گیا تو ان میں مذہب کیلئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ یورپ میں اس تبدیلی سے بڑے دوررس نتائج مرتب ہوئے۔ مثلاً اگر ہم معاشرتی پہلو کا جائزہ لیں تو معاشرتی نظم انسان کا بنیادی مسئلہ ہے۔ یورپ میں سیکولرازم سے قبل معاشرے میں مذہبی تعلیمات اور اثرات کے باعث عفت و عصمت اور شرم و حیا کا پاس کیا جاتا تھا اور اس طرح خاندانی نظام مضبوط بنیاد پر استوار تھا۔ جبکہ سیکولر معاشرتی نظام میں یہ تبدیلیاں رونما ہوئیں کہ معاشرے سے شرم و حیا کا تصور یکسر ختم ہو گیا، خاندانی نظام بکھر گیا، اور اس طرح عریانی و فحاشی کا سیلاب اور اخلاق رذائل کا فروغ یہ سیکولرازم کے زیر سایہ پروان چڑھے۔

سیکولرازم کی وسعت اور ہمہ گیری نے سیاسی نظام کو بھی متاثر کیا۔ جدید سیکولر مغربی مفکرین نے یہ نظریہ پیش کیا کہ مذہب کا ریاستی امور میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہئے بلکہ سیاسی اور ریاستی نظام کو مذہب سے پاک ہونا چاہئے۔

انسانی زندگی میں معاشیات یا معاشی نظام غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ سیکولرازم کے فروغ سے قبل مغرب و یورپ میں مذہبی تعلیمات اور اثرات کے باعث معاشیات کے ضمن میں حلال و حرام کا تصور موجود تھا۔ جبکہ جدید سیکولر معاشی نظام جائز و ناجائز اور حلال اور حرام کے تصورات سے پرے ہے۔

سیکولرازم نے تعلیمی نظام میں بھی مذہب کے اثرات ختم کیے ہیں مثلاً یورپ کے روایتی اور مذہبی معاشرہ میں اگر ہم تعلیمی نظام کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں عیسائی خانقاہیں ہی تعلیم و تعلم کا مرکز تھیں اور اس دور میں خالص مذہب کے رنگ میں رنگی ہوئی تھی جبکہ سیکولر تعلیمی نظام کو لادینی بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ جیسا کہ "دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں سیکولر تعلیمی نظام سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں۔

"Of education, instruction, Relating to non-religious subjects"[1]

---

[1] The oxford English Dictionery, P: 848 vol xiv

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی (سیکولرازم نے) "تعلیم کے ضمن میں غیر مذہبی مضامین (پڑھانے) کی ہدایت کی" مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اگر مذہب کو اجتماعی امور سے بے دخل کر کے نجی زندگی تک محدود کر دیں تو پھر مذہب کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ اب ہم سیکولرازم کے مذہب سے متعلق نظریات کا جائزہ لیتے ہیں۔

سیکولرازم کی اصطلاح کا موجد ہولی اوک (Holyoake) جس نے باقاعدہ سیکولرازم کی تحریک کا آغاز کیا۔ اگر ہم اس کے نظریات کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے مذہب کا انکار نہیں کیا اس نے مذہب اور سیکولرازم کو ایک دوسرے کا حریف قرار نہیں دیا۔ اور اس طرح ہولی اوک (Holyoake) کے جو جانشین تھے انھوں نے بھی مذہب اور سیکولرازم کو ایک دوسرے کا حریف یا مدمقابل نہیں قرار دیا۔ چنانچہ "دی انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا" میں سیکولرازم سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیکولرازم نے کسی بھی مذہب کی مخالفت نہیں کی چنانچہ اس میں درج ہے:

"It does not formally deny the truth of religion"[1]

یہ ہولی اوک (Holyoake) کے انہی نظریات کا اثر ہے جو اس نے "مذہب اور سیکولرازم" کے ضمن میں پیش کیے۔ جب کہ سیکولرازم کی تحریک مذہب کے بارہ میں اپنے رجحانات پر قائم نہ رہ سکی اور بعد میں آنے والے سیکولر مفکرین نے "مذہب اور سیکولرازم" کو ایک دوسرے کا حریف اور دشمن قرار دیا۔ بعض ایسے مفکرین بھی نظر آتے ہیں جنھوں نے شدت سے مذہب کا انکار کیا۔ "ڈکشنری آف دی سوشل سائنسز" میں ہے۔

"Secular is the opposite of the total meaning of sacred, it is opposite of venerated and inviolable"[2] the

اسی طرح "انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" میں ہے۔

---

1 The new International Ency. P:750, vol: xvii

2 A Dictionary of the social Sciences P 625

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Secularism may be described as a movement, negatively religious,it may be regarded as negatively religious"[1]

مذہب سے متعلق ایسے متشدد نظریات کو "Extreme seculerism" کہتے ہیں۔ جبکہ دوسرے نظریات جو مذہب مخالف نہیں اسے "Soft seculerism" کہتے ہیں۔ یعنی سیکولرازم سے وابستہ ایسے تصورات جو مذہب کے بارہ میں نرمی اختیار کرتے ہیں۔

سیکولرازم میں مذہب کی حیثیت:

جیسا کہ اس بات کی وضاحت کردی گئی ہے کہ سیکولرازم انسانی زندگی کے اجتماعی امور سے مذہب کو بے دخل کر کے مذہب کو نجی زندگی (Private Life) تک محدود کرتا ہے۔ سیکولر نظام میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ ایک انسان چاہے تو مذہبی تعلیمات اور رسومات پر عمل پیرا ہو سکتا ہے لیکن کسی کو جبراً مذہب اور اسکی تعلمات پر عمل کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ سیکولرازم نظام میں مذہب کی حیثیت اور دائرہ کار پر گفتگو کرتے ہوئے سید مودودیؒ رقمطراز ہیں۔

> "نئے نظام زندگی کے ہر شعبے سے "مذہب" کو عملاً بے دخل کر دیا گیا ہے اور اس کا دائرہ صرف شخصی عقیدہ و عمل تک محدود کر کے رکھ دیا گیا یہ بات تہذیب جدید کے بنیادی اصولوں میں داخل ہوگئی کہ مذہب کو سیاست 'معیشت' اخلاق' علم وفن' غرض اجتماعی زندگی کے کسی شعبے میں بھی دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ وہ محض افراد کا شخصی معاملہ ہے۔[2]

جدید نظام میں مذہب کو انسانی زندگی کے مختلف شعبوں سے اس لئے بے دخل کیا گیا ہے کہ سیکولر مفکرین

---

[1] Ency. of Religion and Ethics P 347, vol 11

[2] سلامی نظام زندگی اور اسکے بنیادی تصورات ' ص: ۲۹۹ اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۹۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے نزدیک مذہب دور حاضر میں نا قابل عمل ہے۔ کیونکہ جدید دور سائنس و ٹیکنالوجی کا دور ہے اور مذہب جدید دور کی ترقی کا ساتھ دینے سے قاصر ہے، چنانچہ اس ضمن میں حسین مطلب صاحب لکھتے ہیں:۔

> "سیکولرازم کے نظریے کے مطابق مذہب کا ریاست کے معاملات میں کوئی دخل نہیں ہے۔ اس میں مذہب کو بالکل دیس نکالا دے دیا جاتا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مذہب جدید دور اور ترقی کا ساتھ نہیں دے سکتا"[1]

ڈیوڈ مارٹن مذہب کا نجی زندگی تک محدود ہونے کی ایک وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ ایک ملک یا ریاست میں ایک سے زائد مذاہب اور نظریات کے حامل افراد بستے ہو تو اس میں کسی ایک مذہب کو اگر اجتماعی امور یا امور سلطنت میں داخل کیا جائے گا تو وہ دیگر مذاہب والوں سے عدم رواداری کا برتاؤ کرے گا۔ چنانچہ ڈیوڈ مارٹن لکھتا ہے:

> "Religion becomes a private matter in a pluralist society"
>
> ترجمہ: "مختلف نظریات سے وابستہ افراد کے معاشرے میں مذہب ذاتی معاملہ ہونا چاہیے"[2]

کثیر المذاہب معاشرے یا ملک میں سیکولرازم کے نظریات کی تائید کرتے ہوئے انور پاشا" اس ضمن میں لکھتا ہے۔

> "سیکولرازم کے تصورات سے اختلاف کی گنجائش تو ہو سکتی ہے مگر یہ بات اپنی جگہ مسلّم ہے کہ کثیر المذاہب کسی بھی ملک یا معاشرے میں سیکولر تصورات کو نظر انداز کر کے ایک پر امن مبنی بر انصاف اور جمہوری نظام کا قیام ممکن ہی نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ایک مذہب کے ماننے والوں کی آبادی والے ملک اور معاشرے میں بھی سیکولرازم کو پس انداز کر جدید عہد کے تقاضوں کے موافق ایک جمہوری نظام کا قیام ممکن نہیں ہے"[3]

---

[1] ماہنامہ ترجمان القرآن، ص ۴۹، اشاعت: اکتوبر ۱۹۹۶ مضمون نگار: مطلب حسین، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور۔

[2] The Religious and the secular, p.49 By:David Martin, Routledge and kegan paul, 1969.

[3] مذہب، مسلمان اور سیکولرازم، ص: ۲۹۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا عبارات میں یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر ایک معاشرے میں مختلف مذاہب اور مختلف نظریات کے حامل افراد بستے ہو تو ایسے معاشروں میں مذہب کی حیثیت اجتماعی نہیں بلکہ انفرادی ہونی چاہیے تاکہ "تمام افراد سے برابری کا سلوک روا رکھا جائے اور کسی سے زیادتی نہ ہو، دراصل سیکولر مفکرین صرف کثیر المذاہب والے معاشرے سے ہی مذہب کو رخصت نہیں کرنا چاہتے بلکہ ایسے مفکرین مذہب اور اسکے شعائر (Icons) کی ہر سطح پر مخالفت کرتے ہیں اور انسانی زندگی سے مذہب اور اسکی رسومات و عبادات کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ جیسا کہ "ڈیوڈ مارٹن" کی حسب ذیل عبارت سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے۔

> "Secularization means that there is less frequent attendance at church services of all kinds and less religious observance in the home. people pray less frequently, show no interest in appears to the Deity, even when in dandger and make no reference to Him. Religion sancturies and sacred names and objects are treated as equivalent"[1]

اس عبارت کا مفہوم یہ کہ "سیکولر بنانے کے عمل سے مراد ہے کہ اس (نظام) میں چرچ کی کثرت سے حاضری اور اسکی تمام اقسام کی خدمات میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور گھر کی (چاردیواری) میں بھی مذہبی پابندیوں میں کمی آجاتی ہے۔ لوگوں کا کثرت سے عبادت و ریاضت کا رجحان کم ہو جاتا ہے اور لوگ دیوی یا دیوتا کی درخواست (التجا) پر کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کرتے، یہاں تک کہ جب لوگ خطرے میں ہوتے ہیں تو پھر بھی اس (معبود) سے تعلق نہیں جوڑتے۔ (سیکولر نظام میں) مقدس مذہبی مقام مقدس نام اور مقاصد سے مساویانہ سلوک کیا جاتا ہے" (یعنی ان کو کوئی خاص فضیلت نہیں دی جاتی) جدید سیکولر مفکرین نے مذہب سے متعلق یہ نظریہ پیش کیا کہ مذہب ترقی کا دشمن اور انسانی زندگی میں جمود طاری کرنے والی چیز ہے۔ لہٰذا اگر انسان ترقی اور فلاح و بہبود کا خواہ ہے تو اسے مذہب سے جدا ہونا پڑے گا۔ اس

[1] The Religus and the Secular, P:50 by: David Martin

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمن میں ڈی، جی، چارلٹن لکھتا ہے۔

"Religion is superstitious fully and hinderance to human progress"[1]

یعنی "مذہب احمقانہ اوہام پرست ہے اور انسانی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے" یورپ میں جیسے جیسے سیکولرازم کی وسعت ہوئی اسی کے ساتھ وہاں پر مذہب اور اس کے علمبرداروں یعنی اصحاب کلیسا کے اقتدار، اختیار اور اثر ورسوخ میں کمی واقع ہوتی گئی۔ چنانچہ "انسائیکلو پیڈیا آف سوشل سائنسز" میں "B.Groethuysen: لکھتا ہے:۔

"Ecclesiastical and religious authority was powerless to prevent the spread of secularism into all spheres of thought and activity"[2]

ترجمہ: سیکولرازم کے پھیلنے اور اس کے تمام افکار و خیالات اور میدان عمل کے دائرہ کار میں کلیسائی اور مذہبی اقتدار کمزور پڑ گیا۔

الختصر یہ کہ سیکولر مفکرین میں وہ طبقہ جو سرے سے مذہب کا ابطال کرتا ہے اور جبکہ اس بر عکس دوسرے مفکرین مذہب کو انفرادی زندگی تک محدود کرتے ہیں، ہر دو صورتوں میں سیکولرازم نے مذہب کی حیثیت کو کم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

[1] Secular Religious in France, p.13, By: D.G.Charlton oxford university press. London, 1963

[2] Encyclopaledia of the social sciences, p.634 vol.13, Edwin R.A. Seligman, London,1967

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عیسائیت، اہل کلیسا اور سیکولرازم:

سیکولرازم کے فروغ میں جہاں اور بہت سارے عوامل کار فرما تھے ان میں مذہب عیسائیت اور اہل کلیسا کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

مثلاً اگر ہم عیسائیت کا مطالعہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مذہب عیسائیت میں زندگی کے مختلف امور سے متعلق قوانین نہیں ملتے جن کے ذریعے لوگوں کے معاملات طے پاتے ہیں اور نہ ایسے اصول و قواعد ہی نظر آتے ہیں جنکی بنیاد پر دنیوی معاملات اور مسائل کا حل مذہب کے مطابق کیا جائے۔ مسیحی تعلیمات صرف حضرت عیسیٰؑ کے مواعظ وارشادات پر مشتمل ہیں جو محض روحانی اور اخلاقی نوعیت کے حامل ہیں۔ عیسائیت میں موجود دین و دنیا کی اسی تفریق کے باعث سیکولرازم کو دینوی معاملات اور نظامہائے زندگی میں دخل اندازی کا موقع ملا۔ چنانچہ اس ضمن میں یوسف القرضاوی صاحب رقمطراز ہیں:۔

> "مسیحیت کی تعلیمات میں ایسی متعدد چیزیں موجود ہیں جو لادینی فکر (سیکولرازم) کی تائید کرتی ہیں، یعنی دین اور حکومت یا روحانی اقتدار اور دنیاوی اقتدار میں فرق کی تائید کرتی ہیں۔ گویا مسیحیت خود زندگی کے ان دونوں پہلوؤں میں تفریق کی قائل ہے، چنانچہ ایک پہلو یعنی دنیاوی اقتدار قیصر کیلئے ہے اور دوسرا روحانی اقتدار اللہ کے لئے"[1]

عیسائی دنیا (یعنی یورپ و مغرب) میں دین و سیاست کی دوئی ہی سے سیکولر نظام کی راہ ہموار ہوئی۔ اہل کلیسا رہبانیت کے زیر اثر دنیوی معاملات سے الگ تھلگ تھے جبکہ ریاست اور حکومت کو اس سے کھلی چھٹی مل گئی کہ وہ جو چاہے کرے اس کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

چنانچہ (سید ابوالحسن علی ندوی) قرون وسطی میں دین و سیاست کی کشمکش کا نقشہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

> "قرون وسطی میں عیسائی دنیا ایک خوں ریز کشمکش میں مبتلا تھی، ایک طرف کلیسا تھا جو دین کا نمائندہ تھا اور اس کی بنیاد "رہبانیت" پر تھی، دوسری طرف حکومت تھی جو جاہ و جلال کا

---

[1] اسلام اور سیکولرازم، ص: ۵۴، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مظہر اور اس کا ذریعہ تھی، ان کے درمیان ایسی رسہ کشی ہوئی کہ بالآخر دین و سیاست الگ الگ ہو گئے" [1]

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ مسیحیت میں موجود دین و دنیا کی تفریق نے بھی در حقیقت سیکولر نظام کے مواقع فراہم کئے۔

یورپ میں سیکولر ازم (لادینیت) کے فروغ میں جہاں عیسائیت کے کردار پر روشنی ڈالی گئی ہے وہی سیکولر ازم کے ضمن میں اہل کلیسا کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اہلیان کلیسا نے مذہبی اختیار اور اقتدار کا غلط استعمال کرتے ہوئے نہ صرف عیسائیت کو بدنام کیا بلکہ اصحاب کلیسا کے طرز عمل و دیکھتے ہوئے مغربی شخص ہر مذہب کا مخالف اور منکر ہو گیا اور مغرب کے رہنے والے فرد کے ذہن میں مذہب کی وہی تصویر آتی ہے جو اصحاب کلیسا نے پیش کی لہٰذا اہل کلیسا کے غلط طرز عمل کی بناء پر بھی لوگ مذہب سے متنفر ہو کر لادینیت کی شارع پر گامزن ہوئے۔ چنانچہ اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب لکھتے ہیں:۔

"کلیسا کے لرزہ خیز مظالم اور چیرہ دستیوں نے یورپ میں ہلچل مچا دی۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جن کے مفادات کلیسا سے وابستہ تھے، سب کے سب کلیسا سے نفرت کرنے لگے اور عداوت کے اس جوش میں بد قسمتی سے انھوں نے مذہب کے پورے نظام کو تہ و بالا کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ چنانچہ وہ جنگ جو شروع شروع میں عیاش قسم کے اہل کلیسا کے خلاف لڑی جا رہی تھی، وہ بعد میں عیسائی مذہب کے خلاف بھی شروع ہو گئی، اور اس کے بعد ہر مذہب کے خلاف انھوں نے جذبات کی رو میں بہ کر یہ سوچنا تک گوارہ نہ کیا کہ ان نفرت انگیز واقعات کا مذہب کہاں تک ذمہ دار ہے اور کہاں تک اس مذہب کے نام لیواؤں کی ذاتی حرص و جہالت۔ اس کشمکش کے بعد مغرب میں تہذیب الحاد کا دور دورہ شروع ہوا" [2]

1۔ تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات، ص: ۹۰ مصنف: سید ابو الحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام ۱۹۸۰

2 اسلام اور سیکولر ازم، ص: ۵۹، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، مصنف: علامہ یوسف القرضاوی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دراصل عیسائیت کی تاریخ میں مذہب کے علمبردار یعنی اہل کلیسا کا کردار اتنا وحشت ناک تھا کہ اسکے رد عمل کے طور پر یورپ میں مذہب کے بارے میں عمومی نفرت نے جنم لیا جس نے بعد میں سیکولرازم کے نظریہ کی شکل اختیار کر لی۔ چنانچہ علامہ یوسف القرضاوی صاحب اہل کلیسا سے متعلق رقمطراز ہیں:

"مغرب کے مسیحی شخص کے ذہن میں تاریخ کلیسا جبر و استبداد، قتل و دہشت گردی، محاکم تفتیش اور متحارب گروہوں میں خوں ریز جنگوں سے عبارت ہے اور اقتدار کے کلیسا کی طرف منتقل ہونے کا مفہوم اسی تکلیف دہ اور افسوس ناک صورت حال کی طرف لوٹنا ہے۔ اس لئے مغربی ممالک میں رہنے والے مسیحیوں کا مذہبی اقتدار سے بیزار ہونا اور اس کے فروغ و تسلط کی مخالفت کرنا ایک قابل فہم بات ہے۔"[1]

حاصل بحث:

اس باب میں سیکولرازم کے تاریخی تناظر کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ فصل اول میں یورپ کے روایتی معاشرے کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ جدیدیت سے پہلے اہل یورپ کا نظام زندگی کیسا تھا، اس میں روایتی معاشرے کے مذہبی پہلو کو مد نظر رکھ کر گفتگو کی ہے کہ اس معاشرہ میں اہل یورپ پر مذہب اور اسکی تعلیمات کے گہرے اثرات تھے اور اس زمانہ کے معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی اور تعلیمی ڈھانچوں (Structures) کو مذہب کے رنگ میں رنگا گیا تھا اور روایتی معاشرہ میں جہاں ہمیں مذہب کے اثرات کے باعث خوبیاں نظر آتی ہیں وہیں اس معاشرہ میں موجود خامیوں کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔

دوسری فصل عقلیت پسندی (Rationalism) کی تحریک سے متعلق ہے۔ شروع میں عقل اور اسکی حدود / دائرہ کو بیان کیا گیا ہے۔ اس میں عقلیت پسندی کا مفہوم واضح کیا گیا ہے۔ عقلیت پسند مفکرین نے انسانی زندگی میں فیصلہ کن حیثیت عقل کو قرار دیا۔ یہاں تک کہ انھوں نے مابعد الطبیعاتی امور سے متعلق بھی وحی کی راہنمائی کے بغیر عقل سے آگاہی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ عقلیت پسندی)

[1] اسلامی نظریہ حیات، ص: ۷۴۔۷۵، مؤلف: پروفیسر خورشید احمد کراچی یونیورسٹی کراچی، ۲۰۰۱ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(Rationalism) کے تحت اس تحریک کے مشہور مفکرین اور فلسفیوں کے افکار و نظریات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے، جنھوں نے عقلیت پسند رجحانات کو یورپ میں پھیلانے کی خدمات سرانجام دیں۔

عقلیت پسندی کے اثرات بھی زیر بحث آئے ہیں۔ عقلیت پسند رجحانات سے متاثر ہو کر یورپ میں اور کئی تحریکوں نے سر اٹھایا جن میں خدا شناسی (Deism) اور تحریک تنویر (Enlightenment) شامل ہیں۔

تیسری فصل میں تجربیت پسندی (Empiricism) پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یورپ میں عقلیت پسند رجحانات کے بعد تجربیت پسند رجحانات نے جنم لیا۔ جسطرح عقلیت پرستوں نے عقل کی اہمیت اور ضرورت پر زور دیا اس کے برعکس تجربیت پسند مفکروں نے تجربے کی اہمیت بیان کی۔ تجربیت پسند مفکرین نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسانوں کو اسی چیز کا یقین کرنا چاہیے جو اس کے تجربات اور مشاہدے میں آئے اور جو اشیاء انسان کے مشاہدات اور تجربات کی حدود سے بالاتر ہوں ان کا کوئی وجود نہیں یا ان اشیاء کے وجود پر شک ضرور کرنا چاہیے۔ اسی فکر نے آگے چل کر تشکیکیت اور ارتیابیت (Skepticism) کی شکل اختیار کی۔

چوتھی فصل میں "مذہب اور سیکولرازم" کے حوالے سے گفتگو کی گئی ہے۔ اس فصل میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ سیکولر نظام میں مذہب کو نجی زندگی (Private Life) تک محدود کیا گیا ہے اور اجتماعی امور سے مذہب کو بے دخل کیا گیا۔

اس کے علاوہ یہاں پر سیکولرازم کے فروغ میں مسیحیت اور اہل کلیسا کے کردار کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ عیسائیت میں ہمیں دین و دنیائی تفریق کا پہلو نظر آتا ہے۔ عیسائی مذہب چند اخلاقی اور روحانی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ اہل کلیسا کے طرز عمل نے بھی لوگوں کو مذہب سے متنفر کرنے اور لادینیت کی طرف مائل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب:3

سیکولرازم اور اسکی نظریاتی بنیادیں

تمہید

اس باب میں "سیکولرازم کی نظریاتی بنیادیں" زیر بحث آئے گی۔ اس میں ان تحریکوں اور عناصر کا ذکر کیا جائے گا جنھوں نے یورپ میں سیکولرازم کی راہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں نشاۃ ثانیہ(Renaissance)، تحریک اصلاح (Reformation) انقلاب فرانس (French Revalution)اور جدید مغربی سائنس جیسے موضوعات زیر بحث آئیں گے۔

دراصل نشاۃ ثانیہ، تحریک اصلاح اور فرانسیسی انقلاب کے نتیجے میں دنیا اور اسکے معاملات کے بارے میں اہل مغرب کے نقطہ نظر میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ جدید تحریکوں کے اٹھنے سے قبل یورپ کا معاشرہ مذہبی رنگ میں رنگا ہوا تھا۔ مذہبی نمائندے یعنی اہل کلیسا کو معاشرے میں اہم مقام حاصل تھا۔ اس دور کے افراد دنیوی و دینی معاملات سے متعلق علمائے مذہب سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ لوگوں کو اس بات کے ماننے میں کوئی تامل نہیں تھا کہ انسان اور پوری کائنات کا خالق ذات باری تعالیٰ ہے اور وہی اسکو چلانے والا ہے۔ ان کا اس بات پر بھی یقین تھا کہ یہ مادی دنیا اس وسیع کائنات کا ایک حقیر کا سا جزو ہے۔ ان کا اس بات پر بھی ایمان تھا کہ فرشتے، روح، جنت و دوزخ اور ذات باری تعالیٰ یہ سب چیزیں برحق ہیں۔ لیکن اہل یورپ کے دنیا و آخرت سے متعلق مذکورہ بالا نظریات قائم نہ رہ سکیں۔ اور یورپ میں متعدد ایسی تحریکوں نے سر اٹھایا، جن میں نشاۃ ثانیہ، احیائے علوم، تحریک اصلاح اور انقلاب فرانس وغیرہ جیسے واقعات ہیں جنھوں نے مغربی دنیا سے مذہب کو رخصت کر کے ان کو لادینیت کی شارع پر گامزن کیا۔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسطرح ان میں روحانیت کی جگہ مادیت کو فوقیت حاصل ہوئی۔ ان نظریات کے ابھرنے کے باعث جدید دور کا انسان الہامی علم اور اس کی روشنی میں تربیت پانے والے علوم و فنون سے آزاد ہوتا گیا اور دنیا کو مکافات عمل قرار دینے کی بجائے مقصود زندگی ٹھہرالیا گیا۔ اہل مغرب کے نقطہ نظر کی اس تبدیلی نے مذہب، سیاسیات، سماجیات اور تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے جنکا اگلے صفحات میں جائزہ لیا جائے گا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

نشاۃ ثانیہ اور اسکے مفکرین

"رینے سانس (Renaissance)" جسکا ترجمہ نشاۃ ثانیہ ہے۔ اس کا لفظی مطلب 'دوبارہ' پیدا ہونا ہے۔ اور اس تحریک کیلئے نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کی اصطلاح اس لئے استعمال کی گئی کہ یونانی فلسفہ اور علوم کا یورپ میں دوبارہ رواج ہوا تو گویا یورپ کا ذہن دوبارہ پیدا ہوا۔ اس تحریک کا آغاز چودھویں صدی عیسوی کو اٹلی میں ہوا اور آہستہ آہستہ نشاۃ ثانیہ کے اثرات انگلستان، فرانس، جرمنی اور یورپ کے دوسرے ممالک میں پھیل گئے۔

یونانی علوم و فلسفہ یورپ میں صدیوں سے موجود تھے مگر یہ علوم دینی علوم کے تابع تھے۔ نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے دور میں ان علوم کو دینی علوم پر ترجیح دی گئی۔ یونانی علوم وحی پر مبنی نہیں تھے، بلکہ عقلی علوم تھے۔ اس کے علاوہ یونانی علوم میں ہر مسئلے پر انسانی نقطہ نظر سے غور کیا جاتا تھا اور انسان ہی کائنات کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اسی لئے نشاۃ ثانیہ کا دوسرا نام "انسان پرستی (Humanism)" بھی ہے۔ یورپ میں جدیدیت کا آغاز نشاۃ ثانیہ اور انسان پرستی کے باعث ہوا۔ نشاۃ ثانیہ نے لوگوں کو مذہب کی بجائے دنیا پرستی کی طرف مائل کیا اور اس تحریک کا تعلق خدا کی بجائے انسان سے تھا اسی لئے نشاۃ ثانیہ کو انسان پرستی کی تحریک بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہی وہ تحریک ہے جس نے یورپ میں قرون وسطی کے روایتی معاشرہ میں تبدیلی کا آغاز کیا۔

چنانچہ 'دی ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا' میں نشاۃ ثانیہ سے متعلق حسب ذیل الفاظ درج ہیں:۔

"Renaissance implies the substitution of a worldly point of view for a religious point of view, with reference to art, literature and the state. The center of reference became man

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

rather than God. This new attitude is properly defined as humanism. The base upon which it rested was the gradual transfer of wealth, and the political power that went with wealth, from the mediaeval church to the modern territorial prince"[1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "نشاۃ ثانیہ فن، ادب اور ریاست کے حوالہ سے مذہبی نقطہ نظر کی بجائے دینوی نقطہ نظر کے قائم مقام ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اس تحریک کا تعلق خدا کی بجائے انسان سے ہے۔ یہ نیا رویہ انسان پرستی کی ٹھیک طور پر حدود متعین کرتا ہے۔ اسکی بنیاد جس پر اسکا انحصار ہے اسے تدریجی طور پر دولت اور سیاسی طاقت کی طرف منتقل کرتی ہے۔ اور یہ تحریک عہد وسطی کے چرچ کی بجائے جدید خیالات کی طرف مائل کرتی ہے۔"

"دی نیو انٹر نیشنل انسائیکلوپیڈیا" میں نشاۃ ثانیہ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"Renaissance (new, or Revival learning). A name usually applied to the transition from mediaval to modern methods of study and thought, As to its origin and the time at which this is to be set, literature is full of misinformation"[2]

یعنی "نشاۃ ثانیہ کا معنی ہے: نیا جنم یا علم و فضل کا احیاء یہ ایک نام ہے جو کہ عموماً منطبق ہوتا ہے قرون وسطی سے تغیر و تبدل کا جدید سوچنے اور سمجھنے کے طریقوں کیطرف۔ جس زمانے میں اس تحریک کو استوار کیا گیا اس وقت ادب غلط معلومات سے بھرا پڑا تھا۔"

"انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن" میں نشاۃ ثانیہ کے معنی و مفہوم کو واضح کرنے کیلئے حسب تعریفات وارد ہوئی۔

---

[1] Tthe world Book Ency. p.6874, vol 14 chicago,1958

[2] The New International Ency.p.20 vol.XVII Dodd, Mead and company,1970

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

The most brilliant definitions of the renainssance have generally been interpretations or evaluative judgments rather than factual descriptions, Michelet: "The discovery of the Walter pater: A gen eral excitement and world and of man." enlightening of the human mind."

Symonds:"The attainment of self-conscious freedom to the human spirit." [1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "نشاۃ ثانیہ کی بہت ہی درخشندہ تعریفات جنھوں نے اسکی عام طور پر ترجمانی کی ہے وہ حسب ذیل ہیں: میچلٹ کے مطابق (نشاۃ ثانیہ سے مراد) دنیا اور انسان کی دریافت ہے۔ والٹیر پیٹر کے مطابق یہ تحریک عام طور پر ایک پرجوش اور انسانی ذہن کی روشن خیالی ہے۔ سائمنڈ کے مطابق: (نشاۃ کے ذریعے سے) انسان کو خود آگاہی اور آزادی کا حصول ہوا"

نشاۃ ثانیہ کے دور میں روم و یونان کے قدیم علوم کو دوبارہ زندہ کیا گیا اور یورپ میں نشاۃ ثانیہ کے عروج کا زمانہ چودھویں صدی عیسوی سے لے کر سولھویں صدی عیسوی تک ہے۔ چنانچہ "دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں ہے۔

"The great revival of art and letters, under the influence of classical models, which degan in Italy in the 14th century and continued during the 15th and 16th; also the period during which this movement was in progress."[2]

یعنی "نشاۃ ثانیہ سے مراد فن اور علمیت کا عظیم احیاء اور یہ (تحریک) روم و یونان کے قدیم

[1] An Encyclopaedia of Religion, p.655, philosophical Library, New York, 1945

[2] The oxford English Dictionary, p.605m vol. XIII Clarendon press oxford, 1989

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفکرین کے معیارات کے زیر سایہ اثر انداز ہوئی۔ اس کا آغاز چودھویں صدی عیسوی کو اٹلی میں ہوا اور یہ پندرہویں اور سولہویں صدی عیسوی کے درمیان جاری رہی یہی وہ زمانہ ہے جب اسے ترقی ہوئی۔"

انسان دوستی(Humanism)کی تحریک کا نشاۃ ثانیہ سے گہرا تعلق ہے۔ لہٰذا اگلے صفحات میں انسان دوستی کی تحریک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

ہیومنزم (Humanism):

"انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" میں انسان پرستی (Humanism) کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

> "Humanism designates the philosophic attitude which regards the interpretation of human experience as primary concern of all philosophizing, and asserts the adequacy of human knowledge for this purpose. By thus putting man into the centre of the intellectual universe and giving to all science and literature as reference to human life and its purposes"[1]

یعنی "انسان پرستی فلسفیانہ رویہ کی صراحت کرتی ہے جو کہ تمام فلسفیانہ علوم میں بنیادی تعلق کی حیثیت سے انسانی تجربے کی خیر سگالی کرتی ہے۔ اور اس مقصد کیلئے (انسان دوستی) انسانی علم کے موزوں ہونے پر اصرار کرتی ہے۔ اس کے ذریعے ذہنی اور عقلی اعتبار سے انسان کائنات کے مرکز میں پہنچ جاتا ہے اور تمام ادب اور سائنس کا انسانی زندگی اور اس کے مقاصد سے تعلق پیدا ہوتا ہے۔"

نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے عہد میں یونانی علوم کو دوبارہ سے حیات نو بخشی گئی۔ یونانی

[1] Ency. of Religion and Ethics, p.830, vol.6

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علوم کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں ہر مسئلہ پر انسانی نقطہ نظر سے غور کیا جاتا ہے اور انسان کو کائنات کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔یونانی علوم میں انسان کی اسی اہمیت کے پیش نظر جب یورپ میں ان علوم کو دوبارہ زندہ کیا گیا تو جہاں اس عہد کو نشاۃ ثانیہ کا نام دیا گیا وہی اس عہد کا دوسرا نام انسان پرستی یا انسان دوستی (Humanism) بھی ہے۔

چنانچہ حسن عسکری صاحب رقمطراز ہیں:۔

"نشاۃ ثانیہ کا اصلی مطلب ہے، وحی پر مبنی اور نقلی علوم کو بے اعتبار سمجھنا، اور عقلیت اور انسان پرستی اختیار کرنا۔اسی لئے اس تحریک کا دوسرا نام (انسان پرستی Humanism) بھی ہے۔"[1]

چونکہ انسان پرستی کی تحریک قدیم یونانی علوم سے متاثر ہو کر معرض وجود میں آئی تھی۔اور یونانی علوم نقلی کی بجائے عقلی تھے۔قدیم یونانی مفکرین وحی الٰہی کا انکار کرتے ہوئے انسانی عقل پر بھروسہ کرتے ہیں۔اسی لئے انسان پرستی (Humanism) کی تحریک کو سیکولر یعنی لادین بھی کہا جاتا ہے۔

"This secular humanistic delight in the life now is the classisism which gave it an honoured tradition and an intellectual formulation."[2]

ترجمہ:"سیکولر انسان دوستی کی تحریک نے انسانی زندگی میں خوشی اور مسرت پیدا کی۔قدیم زمانے کے روم و یونان کے مفکرین نے اسے ایک اعزازی روایت دی اور اس (تحریک نے) ایک عقلی و ذہنی قاعدہ و قانون وضع کیا۔"

اقبال خاں انسان دوستی (Humanism) کا تعارف ان الفاظ میں کرواتا ہے۔

---

[1] جدیدیت، ص: 39-40

[2] An Encyclopaedia of Religion, p.656, By: philosophical Library, New york, 1945.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"جب پندرھویں صدی میں یونانی علوم کا بھی مطالعہ شروع ہوا تو اطالوی انسان دوستی (Humanism) اپنے بلوغت کے درجے کو پہنچ گئی۔ 1453ء میں بازنطینی سلطنت کے زوال سے یونانی علوم کے مطالعے کو ایک نیا محرک حاصل ہوا کیونکہ بہت سے یونانی سکالروں نے اٹلی میں پناہ لے لی تھی پھر انھوں نے نشاۃ ثانیہ اور انسان دوستی کی تحریک کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ انسان دوستی کی تحریک میں ایسی فکر اور سمجھ کارفرما تھی جو انسان کو مرکزی حیثیت دیتی ہے۔ اس کی قدر و قیمت کو اولیت دیتی ہے اور اسے تمام اشیاء کو جانچنے کا معیار ٹھہراتی ہے۔ اسی طرح وہ انسانی فطرت، اس کی حدود اور اس کے مفادات کا تجزیہ کرتی ہے۔"[1]

نشاۃ ثانیہ کو انسان پرستی (Humanism) کی تحریک سے اس لئے منسلک کیا جاتا ہے کیونکہ نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے طفیل ہی انسان کو آزادی اور لطف و سرور والی زندگی میسر آئی۔ جبکہ نشاۃ ثانیہ سے قبل انسان پر بے شمار پابندیاں عائد تھیں۔ یہ پابندیاں اہل مذہب، حکومت اور جاگیردار طبقہ کی جانب سے تھیں، چنانچہ جدید مغربی مفکرین کے نزدیک نشاۃ ثانیہ کے باعث انسانیت بیدار ہوئی اور افراد نے پرانی فرسودہ روایات کا طوق اتار پھینکا۔ بعض مفکرین اور مصنفین کے نزدیک نشاۃ ثانیہ اور ہیومنزم (Humanism) کے درمیان فرق یہ ہے کہ نشاۃ ثانیہ اپنے اندر وسیع مفہوم رکھتی ہے۔ جبکہ انسان پرستی (Humanism) کے مفہوم میں اتنی وسعت نہیں۔ یہ تحریک صرف انسانیت کی بھلائی اور کائنات میں انسان کی مرکزی حیثیت کو تسلیم کرنے تک محدود ہے۔ یعنی نشاۃ ثانیہ کا دائرہ کار انسان پرستی کی بہ نسبت زیادہ وسیع ہے۔

[1] انسان دوستی، لبرل ازم اور جمہوریت، ص: 5-6، مصنف: اقبال خاں، مترجم: قاضی جاوید، اظہار سنز اردو بازار لاہور 1993ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشاۃ ثانیہ کی علمی اور فکری خصوصیات:

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نشاۃ ثانیہ کی تحریک سے یورپ میں جدیدیت کی بنیاد پڑی۔ اسی تحریک کے باعث یورپ کے مذہبی معاشرہ میں تبدیلی کا آغاز ہوا۔ اس تحریک نے اس دور کے انسان کی مذہب سے وفاداری اور تعلق کو بڑی حد تک کمزور کیا۔

لہٰذا اس تحریک کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس تحریک نے روایتی معاشرہ میں مذہب، اسکے شعائر (Icons) اور اہل مذہب کی حیثیت اور وقار کو مدہم کرنے کی کوشش کی اور لوگوں کی توجہ آخرت سے ہٹا کر دینوی امور کیطرف مائل کیا۔ چنانچہ اس ضمن میں "Groethuysen" لکھتا ہے۔

> "Philosophers of the Italian Renaissance indefatigable interest in the manifold phenomena of the immediate world of nature and of man served to dim the prestige of theological otherworldlines and fideism."[1]

یعنی "اطالوی نشاۃ ثانیہ کے فلسفی دنیا کی فطرت کے قریب ترین مظہر کی گونگوں دلچسپی میں مصروف تھے اور انھوں نے مذہبی تعلیمات اور دینیات کی شہرت اور انسان کی اس سے وفاداری کو مدہم کیا۔"

حسن عسکری صاحب "نشاۃ ثانیہ" کی حسبِ ذیل خصوصیات لکھتے ہیں:

1. یونانی علوم کو دینی علوم پر ترجیح دینا۔
2. انسان پرستی یعنی انسان کو موجودات میں سب سے اہم سمجھنا اور ہر بات پر انسان کے نقطہ نظر سے غور کرنا۔
3. چونکہ عوام مذہبی رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اس لئے عموماً خدا کے وجود سے

[1] Encyclopaedia of the social Sciences, p.631 vol.13, Eassy writer: B.Groethuysen.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکار نہیں کیا گیا، لیکن خدا پر یمان محض ایک رسمی چیز بن گیا۔

4. یہ خیال بھی اس زمانے میں بہت مقبول ہوا کہ خدا کی دو کتابیں ہیں، ایک تو انجیل اور دوسری فطرت، چنانچہ انجیل کے مطالعے کی طرح فطرت کا مطالعہ بھی دینی فریضہ ہے۔"[1]

1. زمانہ قدیم کے علمی ذخیرہ کو بڑی محنت و جانفشانی سے برآمد کیا گیا اور اس میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔

2. تعلیم و تعلم کا سلسلہ ان تمام چیزوں تک وسیع کر دیا گیا جنکا نفس انسانی سے تعلق تھا۔ تعلیم صرف مذہبی علوم تک محدود تھی۔

3. صنعت وحرفت اور تجارت کی از سر نو تشکیل ہوئی۔

4. نئی نئی ایجادات اور علم و فن کے نئے نئے گوشوں کی تحقیقات شروع ہوئیں"[2]

نشاۃ ثانیہ کے مفکرین

نشاۃ ثانیہ کے مفکرین کی فہرست بہت طویل ہے ان میں سے چند کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

دانتے (Dante) (1265-1321):

دانتے کو نشاۃ ثانیہ کے اولین مفکرین میں شمار کیا جاتا ہے۔ دانتے کو روم و یونان کے قدیم علوم کو دوبارہ سے زندہ کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ "جان ہرمن رینڈل جونیر" دانتے (Dante) سے متعلق لکھتا ہے۔

"دانتے کلیسا کا نہایت سعادت مند فرزند تھا۔ اور وہ ایک مثالی سلطنت کا داعی بھی تھا، او
تمام سامراجیوں کی طرح اس کے دل میں بھی یہی آرزو تھی کہ قدیم روم و یونان کی قوت

---

[1] جدیدیت، ص: 40

[2] لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، ص: ۵۱۔ ۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

از سر نو زندہ کیا جائے۔ بولون کی یونیورسٹی میں رومی قانون کی تعلیم کے احیاء کا یہ نتیجہ تھا۔"[1]

دانتے (Dante) نے نشاۃ ثانیہ کی راہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا، اگرچہ نشاۃ ثانیہ کے ظہور کے وقت یہ آخری ایام میں تھا مگر نشاۃ ثانیہ کی تحریک میں اس نے غیر معمولی خدمات سر انجام دیں کیونکہ جدید مغربی کلچر کو تبدیل کرنے کی جڑیں اس کے افکار و خیالات سے ملتی ہیں۔ چنانچہ "Thomson" دانتے (Dante) سے متعلق لکھتا ہے۔

"Others regard him as one of the harbingers of the modern world, by reason of his secularism, his reverence for the venacular, and his appreciation of nature, Whichever position one takes, and there is much to be said on both sides, it is clear that Dante was of his time. He was also much He did not feel completely at home in his own century; had he been exclusively a product of his time, he would not have challenged the mind and heart of every generation since. To the extent that he had his roots in the whole of Western culture in the thirteenth and early fourteenth centuries, he shared the fate of the humanistic Renaissance which made its appearance during his lifetime."[2]

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم کچھ اسطرح ہے" دانتے جدید دنیا کا نقیب ہے یا اس کے افکار و خیالات

---

[1] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۱۴۰، مترجم: مولانا غلام رسول مہر مصنف: جان ہرمن رینڈل جونیر

[2] Europe in Renaissance and Reformation. P:19 By: samnel Harrison Thomson, New york, 1963

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جدیدیت کا پیش خیمہ تھے۔ اس نے فطرت سے لطف اندوزی کا نظریہ پیش کیا۔ دانتے کے افکار و خیالات نے ہر نسل کے دل و دماغ کو نہیں للکارا۔ تیرہویں صدی اور چودھویں صدی کے اوائل میں جدید مغربی کلچر کی بنیادیں اس نے فراہم کیں۔ یہ نشاۃ ثانیہ کو ابھارنے میں حصہ دار بھی ہے اور اس (تحریک) کا ظہور اس کی زندگی کے دوران ہوا۔

پیٹرارک (petrarch) (1304-1374):

دانتے (Dante) کے بعد نشاۃ ثانیہ (Renaissance) اور انسان پرستی (Humanism) کی تحریک کو فروغ دینے میں پیٹرارک نے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اس کے افکار و خیالات اس کے پیروکاروں نے بھی اپنائے اور اسطرح نشاۃ ثانیہ کے اثرات، نظریات اٹلی کے علاوہ یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی پھیلے۔

"دی نیو انٹرنیشنل انسائیکلو پیڈیا" میں پیٹرارک (Petrarch) سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں:

"Petrarch was not once the defender of rational thought and after Dante, the chief creator of the modern Italian language. The literary use of modern tongues. This double intellectual life of petrarch is shared by all his humanistic contemporaries and immediate followers" [1]

یعنی "پیٹرارک بیک وقت عقلی فکر کا دفاع کرنے والا اور دانتے کے بعد جدید اطالوی زبان کا خالق تھا۔ اس نے ادبی پہلو کو جدید باتوں میں استعمال کیا۔ پیٹرارک کی یہ دہری ذہانت حصہ دار بنی اسکی ہم عصر انسان دوستی کی تحریک میں اور اس کے (افکار و خیالات) اس کے قریب ترین پیروکاروں

[1] The New International Ency. p.20-21

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیلیے بھی کا آمد تھے۔"

پیٹرارک کے افکارو نظریات نے یورپ پر گہرے اثرات مرتب کئے اور اسکی کوششوں کا محور تھا کہ یونانی علوم کو پھر سے رواج دیا جائے۔ پیٹرارک کی انہی خدمات کے باعث اٹلی میں دانتے کے بعد پیٹرارک کا کوئی ثانی نہ تھا۔

چنانچہ "Thomson" پیٹرارک کے بارے میں لکھتا ہے:

"We consider him the father of humanism as an active movement, this genius was so inclusive and touched the life of his time at so many points and with such stimulating impact that the intellectual life of western Europe could never be the same after him. Humanism was centered around the greatest event in the history of mind of the West, the achievement of Rome, without history there was no humanism, etrarch's whole endeavor was to revive a history. Petrarch the vernacular poet, in style, inventiveness, artistry and sincerity, had no equal in his century and perhaps, after Dante, in all of Italian Literature." [1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "انسان پرستی کی محرک تحریک کے لحاظ سے ہم اسے اس تحریک کا باپ شمار کرتے ہیں۔ اس تحریک میں اسکی ذہنیت کی بہت زیادہ شمولیت تھی۔ اور پیٹرارک کے دور میں زندگی کے بہت سارے اجزاء پر اس کا اثر ہوا اور اس تحریک کے باعث مغربی یورپ کی دانشور زندگی پر وہ اثرات ہوئے جو اس کے بعد نہیں ہو سکتے۔ انسان پرستی کی

[1] Europe in Renaissance and Reformation, p.89-90

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک مغربی تاریخ کا ایک بہت ہی عظیم واقعہ تھا۔ پیٹرارک کی کوشش تھی۔ کہ وہ یونانی تاریخ کو ازسرنو زندہ کرے۔ پیٹرارک کے قومی زبان کے شاعر ہونے میں، اس کے انداز، فنکاری اور خلوص میں شاید دانتے کے بعد اطالوی ادب میں اسکی کوئی برابری نہیں کرتا۔"

جیووانی بوکیسیو(Giovanni Boccaccio) (1313-1375):

بوکیسیو، پیٹرارک کا جانشین بنا۔ اس نے متعدد کتب لکھیں یہ کتب ایک قیمتی ادبی ذخیرہ ہیں جو کہ مخزن علوم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس نے قدیم یونانی علوم کو زندہ کرنے کی انتھک کوشش کی اور اسطرح نشاۃ ثانیہ اور انسان پرستی کی تحریک کے پرچار میں نمایاں کردار ادا کیا۔"یورپ اِن رینے سانس اینڈ ریفارمیشن"میں "بوکیسیو"سے متعلق لکھا گیا ہے:

"Not the least important aspect of the story of Baccaccio and his place in the broad movement we call the Renaissance is the fact that he was a complete layman and had never had any connection with the church. The unqualifiedly secular character of his scholarly activity is indicative of the tendency humanistic learning was henceforth going to manifest. Boccaccio's own judgement of his place in literature and cultural history differed from that of posterity. We honours him today for being the initiator of Italian prose literature, the greatest storyteller of the modern world."[1]

یعنی "بوکیسیو کا وسیع تحریک جسکو ہم نشاۃ ثانیہ کہتے ہیں اس میں اس کی جگہ یہ ہے کہ بوکیسیو ایک

[1] Europe in Renaissance and Reformation, P.94

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیادار فرد تھا اور چرچ سے اسکا کوئی تعلق واسطہ نہیں تھا اسکی عالمانہ سرگرمیوں سے سیکولر اور انسان پرستی کے رجحانات کو تقویت ملی۔ آج ہم بوکیسیو کو جدید دنیا کا قصہ گو اور اطالوی ادب کے نثر نگار کی حیثیت سے جانتے ہیں۔"

بوکیسیو اٹلی کا نثر نگار تھا اور آئندہ نسلوں کیلئے بطور نثر نگار کی حیثیت سے پہچانا جاتا ہے۔ اس نے قدیم یونانی علوم کو از سر نو زندہ کرنے کی خدمات سر انجام دیں اور اسطرح نشاۃ ثانیہ کے ظہور میں اسکی ادبی خدمات کا نمایاں حصہ ہے۔ چنانچہ "دی نیو انٹر نیشنل انسائیکلوپیڈیا" میں ہے۔

"Giovanni Boccaccio is known to posterity chiefly through his italian prose tales, but his own special pride was in the service he rendered to classical learning by his laborious encyclopaedia works the Genealogy of the Gods: a Dictionary of classical Geography. These books served as a groundwork of classical studies for the youth of two centuries to come Boccaccio died as professor of the Divine comedy at the University of Florence, another illustration of the equality of the modern and ancient literature in the estimation of Renaissance Italy"[1]

یعنی "جیووانی بوکیسیو اطالوی نثر نگاری کی حیثیت سے خاص طور پر آئندہ نسلوں کیلئے پہچانا جاتا ہے۔ لیکن اس کا فخر اس میں تھا جو اس نے قدیم یونانی علوم کو پیش کرنے کی خدمت سر انجام دی اور یہ بہت ہی مشقت طلب کام تھا۔ اس نے چند کتب لکھیں جو اپنے وقت میں مخزن علوم کا درجہ رکھتی تھیں۔ یہ کتب قدیم یونانی علوم کے مطالعہ میں ابتدائی نوعیت کا کام تھا آنے والی دو

[1] The New International Ency, P.21

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیوں کیلئے بوکیسیو فوت ہوا جبکہ وہ فلورنس یونیورسٹی میں مقدس طربیہ کا پروفیسر تھا۔ اس کے علاوہ اطالوی نشاۃ ثانیہ میں اس کے ادب کا نمایاں حصہ ہے۔"

یہاں نشاۃ ثانیہ (Renaissance) اور انسان پرستی (Humanism) کے نظریات کو فکری غذا فراہم کرنے والے مفکرین کے حالات وواقعات اور انکے نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اگلے صفحات میں نشاۃ ثانیہ کے اثرات زیر بحث آئیں گے۔ اس میں اس موضوع پر روشنی ڈالی جائے گی کہ جب یورپ کے روایتی اور مذہبی معاشرہ میں اس تحریک نے سر اٹھایا تو اس سے معاشرہ میں کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوئیں؟ اور اس کے نتائج برآمد ہوئے۔

بعض مصنفین کی رائے میں نشاۃ ثانیہ کے یورپ پر خوشگوار اثرات مرتب ہوئے یعنی یورپ نشاۃ ثانیہ کے دور میں خواب غفلت سے بیدار ہوا اور جہالت کے اندھیرے سے نکل کر علم کی روشنی کی طرف آیا جبکہ بعض کے نزدیک نشاۃ ثانیہ سے یورپ میں لادینیت اور جدیدیت کا آغاز ہوا یعنی نشاۃ ثانیہ کے اثرات یہ مرتب ہوئے کہ لوگ مذہب اور اسکی تعلیمات سے اعراض برتنے لگے۔

نشاۃ ثانیہ کے اثرات:

یورپ میں نشاۃ ثانیہ کی تحریک نے دور رس اثرات مرتب کئے۔ اسی دور میں قوم پرستی (Nationalism) کے نظریہ نے جنم لیا۔ یورپ کے افراد جو پہلے خدا کی پرستش کرتے تھے۔ قوم پرستی کے نظریہ کے بعد "قوم" کے بت کو پوجنا شروع کر دیا۔ چنانچہ حسن عسکری صاحب اس ضمن میں رقمطراز ہیں:۔

"اس دور میں "قوم" اور قومیت کا جذبہ پیدا ہوا۔ "قوم" اور "وطن" کو وہ جگہ دی گئی جو خدا کی ہونی چاہیے۔ لہٰذا اس زمانے میں بادشاہوں کو مطلق اور جابرانہ طاقت حاصل ہوئی،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انگلستان میں تو کلیسا بھی بادشاہ کے زیرِ نگیں آگیا۔ یہی دور تجارت کی ترقی کا ہے موجودہ سرمایہ داری کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔"[1]

نشاۃ ثانیہ کے باعث "دنیا پرستی" کا مرض عام ہوا۔ اس سے پہلے لوگ مذہبی افراد سے وابستہ تھے اور دنیا کے ساتھ آخروی بھلائی بھی ان کے پیش نظر تھی، لیکن نشاۃ ثانیہ نے افراد زمانہ کو زر پرستی، حرص، لالچ اور عیش و عشرت کی طرف مائل کیا۔ چنانچہ مولانا تقی امینی صاحب رقمطراز ہیں:۔

"نشاۃ ثانیہ کی تحریک نے ذہنی و فکری حد نظر کو وسعت دے کر دلوں میں علمی شوق کا جذبہ موجزن کر دیا تھا لیکن صرف دنیوی زندگی کو مقصود بنا کر مرکزی حیثیت دے دی تھی۔ زمانہ وسطیٰ کے لوگوں کو یونانیوں کی حریت حسن پرستی اور عیش و طرب کی زیادہ خبر نہ تھی، لیکن جب اس تحریک کی وجہ سے علوم قدیمہ کی معلومات نے وسعت حاصل کی تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور اس کوشش میں لگ گئے کہ عیش و عشرت کے اس زمانہ کو پھر واپس لانا چاہیے۔"[2]

نشاۃ ثانیہ کے نظریات اور افکار وخیالات نے کیا اثرات مرتب کئے؟ اور اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے اس ضمن میں "جان ہرمن رینڈل جونیر" لکھتا ہے:

"قرون وسطیٰ نے منظم معاشرہ پیدا کیا تھا۔ نشاۃ ثانیہ میں مادی چیزوں کا ایک بہت بڑا فالتو ذخیرہ رفتہ رفتہ جمع ہوتا رہا۔ مثلاً شہروں کی آبادی بڑھ گئی۔ علم کی پیاس تیز تر ہوگئی۔ اس وجہ سے لوگ اپنے آپ میں اور اپنے ماحول میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے لگے۔ وہ یونان و روم کے ادب کی طرف بھی بڑے شوق سے متوجہ ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے اس حقیقی دنیا کی چھان بین شروع کر دی جس میں وہ زندگی بسر کر رہے تھے۔ انھوں نے نہایت عمدہ طریق پر آراستہ وابستگیوں کو توڑ کر رکھ دیا اور انسانی سعی و کوشش کے ہر دائرے میں

---

1. جدیدیت، ص: ۴۲
2. لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، ص: ۵۰۔۵۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہ اس کا تعلق مذہب سے تھا یا سائنس سے، فنون لطیفہ سے تھا یا اقتصادی زندگی سے یا سیاسی ضبط و نظم سے۔ اس دور کا نمایاں نصب العین انفرادیت اور کفایت بالذات تھا۔ یہ نظام عالم کیلئے نئی کوشش کا مرکز بن گیا۔ یہ نیا نظام مذہبی اور عضوی کی بجائے ریاضیانہ اور میکانکی تھا"[1]

الخترصریہ کہ نشاۃ ثانیہ (Renaissance) یورپ میں تبدیلی کا آغاز ثابت ہوئی۔ اس تحریک نے تو دم توڑ دیا مگر اس کے اثرات باقی رہے اور آگے چل کر جدید مفکرین جنھوں نے یورپی معاشرے کو مذہب سے ہٹا کر لادینیت کی شاہراہ پر گامزن کیا، یہ سب نشاۃ ثانیہ کے نظریات اور افکار و خیالات سے متاثر تھے۔

ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۱۴۷۔۱۴۸، مصنف: جان ہرمن رینڈل جونیر، مترجم: مولانا غلام رسول مہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(فصل دوم)

تحریک اصلاح اور عیسائیت

مسیحیت کی تاریخ میں اہل کلیسا کے کردار کو دیکھا جائے تو اچھے اور برے دونوں پہلو سامنے آتے ہیں۔ ایک طرف اہل کلیسا میں ایسے افرد موجود تھے۔ جنھوں نے دنیوی عیش و عشرت سے کنارہ کشی اختیار کر کے محض لوجہِ اللہ عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیا جبکہ دوسری طرف اہل کلیسا میں کچھ ایسے افراد بھی نظر آتے ہیں جنھوں نے مذہب کی آڑ میں عیش و عشرت کا بازار گرم کیا۔ جن کا مقصد محض دنیوی منفعت اور جاہ وجلال کا حصول تھا۔ وہ امراء و حکام کی ہاں میں ہاں ملاتے تھے۔ اور دینوی منفعت کی خاطر دین میں تحریف و تبدل سے بھی گریز نہیں کرتے تھے۔

اہل کلیسا کی انہی خامیوں کے پیش نظر یورپ میں اصلاح مذہب اور اصلاح کلیسا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

تحریک اصلاح:۔

یورپ میں اصلاح کی غرض سے جس تحریک نے سر اٹھایا اسے تحریک اصلاح کہتے ہیں اس تحریک میں کئی افرد کے نام ملتے ہیں جنھوں نے عیسائیت اور اہل کلیسا میں مروجہ خامیوں میں اصلاح کی کوششیں کیں، ان میں سرفہرست مارٹن لوتھر (Martin Luther) ہے۔ مارٹن لوتھر سے قبل بھی کئی مصلحین کے نام ملتے ہیں۔ جن میں جرمنی کے مصلحین Johan of wesl (1400-81) اور John wessel of Gonsfort (1419-89) شامل ہیں۔ چنانچہ ''یورپ ان رینے سانس اینڈ ریفارمیشن'' میں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Among the many men who, in the period immediately preceding the Reformation, showed a clear grasp of the issues at stake and voiced the common rejection of teh dominat ecclesiasticism of the hieraracchy, two stand out as reformers: John of wessel (1400-89) and John Wessel of Gansfort(1419-89)"[1]

یعنی " پہلے کی تحریک اصلاح کے افرد جنھوں نے درپیش مسائل کو واضح کیا اور پادریوں کی حکومت کے خلاف اعتراض کیا۔ ان میں سے دو افرد مصلح کی حیثیت سے کھڑے ہوئے ایک جان آف ویسل اور دوسرا جان ویسل آف گینسفورٹ اسی طرح مارٹن لوتھر سے قبل چودھویں صدی عیسوی میں "ویکلف" اور "جان ہس" کے نام ملتے ہیں جنھوں نے عیسائیت میں موجود خامیوں کی اصلاح کا آغاز کیا۔

اس ضمن میں مولانا تقی عثمانی صاحب رقمطراز ہیں:

"جس زمانے میں پاپائیت کی بد عنوانیاں اپنے عروج پر تھیں بہت سے مصلحین نے حالات کی اصلاح کی کوشش کی، ان لوگوں میں (ویکلف Wycliff)(متوفی ۷۸۶ھ / ۱۳۸۴ء) کا نام سر فہرست ہے، جو کلیسا کی ایجاد کردہ بدعتوں کا دشمن تھا، اور نیک و پرہیز گار پاپاؤں کے انتخاب کا داعی، اسی نے سب سے پہلے بائبل کا انگریزی زبان میں ترجمہ کیا، جو ۷۸۷ھ / ۱۳۸۵ء میں شائع ہوا، حالانکہ اس سے پہلے بائبل کا کسی اور زبان میں ترجمہ کرنا ایک سنگین جرم سمجھا جاتا تھا، اسی کی تعلیمات سے متاثر ہو کر اس کے بعد جان ہس (John Huss) اور جیروم (Jerome) اصلاح کیلئے کھڑے ہوئے۔"[2]

---

[1] Europe in Renaissance and Reformation, p.458 By:Sammel Harrison Thonson, 1963،New york.

[2] عیسائیت کیا ہے؟ مصنف: مولانا تقی عثمانی ص: ۷۵۔۷۶، دار الاشاعت کراچی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پروٹسٹنٹ اور تحریک اصلاح:

اگرچہ عیسائیت میں مصلحین کا ظہور ہوتا رہا جن میں سے کچھ کے نام درج کیے گئے ہیں، مگر ان کی اصلاح کی کوششیں اتنی کامیاب نہیں ہو سکیں۔ آخر کار تحریک اصلاح کا سرکردہ راہنما مارٹن لوتھر (Martin Luther) نے یورپ میں اصلاح مذہب اور اصلاح کلیسا کی آواز بلند کی اسی سے متاثر ہو کر سوئٹزر لینڈ میں زونگلی (Zwingli) نے بھی آواز بلند کی، اسی دعوت کو لے جان کالون نے جنیوا میں اصلاح کی غرض سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اور آخر کار مارٹن لوتھر کے نظریات یورپ کے متعدد ممالک میں پھیل گئے۔ مارٹن لوتھر اور اس کے نظریات سے وابستہ افراد کو پروٹسٹنٹ (Protestant) کہتے ہیں۔

مولانا تقی عثمانی صاحب "پروٹسٹنٹ فرقہ" کے ضمن میں لکھتے ہیں:

> "آخر کار ۸۸۸ھ / ۱۴۸۳ء میں فرقہ پروٹسٹنٹ کا بانی مارٹن لوتھر پیدا ہوا، جس نے پاپائیت کے تابوت میں آخری میخ ٹھونک دی، اس نے اپنی زندگی میں سب سے پہلے مغفرت ناموں کی تجارت کی خلاف آواز بلند کی، جب اسے قبول کر لیا گیا تو اس نے پوپ کے غیر معمولی اختیارات کے خلاف بغاوت کر دی، اور بتسمہ اور عشائے ربانی کے سوا ان تمام رسوم کو من گھڑت بتایا، جو رومی کلیسا نے ایجاد کر رکھی تھیں، سوئٹزرلینڈ میں زورنگلی (Zwingli) نے بھی آواز بلند کی، اور ان کے بعد سولہویں صدی کی ابتداء میں جان کالون اسی تحریک کو لے کر جنیوا میں آگے بڑھا، یہاں تک کہ یہ آواز فرانس، اٹلی، جرمنی اور یورپ کے ہر خطے سے اٹھنی شروع ہوگئی، اور بالآخر انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم اور ایڈورڈ چہارم بھی اس تحریک سے متاثر ہو گئے، اور اسطرح پروٹسٹنٹ فرقہ کیتھولک چرچ کا مضبوط مدمقابل بن گیا۔"[1]

یہ تحریک یورپ میں اصلاح مذہب کی غرض سے ظہور پذیر ہوئی تھی اور اس تحریک کے نتائج یہ رونما ہوئے کہ رومن چرچ کے مقابلہ میں پروٹسٹنٹ فرقہ کے حامی افراد نے یورپ کے متعدد ممالک میں چرچ

[1] عیسائیت کیا ہے؟، ص: ۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قائم کئے۔ چنانچہ "دی آکسفورڈ انگلش ڈکشنری" میں ہے۔

"The great religious movement of the 16th century, having for its object the reform of the doctrines and practices of the church of Rome, and ending in the establishment of the Various Reformed or prortestant churchs of central and north, western Europe."[1]

ترجمہ: تحریک اصلاح سولہویں صدی عیسوی کی ایک عظیم مذہبی تحریک ہے اور اس کا مقصد رومن کلیسا کے عقائد اور اعمال کی اصلاح ہے اور اس تحریک کا خاتمہ اس حال میں ہوا کہ یورپ میں بہت سے اصلاح یافتہ پروٹسٹنٹ چرچ قائم ہوئے۔

تحریک اصلاح پاپائیت کی بدعنوانیوں اور اس کے بے جا اقتدار کے خلاف ایک بغاوت تھی۔ چنانچہ تحریک اصلاح کے داعیوں نے پاپائیت کے اقتدار کو چیلنج کیا۔

اس ضمن میں "دی نیو انٹرنیشنل انسائیکلوپیڈیا" میں درج ہے۔

"In its broad constitutional aspects the Reformation was a revolt against the univresal supremacy of the papacy and represented the German idea of separate ecclesiastical bodies on national lines, as opposed to a centralized church government, Protestantism, indeed, the ultimate expression of the Reformation in organized sects, took root permanently only in Northern or Germanic Europe."[2]

اس کا مفہوم یہ ہے کہ "تحریک اصلاح پاپائیت کے اقتدار اور برتری و تفوق کے خلاف بغاوت تھی اور

1 The oxford English dictionary, p.481, vol. XIII

2 The New International Ency. p.781, vol. XVI Dodd, Mead and Company, 1907.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک اصلاح کا آخری اظہار پروٹسٹنٹ کی صورت میں ہوا جو کہ منظم مذہبی فرقے تھے اور اس نے مستقل طور پر شمالی یا جرمنی یورپ میں جڑیں پکڑیں"

"دی ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا" میں تحریک اصلاح سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں:

"The Reformation was a religious movement of the 1500's which resulted in the establishment of protestantism. One of the most important leaders of this movement was Martin Luther, a German monk and scholar. The Reformation was by no means just a religious struggle."[1]

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "تحریک اصلاح پندرہویں صدی کی ایک مذہبی تحریک تھی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پروٹسٹنٹ فرقہ قائم ہوا۔ اس کے اہم لیڈروں میں سے ایک مارٹن لوتھر تھا، یہ جرمنی کا باشندہ اور عالم تھا، یہ تحریک صرف مذہبی جدوجہد تک محدود نہ تھی" مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ تحریک اصلاح یورپ میں مذہبی اصلاح کے پیش نظر ابھری اور "تحریک اصلاح" کے نتیجے میں پروٹسٹنٹ فرقہ کا ظہور ہوا۔ مارٹن لوتھر اسکا قائد اور راہنما تھا، پروٹسٹنٹ خیالات اور افکار نظریات کو یورپ کے متعدد ممالک میں پھیلانے کے سلسلے میں زونگلی اور کیلون کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ زونگلی اگرچہ لوتھر کے افکار و خیالات سے بہت زیادہ متاثر نہیں تھا۔ مگر پھر بھی اس نے پروٹسٹنٹ فرقہ کی ترویج و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ جبکہ کیلون، لوتھر کے نظریات سے بہت متاثر تھا، اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ کیلون کی تعلیم و تربیت خالص پروٹسٹنٹ افکار و خیالات کے زیر سایہ ہوئی۔

چنانچہ "پادری خورشید عالم" کیلون کے بارے میں لکھتا ہے:۔

[1] The world Book Ency, p.6848, vol.14, Field enterprises educational corporation, Chicago, 1958

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کیلون مزید مطالعہ کیلئے بورج (Bourges) گیا جہاں سے پروٹسٹنٹ خیالات کا اثر اس کے دل و دماغ پر ہونے لگا۔ بورن میں یونانی زبان ولمر (Wolmar) سے پڑھتا رہا جو لوتھرن خیالات کا حامی تھا۔ دوران تعلیم یہ استاد ولمر (Wolmar) کے گھر ہی میں رہتا تھا جہاں اس کو تھیوڈور بیزا (Theodore Beza) سے رفاقت کا شرف حاصل ہوا جو فرانس میں پروٹسٹنٹ تحریک کا راہنما تھا۔"[1]

تحریک اصلاح کے وجود میں آنے کے اسباب:

یورپ میں تحریک اصلاح (Reformation) کے ظہور کے اسباب ووجوہات یہ نظر آتے ہیں کہ عیسائی نظام میں بے شمار خامیوں نے راہ پائی تھی۔ اہل کلیسا نے مذہب پر اپنی اجارہ داری (Monopoly) قائم کئے بیٹھے تھے۔ چنانچہ قرون وسطی کے روایتی کلیسائی نظام کی اصلاح کیلئے مصلحین نے اپنی سعی جدوجہد کے مطابق اصلاح و تجدید کی کوششیں کیں۔ آخر کار تحریک اصلاح نے زور پکڑا اور اسکے نتیجے میں پروٹسٹنٹ فرقہ وجود میں آیا۔ "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں ہے۔

"Protestantism, beginning in northern Europe in the 16th century in reaction to medieval Roman catholic doctrines and practices"[2]

ترجمہ: پروٹسٹنٹ ازم کا آغاز سولہویں صدی عیسوی کے شروع میں شمالی یورپ میں ہوا اور یہ قرون وسطی کے رومی کیتھولک کے عقائد اور اعمال کا ردعمل تھا۔

یوسف چلپی صاحب "تحریک اصلاح" کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں:

---

[1] تاریخ اصلاح کلیسا، ص: ۱۸۵، مصنف: پادری خورشید عالم اردو ٹیکسٹ بک کمیٹی گوجرانوالہ 1965ء

[2] The New Ency. Britanica, p.205, vol. 20 chicago,1986

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"مغرب میں مسیحیت کی مذہبی حالت نے عقل انسانی کو اس کی تعلیمات کی طرف سے شک و شبہ میں مبتلا کر دیا، اور باشعور انسان یہ محسوس کرنے لگے کہ کلیسا کی تعلیم انسانی فطرت سے میل نہیں کھاتی، اس لئے دین مسیحی کی اصلاح کیلئے اصلاحی تحریک اٹھی"[1]

عیسائیت میں کلیسائی نظام مختلف عہدوں میں تقسیم ہے اور ہر عہدہ دار کی اپنی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض عہدہ داروں نے اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ اٹھایا لہٰذا اس کے رد عمل کے طور پر صلاح تحریک کے علمبرداروں نے اپنی اصلاحی جدوجہد کا آغاز کیا۔

حسن عسکری صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"عیسائیت دنیا کا واحد مذہب ہے جس میں دینی راہنماؤں کی تنظیم حکومت کے انتظامی شعبوں کی طرح کی گئی تھی۔ روم کا کلیسائی نظام قائم ہی ہوا تھا رومی سلطنت کے نمونے پر۔ جسطرح یہ ناممکن ہے کہ حکومت کے محکموں میں تھوڑی بہت خرابیاں پیدا نہ ہوں اسطرح کلیسا کے عہدے داروں میں بھی اخلاقی خرابیاں آگئیں، تو لوگوں نے اصلاح کا مطالبہ کیا"[2]

تحریک اصلاح کے اصول وضوابط:

تحریک اصلاح کے پیش نظر اصول وضوابط اور قوانین کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ بنیادی طور پر انھوں نے یہ نظریہ پیش کیا کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کیلئے کسی وسیلہ یا ذریعہ کی ضرورت نہیں۔

بلکہ انسان اپنی انفرادی محنت اور عبادت وریاضت کے ذریعے ہی خدا کو حاصل کر سکتا ہے۔ یا خدا کی بارگاہ تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ خدا تک رسائی حاصل کرنے کیلئے کلیسا کی شمولیت ضروری نہیں۔ چنانچہ "انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس" میں تحریک اصلاح کے اصول وضوابط حسب ذیل الفاظ

[1] مسیحیت، ص: ۱۴۸، مترجم: مولوی شمس تبریزی خاں، مؤلف: متولی یوسف چلپی، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

[2] جدیدیت، ص: 36

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملتے ہیں:

"It would be a mistake to find the principles of the Reformation in the rejection of the pope or of ansubstantiation, or even in appeal from church authority to scripture, All these are only inferences; the principle behind them is that the knowledge of God is direct and personal."[1]

یعنی "تحریک اصلاح کے اصولوں کو جاننے کے سلسلے میں غلطی کی گئی جو اس نے پوپ پر اعتراض اور چرچ کا انجیل پر اختیار وغیرہ پر التجا اور درخواست کی۔ یہ سب استنباطات ہیں۔ اصل میں مصلحین کے پیش نظریہ اصول تھا کہ خدا کا علم براہ راست اور ذاتی ہونا چاہیے" حسن عسکری صاحب تحریک اصلاح کے اصول و قوانین میں لکھتے ہیں:

"خدا اور بندے کا تعلق براہ راست ہے، اور پادریوں کو درمیان میں آنے کا حق نہیں، ہر آدمی کا فیصلہ، خود خدا کرے گا۔ اس لئے اصلی ذمہ داری فرد کے کندھوں پر ہے۔ ذمہ داری سے عہدہ بر آہونے کیلئے اختیار بھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ ہر فرد کو یہ اختیار حاصل ہے کہ دینی معاملات میں انفرادی طور پر خود ہی فیصلہ کرے۔"[2]

اس کے علاوہ تحریک اصلاح (Reformation) کے علمبرداروں نے اس نظریہ کی بھی پرجوش تبلیغ کی کہ بائیبل (الہامی کتاب) کے معانی و مفہوم کا ادراک ہر شخص کر سکتا ہے اس میں اہل کلیسا کی اجارہ داری ناجائز ہے۔

چنانچہ عبدالحمید صدیقی صاحب اس ضمن میں رقمطراز ہیں:۔

"تحریک اصلاح کے علمبرداروں نے مذہب کو ایک نقصان یہ پہنچایا کہ لوگوں کیلئے کتاب مقدس کی من مانی تاویلات کا دروازہ کھول دیا۔ اس کیلئے زمین بڑی چابک دستی سے ہموار کی

[1] The Ency. of Religion and Ethics, P.615,vol.10

[2] جدیدیت، ص: ۴۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئی۔ سب سے پہلے لوگوں کی توجہ اس بدیہی حقیقت کی طرف مبذول کروائی کہ یہ کتاب ہدایت ہے اور ہدایت کا ہر فرد محتاج ہے اس لئے اس کے سمجھنے کا ہر شخص کو پورا پورا حق حاصل ہونا چاہیے ۔۔۔ پھر لوگوں کو یہ باور کرایا گیا کہ خالق و مخلوق کے درمیان ان "پیران کلیسا" نے جو پردے حائل کر رکھے ہیں یہ سراسر ظلم و زیادتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس طبقے کو ختم کرنا چاہیے۔ کتاب مقدس کی تعبیر و تشریح ان کا کوئی مخصوص اور موروثی حق نہیں کہ ان کی تعبیرات کو ہی صحیح اور برحق سمجھا جائے۔ یہ حق ہر شخص کو حاصل ہے۔"[1]

تحریک اصلاح کا سرکردہ نمائندہ مارٹن لوتھر کے افکار وخیالات کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ کلیسا کی اصلاح چاہتا تھا اور رومن کلیسا میں جو خامیوں نے راہ پائی تھی ان کو دور کرنا چاہتا تھا۔ اسی جذبہ کے پیش نظر اس نے یورپ میں اصلاح مذہب کا آغاز کیا۔ چنانچہ "انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن" میں ہے:

"It became edvident that Luther's creative religious genuis was to be the exponent and perfecter of the long latent desire for a reformation of church"[2]

یعنی " یہ بالکل واضح ہے کہ لوتھر کی قوت تخلیق مذہبی آراء کی شارح تھی اور اس میں چرچ کی اصلاح کی خواہش پنہاں تھی"

دراصل رومی کلیسا جو کہ پروٹسٹنٹ فرقہ کے ظہور سے قبل ایک طاقتور کلیسا تھا اور اس میں اہل کلیسا کی تنظیم حکومتی تنظیم کی مانند ترتیب پائی تھی۔ کلیسائی عہدہ داروں نے مذہب عیسائیت پر اپنی اجارہ داری (Monopoly) قائم کر رکھی تھی۔ ان کا نظریہ تھا کہ بائیبل جو کہ الہامی کتاب ہے اسکی شرح و

1 مذہب اور تجدید مذہب، ص: ۱۲۱، مصنف: پروفیسر عبدالحمید صدیقی، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور ۱۹۹۰ء

2 An Ency. of Religion, p 641F

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توضیح صرف اہل کلیسا کا کام ہے کسی اور کو اسکی اجازت نہیں اور اسطرح اگر خدا تک رسائی حاصل کرنی ہے تو اسے اہل کلیسا کے واسطہ کے بغیر خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ تحریک اصلاح کے علمبر داروں کے مقاصد ہی یہ تھے کہ ان غلط نظریات کا قلع قمع کیا جائے۔

تحریک اصلاح اور سیکولرازم:

تحریک اصلاح کا آغاز تو تجدید مذہب کے جذبے سے ہوا تھا مگر اس تحریک نے بعد میں جو صورت حال اختیار کی وہ مذہب سے انحراف اور بغاوت کی منہ بولتی تصویر تھی۔ لہٰذا اس تحریک سے مذہب عیسائیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور یورپ میں سیکولرازم کی راہ ہموار کرنے میں جہاں اور بہت سارے عوامل کار فرما تھے ان میں ایک "تحریک اصلاح" بھی ہے۔ اس ضمن میں پروفیسر عبدالحمید صدیقی صاحب رقمطراز ہیں:۔

> "بہت سے تاریخی حادثات کی طرح یہ تحریک اصلاح مذہب بھی ایک بہت بڑا تاریخی المیہ ہے۔ مادیت کے علمبرداروں نے اپنے بے شمار وسائل صرف کر کے اس تحریک کے بارے میں یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ مسیحیت کیلئے سراپا راحت تھی، اُس نے اس کی متزلزل قصر کو سہارا دیا اور مذہب کو جو دنیا سے قریب قریب ناپید ہونے والا تھا اس میں زندگی کی تازہ روح پھونک دی۔ خواب و خیال کی دنیا میں رہنے والے جو چاہیں کہتے رہیں، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ اس تحریک سے مسیحیت اور خود مذہب کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ یہ تحریک تجدید و اصلاح مذہب کا کوئی قابل رشک کارنامہ نہ تھا۔"[1]

مارٹن لوتھر ایک پادری تھا۔ وہ مذہب کی مخالفت نہیں کرتا تھا بلکہ اس کے پیش نظر صرف اصلاح و تجدید کا کام تھا، مگر بعد میں آنے والے وقت میں اس کے افکار و نظریات کے جو اثرات و نتائج

---

[1] اور تجدید مذہب، ص: ۱۱۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتب ہوئے وہ یہ کہ اس سے سیکولرازم کے فروغ اور اشاعت میں مدد ملی۔ اسی لئے سیکولر مفکرین نے کیتھولک کی بجائے پروٹسٹنٹ نظریات کے حامی افراد کی تائید و حمایت کی۔ چنانچہ ڈاکٹر سید عابد حسین "مارٹن لوتھر" سے متعلق لکھتے ہیں:۔

"جرمنی کے مارٹن لوتھر نے رومی کلیسا کی اطاعت سے انکار کر دیا اور پروٹسٹنٹ مذہب کی بنیاد ڈالی یعنی براہِ راست بائیبل کے مطالعہ اور صرف اسی کی پیروی پر زور دے کر مذہب کو بلاتوسط عبد و معبود کے درمیان ایک قلبی رشتہ بنادیا۔ اس سے ایک طرف تو مذہبی عقیدے میں سادگی تازگی اور زور پیدا ہوا مگر دوسری طرف ریاست کے اس لادینی (سیکولر) نظریے کی راہ کھل گئی کہ مذہب ایک انفرادی چیز ہے، اسے اجتماعی زندگی کی بنیاد بنانا چاہیے۔"[1]

ڈاکٹر اختر بستوی صاحب "مارٹن لوتھر" سے متعلق رقمطراز ہیں:۔

"لوتھر کی تحریک نے چونکہ مذہب کو خدا اور بندے کے درمیان براہ راست قلبی رشتہ بنانے پر زور دیا اس لئے اس کے اثرات سے اہل کلیسا اور تمام انسانوں کا فرق ختم ہو گیا، جس سے سیکولرازم کے فروغ کی راہیں پوری طرح کھل گئیں۔"[2]

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ یورپ کے روایتی و مذہبی معاشرے میں جدیدیت کا آغاز نشاۃ ثانیہ اور تحریک اصلاح نے کیا۔

اور یورپی معاشرہ لادینیت کی طرف مائل ہوا اور یہ عمل مزید آگے بڑھا اور آخر کار لوگوں نے مذہبی نظام ہی کو تلپٹ کر کے رکھ دیا، اور اب یورپ میں مذہب صرف نجی زندگی تک محدود ہے اور مذہب کی اجتماعی حیثیت جو کہ قرون وسطی کا خاصا تھا وہ ختم ہو گئی۔

---

[1] قومی تہذیب کا مسئلہ، ص: ۱۶۹۔۱۷۰، مصنف: ڈاکٹر سید عابد حسین، دہلی ۱۹۶۶ء

[2] سیکولرازم اور اردو شاعری، ص: ۴۵ م ۴۶ مصنف: ڈاکٹر اختر بستوی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تحریک اصلاح کے اثرات:

تحریک اصلاح کے اہل مغرب پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔جہاں جہاں اس کے نظریات پھیلے وہاں سے انھوں نے کیتھولک چرچ کی قوت کو کمزور کیا۔الختصر یہ کہ تحریک اصلاح نے یورپ میں ایک نیا معاشرہ تعمیر کیا جو عہد وسطیٰ سے جداگانہ نوعیت کا حامل تھا۔چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا آف ریلجن" میں ہے:

> "The effects of the Reformation were determinative of future of all Western civilization. The movement which Luther had begun destroyed the universalism of control of the Roman church over all sphere of life. This breakup of unity of Christendom inaugurated a new cultural period. One is therefore Justified to mark the beginning of modern, civilization with the protestant Reformation."[1]

یعنی "تحریک اصلاح کے اثرات یہ تھے کہ اس نے مستقبل کی تمام مغربی تہذیب کو معین کیا ہے۔یہ تحریک جسکا آغاز لوتھر نے کیا تھا اس نے زندگی کے تمام دائرہ سے رومن چرچ کی ہمہ گیری اور غلبہ کو ختم کیا۔عیسائیت کے اس اتحاد نے ایک نئے دور کا آغاز کیا اور تحریک اصلاح، پروٹسٹنٹ کیساتھ تہذیب جدید کا نشان ہے"

اصلاح تحریک کے یہ نتائج بھی مرتب ہوئے کہ ایک تو رومن کیتھولک چرچ کے مقابلے میں یورپ کے اندر "انجیلی کلیسا" کا وجود عمل میں آیا اور دوسرا کہ پروٹسٹنٹ نظریات کے حامل افراد نے رہبانیت کی مخالفت کی۔اس ضمن میں یوسف چلپی صاحب رقمطراز ہیں:۔

---

1 Ency. of Religion, P.642

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"پاپائے روم کی قیادت سے الگ کلیسے قائم ہوئے جنھیں پروٹسٹنٹ اصطلاح میں "انجیلی کلیسا" کہا جاتا ہے، رہبانیت جائز نہیں اس لئے کہ اس سے معصیت پیدا ہو سکتی ہے اور رجال دین کو خراب کر سکتی ہے۔ کلیسا میں تصویریں اور انکی عبادت ممنوع ہے۔"[1]

تحریک اصلاح کے نتیجے میں یورپ کی معاشرتی زندگی پر بعض مہلک اثرات بھی مرتب ہوئے، جن میں سے ایک یہ ہے کہ معاشرے میں اخلاق رذائل کا فروغ ہوا۔ چنانچہ پروفیسر عبدالحمید صدیقی رقمطراز ہیں:۔

"اس تحریک کی وجہ سے اخلاقی انارکی کا جو طوفان اٹھا وہ یورپ کی معاشرتی زندگی کیلئے بڑا تباہ کن تھا اور اس کی وجہ سے خیر و شر کے سارے تصورات بالکل برباد ہو کر رہ گئے۔ لوتھر کے ایک بہت بڑے معتقد نے عوام کی اخلاقی حالت کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے: " بہت سے لوگ اب اس انداز سے زندگی بسر کرتے ہیں کہ جیسے کہ انھیں ہر قسم کی برائیوں کے ارتکاب کی کھلی چھٹی مل چکی ہے اور شیطان کا وجود قطعاً باقی نہیں رہا۔ انھیں اب نہ تو دوزخ کا ڈر ہے اور نہ باری تعالیٰ کے احتساب کا کوئی خطرہ۔"[2]

تحریک اصلاح اور پروٹسٹنٹ فرقہ سے وابستہ افراد کے اثرات صرف مذہب تک محدود نہیں رہے ہیں۔ جہاں بھی اس تحریک کے نظریات پھیلے وہی اس نے معاشرتی، معاشی، سیاسی اور تہذیبی حوالے سے اپنے گہرے اثرات مرتب کئے۔ چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں ہے:

"Wherever protestantism gained a foothold, it influensed, to a greater or lesser extent, the social, economic, political and cultural life of area"[3]

"جان ہرمن رینڈل جونیر" تحریک اصلاح کے یورپ پر اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

---

1. مسیحیت، ص: ۱۶۱، مترجم: مولوی شمس تبریزی خاں
2. مذہب اور تجدید مذہب، ص: ۱۱۹۔۱۲۰
3. The New Ency, Bratannica, P.205, vol 26

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"سب سے بڑا اور نمایاں اثر یہ ہوا کہ قرونِ وسطیٰ کے عظیم القدر نظام ترکیبی کی وحدت ٹوٹ گئی، مسیحی نظام ایک مرکب کل نہ رہا، بعض عناصر کو اہم سمجھ کر چن لیا گیا۔ اور انھیں دوسروں پر اعتراض کا وسیلہ بنالیا گیا۔ جب یہ تحریک شروع ہوگئی تو کوئی بھی مفاہمیت بقیہ عناصر کو متحد نہ رکھ سکی۔ علماء دینیات شور مچاتے رہے۔ سرکاری کلیسا سزائیں دیتے رہے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اصلاح کے داعیوں کے نظریات اتنے قوی الاثر ثابت ہوئے کہ طوفان کو روکنے کی کوشش کارگر نہ ہوسکی۔ اس تحریک سے قرونِ وسطیٰ کے عقائد کی بند دنیا کے حصار میں شگاف پڑ چکا تھا اور آزادی کے لئے طویل جنگ شروع ہو چکی تھی"[1]

---

[1] ذہن انسانی کا ارتقاء، ص: ۲۰۱، مترجم: مولانا غلام رسول مہر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

فرانسیسی انقلاب اور اسکے مفکرین

انقلاب فرانس جسکو ۱۷۸۹ء کا انقلاب بھی کہا جاتا ہے۔ اس انقلاب نے نہ صرف فرانس بلکہ یورپ سمیت پوری دنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس انقلاب کے باعث جمہوریت اور قومیت کے نظریات دنیا میں پھیلے۔ اور اسطرح ۱۷۸۹ء کے انقلاب کو لادینیت (Secularism) کی فتح تصور کیا جاتا ہے۔ فرانس میں صدیوں سے جو نظام چلا آرہا تھا جس پر مذہب عیسائیت کے گہرے اثرات تھے، اس انقلاب کے باعث اس قدیم نظام کو ختم کر کے نظام زندگی کو جدید بنیادوں پر استوار کیا گیا، یعنی مذہب کی بجائے لادینی بنیادوں پر نظام زندگی کو تشکیل دیا گیا۔ فرانس ہی کی سرزمین پر 1830ء اور 1848ء کو بھی انقلابات آئیں اور انکی شاخیں بھی ۱۷۸۹ء کے انقلاب سے ملتی ہیں۔ ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس کے تین نعرے تھے آزادی (liberty) مساوات (Equality) اور بھائی چارہ (Fraternity)۔ اس انقلاب کو لادینیت کی فتح اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے مذہب کی بنیادیں کھوکھلی کر کے اسکی جگہ لادینی نظریات کا پرچار کیا۔

اس انقلاب کے مشہور مفکرین میں والٹیر (Voltaire) اور روسو (Rousseau) کے نام ملتے ہیں جنھوں نے اس انقلاب کو فکری غذا فراہم کی۔ ان دونوں مفکرین کا آپس میں اختلاف موجود تھا۔ مثلاً والٹیر عقلیت پرستی کا نمائندہ ہے جبکہ روسو جذبات پرستی اور فطرت پرستی کا نمائندہ ہے۔ یہ دونوں مفکرین انسانی زندگی میں آزادی کے قائل ہیں انکا نظریہ یہ تھا کہ مذہب نے انسان کو بے شمار پابندیوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اسی لئے ان مفکرین کے نظریات سے جو انقلاب آیا اس میں مذہب کیلئے کوئی جگہ نہ تھی۔

انقلاب فرانس:

فرانس میں انقلاب آنے سے ایک نئے نظام کی داغ بیل ڈالی گئی اور پرانا طرز حکومت، طرز

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشرت، اور طرز زندگی کو ختم کر دیا گیا۔

"انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں انقلاب فرانس سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں:

"French Revolution, also called Revolution of 1789, the revolutionary movement that shock France between 1789 and 1799 and reached its first climax there in 1789", denoting the end of the ancient regime in France and serving also to distinguish that event from the later French revolutions of 1830 and 1848." [1]

یعنی "فرانسیسی انقلاب جسکو ۱۷۸۹ء کا انقلاب بھی کہا جاتا ہے، ایک انقلابی تحریک ہے جس نے 1789ء اور 1799ء کے درمیان فرانس کو سخت جھٹکا لگایا۔ یہاں سے "1789 کے انقلاب" کی روایتی اصطلاح فرانس میں پرانے طرز حکومت کے اختتام کو ظاہر کرتی ہے۔ 1830ء اور 1848ء کے فرانسیسی انقلابات کی راہ بھی اسی انقلاب نے ہموار کی۔ "Harmsworth's universal ency." میں انقلاب فرانس کا تعارف ان الفاظ میں ملتا ہے:

"The French Revolution is the name given to that period of volcanic upheaval in France, usually reckoned as beginnig with the meeting of the states-General in May, 1789 and closing with the establishment of the Dictionary in Oct< 1975. Its ideal was set Fratemity, In form it was a terrific convulsion; i ts methods trampled, its principles in the mire. Nevertheless it undermined the foundations of the old order of privilege and inaugurated the long struggle for the

[1] The New Ency. Britannica, vol.4, p.978, chicago, 1985.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

political, social and economic emancipation of the masses of European population."[1]

اس کا مفہوم اسطرح ہے کہ "فرانسیسی انقلاب ایک آتش فشاں جو فرانس میں اٹھا تھا، عام طور پر مئی 1789ء میں اسکی ابتداء اور اکتوبر 1975ء میں اسکا اختتام شمار کیا جاتا ہے۔ اس انقلاب کے نظریہ کو تین الفاظ میں جوڑا گیا تھا آزادی، مساوات اور بھائی چارہ یہ انقلاب ایک خطرناک اور کھلبلی مچانے والا تھا۔ اس کے اصول دلدلی زمین تھے۔ تاہم اس انقلاب نے پرانے زمانے کے امتیازی حقوق ختم کئے اور اس سے سیاسی، معاشرتی اور معاشی آزادی کی طویل جدوجہد کا آغاز ہوا۔ اس کے علاوہ انقلابِ فرانس کی آخری کڑی 1988ء میں رونما ہوئی جب فرانس میں ہر قسم کے مذہبی شعار پر پابندی لگادی گئی اور مذہبی احکامات پر چلنا ممنوع قرار دے دیا گیا۔

انقلاب فرانس اور سیکولرازم :

یورپ میں تحریک اصلاح (Reformation) اور نشاۃ ثانیہ (Renaissance) نے جہاں مادیت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا، وہی پر انقلاب فرانس نے بھی سیکولر نظریات کو پھیلانے میں غیر معمولی کردار ادا کیا۔

انقلاب فرانس کے قائدین اور مفکرین کے نظریات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب بیزار اور سیکولر ذہنیت کے حامل تھے۔ اسی لئے ایسے مذہب بیزار مفکرین و قائدین کی آراء و نظریات اور افکار و خیالات سے متاثر ہو کر جب انقلابیوں نے فرانس کی سرزمین پر انقلاب برپا کیا تو انھوں نے اپنے اقتدار اور اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے مذہبی روایات اور رسومات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی یا مذہب کی اجتماعی حیثیت کو ختم کرتے ہوئے مذہب کو صرف نجی زندگی تک محدود کر دیا۔

---

[1] Harmsworth,s universal Ency., p.3342 , vol. 4 Edited by: J.A. Hammerton , The Amalgamated press, Ltd, London.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقلاب فرانس کے باعث نہ صرف فرانس کی سرزمین میں سیکولر نظریات پھیلے بلکہ پورے یورپ میں لادینی فکر جنم لینے لگی۔ سیکولرازم کے فروغ میں انقلاب فرانس کے کردار پر گفتگو کرتے ہوئے "B.Groethuysen" لکھتا ہے:

"But side by side with this realistic secularism there developed also a tendency of the older idealistic elements which had been identified with religion. This type of worldly idealism, which grew up in France during the French Revolution and which has since spread throughout the world."[1]

ترجمہ:۔ "سیکولرازم کی حقیقت پسندی کے ساتھ اسکی ترقی ایک رجحان ہے، جس نے سیکولر میدان کے بہت سارے نظریات کو اٹھایا جو کہ مذہب سے پہچانے جاتے تھے۔ دینوی تصوریت کی یہ قسم جس نے انقلاب فرانس کے دوران نشو نما پائی اور اب پوری دنیا میں پھیل چکی ہے۔"

انقلاب فرانس کے بعد چرچ کی زمینوں کو جو اس کیلئے وقف تھیں ان کو عوامی تحویل میں لے لیا گیا۔ اس کے علاوہ چرچ کی تنظیم نو بھی کی گئی۔ ان کے اس اقدام کی پوپ سمیت اہل کلیسا کی آکثریت نے مخالفت کی گئی۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا کیونکہ انقلابیوں کے ذہنوں پر مذہب دشمنی سوار تھی لہٰذا انھوں نے مذہبی شعائر (Icons) اور رسومات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس ضمن میں "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" کی عبارت حسب ذیل ہے:

"The decision to nationalize the lands of the church in order to pay off the public dept led to a widespread redistribution of property. Having deprived the church of its resources, the

[1] Ency. of the social Sciences, p.634, vol.13

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Assembly then resolved to reorganize the church, enacting the Civil constitution of the Clergy, which was rejected by the pope and by the majority of the French clergy."[1]

"انقلاب فرانس کے بعد اس بات کا فیصلہ کیا گیا کہ چرچ کی زمینوں کو قومی ملکیت میں لیا جائے تاکہ عوام کا قرض اتارا جائے چرچ کو اسکے ذرائع سے محروم کیا گیا۔ اسمبلی نے چرچ کی تنظیم نو کا ارادہ کیا اور پادریوں کیلئے باقاعدہ ایک ملکی قانون وضع کیا گیا جسکا پوپ اور اہل کلیسا کی اکثریت نے رد کیا۔"

مرتضی احمد خاں "تاریخ اقوام عالم" میں لکھتے ہیں:

"انقلابی خدا کی ہستی کو فرانس کی سرزمین سے رخصت کر کے اس کی جگہ عقل واستدلال کی دیوی کی پرستش رائج کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔"[2]

انقلاب فرانس کے مفکرین:

انقلاب فرانس کے مفکرین اور قائدین کی فہرست بہت طویل ہے جسکا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ یہاں پر اس کے مشہور مفکرین کے افکار و خیالات کا جائزہ لیا جائے گا، جسکی فکر نے انقلاب فرانس میں اہم کردار ادا کیا۔ ان مفکرین میں والٹیر اور روسو شامل ہیں۔

والٹیر: (Francois Marie Voltaire):

والٹیر فرانسیسی انقلاب کا عظیم مفکر ہے۔ یہ 1964ء میں پیدا ہوا اور 1778 میں وفات پائی۔ اس کا اصل نام فرانکوائس تھا جبکہ والٹیر اسکا تخلص تھا۔

والٹیر آزاد خیالی کا داعی تھا۔ چنانچہ "انسائیکلوپیڈیا امریکانا" میں والٹیر سے متعلق "Henri

1 The New Ency. of Britannica, vol.4 p.978, chicago, 1985

2 تاریخ اقوام عالم، ص: ۷۵۴، مصنف: مرتضی احمد خاں مجلس ادب، کلب روڈ، لاہور، 1958

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Peyre" لکھتا ہے:

"Voltaire, French author, philosopher and apostle of free thought: b. paris, nov.1694, d. there, May 30, 1778. He came from a cultured middle class family, was educated by Jesuits at the college louis-le-Garand."[1]

ڈاکٹر ہیر الڈ ہوفڈنگ "والٹیر" سے متعلق لکھتا ہے:

"والٹیر نے اپنے ہموطنوں کو ایک نئی طبیعیات، نئے فلسفے اور نئے نظام جماعت سے آشنا کیا۔ اس کے افکار و خیالات یورپ کے براعظم میں سرایت کر گئے۔"[2]

والٹیر انسانی زندگی میں آزادی کا قائل ہے، اس کا نظریہ ہے کہ مذہب انسانی آزادیوں کو کچلنے والا اور ان پر بے جا پابندیاں لگاتا ہے۔ والٹیر نے فرانس پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اسی لئے والٹیر کے زمانہ کو فرانس کے فکری انقلاب کا زمانہ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ قاضی قیصر الاسلام "والٹیر" سے متعلق رقمطراز ہیں:

"والٹیر وہ فلسفی تھا جس نے بالعموم تمام برطانوی اداروں کو بہ نظر تحسین دیکھا اور بطور خاص تجربی فلسفے کی بڑی مداحی کی۔ اس نے اس فلسفے کو فرانس میں مؤثر طور پر فروغ دینے میں بہت بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ والٹیر وہ فلسفی ہے جس نے انفرادی آزادی کے حصول کیلئے مستقل جنگ کا آغاز کیا اور اس طرح کلیسا اور ریاست کے اقتدار کے خلاف ایک محاذ کھل گیا۔ اس نے اپنے اس مقصد کے حصول کیلئے جان لاک کے بہت سے سیاسی، عمرانی اور علمیاتی نظریات کو اپنے فکری سفر کیلئے مشعل راہ بنایا۔ اس نے خود یہ بات تسلیم کی ہے کہ انسان ایک آزاد ارادے کا حامل وجود ہے لہذا اسے اپنی عملی زندگی میں فیصلہ کرنے اور

[1] The Ency. Americana, p.229, vol 28

[2] تاریخ فلسفہ جدید، ص: ۵۳۵، جلد اول، مصنف: ڈاکٹر ہیرالڈ ہوفڈنگ: خلیفہ عبدالحکیم، نفیس اکیڈمی، کراچی، 1987ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتخاب کرنے کی مکمل آزادی حاصل ہے۔ الغرض والٹیر کا زمانہ فرانس کے فکری انقلاب کا زمانہ کہلاتا ہے جس کی بدولت اس وقت کا فرانس اقوام یورپ کی فکری قیادت کرتا نظر آتا ہے۔"[1]

والٹیر ایک دہریہ تھا۔ اس نے اس عقیدہ کا مذاق کا اُڑایا کہ دنیا میں ہر کام خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔ یہ چونکہ تجربیت پسند نظریات سے متاثر تھا، اسی لئے اس نے مابعد الطبعیاتی امور کا انکار کیا اور یہ نظریہ پیش کیا کہ آج کے سائنسی دور میں انسان کو صرف اسی چیز پر اعتماد کرنا چاہیے جو اس کے حواس و مشاہدات اور تجربات کی حدود میں آسکے۔ اس کے علاوہ جو چیز انسان کے تجربہ، اور مشاہدہ سے ماوراء ہو اسکی صحت پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔

انسائیکلوپیڈیا امریکانا" میں والٹیر کے خدا سے متعلق نظریات کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

> "Voltaire scathingly ridiculed the systematic optimism which sees every event as willed by God and as the condition for a greater good. He prefers to believe that all is not well today."[2]

یعنی "والٹیر نے اس عقیدہ کا تمسخر اُڑایا کہ ہر واقعہ خدا کی مرضی سے رونما ہوتا ہے۔ اس نے اس بات کو ترجیح دی کہ ایسے (نظریات) آج کے (ترقی یافتہ) دور میں درست نہیں۔"

روسو: (Rousseau):

روسو 1712ء کو فرانس میں پیدا ہوا اور 1778ء کو فوت ہوا۔ انقلاب فرانس میں جن مفکرین

---

[1] تاریخ فلسفہ مغرب، جلد اول، ص: 317-318، مصنف: قاضی قیصر الاسلام، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2002ء

[2] The Ency. Americana, p.229. vol.28.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بنیادی کردار ادا کیا ان میں سے ایک روسو بھی ہے۔ اس سے متعلق ملتا ہے کہ یہ ایک ان پڑھ شخص تھا۔ 1789ء کے انقلاب کے وقت اگرچہ روسو دنیا میں موجود نہیں تھا مگر پھر بھی اس انقلاب کے پیچھے اس کی فکر کارفرما تھی۔

روسو کے مقالہ جات اور ناولوں نے انقلاب فرانس کے قائدین اور انقلاب کے داعیوں میں ایک نئی روح اور جوش وولولہ پیدا کیا۔ چنانچہ "دی نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا" میں روسو کا تعارف حسب ذیل ہے:

"Rousseau, Jean-jacques, (b.June 28,1712, Genva-d july 2,1778, Ermenonville) French philosopher, writer and political theorist whose treatises and novels inspired the leaders of the French Revolution and the Romantic generation."[1]

ترجمہ:۔ روسو ایک فرانسیسی فلسفی، مصنف اور سیاسی نظریہ پیش کرنے والا تھا، جس کے مقالہ جات اور ناولوں نے فرانسیسی انقلاب کے قائدین اور جذباتی نسل میں جوش پیدا کیا۔"

روسو نے یہ نظریہ پیش کیا کہ آزادی (Liberty) انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ لہٰذا انسان پر کسی قسم کی کوئی پابندی اور قید نہیں لگانی چاہیے۔ (پابندیوں سے مراد مذہبی اور معاشرتی قیود و حدود ہیں) اسی طرح روسو نے یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ تمام انسانوں کے مابین مساوات (Equality) ہونی چاہیے کیونکہ مساوات انسان کا پیدائشی حق ہے۔ چنانچہ قیصر الاسلام روسو سے متعلق رقمطراز ہیں:

[1] The New Ency. of Britannica, p.210, vol 10

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"روسو نے ہابس کے اس دعویٰ کو مسترد کر دیا کہ انسان اپنی بنیادی فطرت میں شر / بدی کا نمونہ ہے۔ اس کے برعکس روسو نے کہا کہ انسان فطرت کا اصل الاصول خیر / نیکی ہے۔ انسان نہ صرف یہ کہ معصوم اور نیک پیدا ہوا ہے بلکہ آزادی اسکی سرشت میں داخل ہے اور مساوات اس کا پیدائشی حق ہے۔"[1]

انسانی آزادی سے متعلق روسو کے نظریات کو "مغربی سیاسی افکار" میں اسطرح بیان کیا گیا ہے:

"روسو کے خیال میں انسان کو فطرت کے دیگر موجودات کی طرح آزادی حاصل ہے اس لئے مملکت اور معاشرت کو چاہیے کہ فرد کی آزاد حیثیت اور اس کی فردیت (Individuality) کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی فطرت کے مطابق نشوونما کا اہتمام کرے۔"[2]

روسو کا مذہب سے متعلق نقطہ نظر:-

روسو کا مذہب سے متعلق نقطہ نظر یہ تھا یہ مذہب کو انسانی ترقی میں رکاوٹ قرار دیتا ہے۔ اس کا نظریہ تھا کہ مذہب انسان پر بے جا پابندیاں لگاتا ہے لہٰذا انسانیت اگر آزادی سے زندگی بسر کرنا چاہتی ہے تو اسے مذہب سے کنارہ کش ہونا پڑے گا۔ "تاریخ اقوام عالم" میں روسو کا مذہب سے متعلق نقطہ نظر کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

"مشہور فرانسیسی مصنف روسو جو فطرت انسانی کی پکار سننے اور اس پر عمل کرنے کا حامی تھا۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مذہب کی پابندیاں ترقی کی راہ میں حائل ہیں۔ فکر آزاد سے انسان صحیح نتائج تک پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا انسان کو اپنی آزاد فکر کی روشنی میں قانون بنانے چاہئیں۔"[3]

---

[1] تاریخ فلسفہ مغرب، حصہ اول، ص: 322، مصنف: قاضی قیصر الاسلام نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد۔

[2] مغربی سیاسی افکار، ص: ۴۲۳، مصنف: محمد اشرف خرم، اردو اکیڈمی سندھ کراچی، ۱۹۹۴ء

[3] تاریخ اقوام عالم، ص: ۵۷۰، مصنف: مرتضیٰ احمد خاں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"روسو مذہب کو مملکت کے اعلیٰ مقاصد کے حصول کی راہ میں ایک رکاوٹ تصور کرتا ہے اس کے خیال میں عیسائیت کے مختلف فرقے بالخصوص رومن کیتھولک مملکت کے لئے انتہائی غیر مفید حیثیت کے حامل تھے یہی وجہ ہے کہ روسو عیسائیت کا شدید مخالف نظر آتا ہے اس بناء پر اس نے "معاشرتی مذہب" کا تصور پیش کیا جو سیاسی جماعت کے قیام میں اپنا رول ادا کر سکتا ہے۔[1]

روسو کا نظریہ معاشرتی مذہب(Rousseau,s Theory of Civil Religion):

معاشرتی مذہب یا مذہب مدنی (Civil Religion) کا اگر تاریخی لحاظ سے جائزہ لیا جائے تو اس کا تصور جہاں ڈرخائم اور اگست کومٹے کے ہاں ملتا ہے۔ وہاں روسو کے ہاں زیادہ واضح صورت میں نظر آتا ہے۔ ژاں پال روسو نے اپنی کتاب معاہدہ عمرانی (Social Contract) میں مذہب مدنی کا تصور پیش کیا اور اس کیلئے باقاعدہ ایک باب بعنوان "Civil Religion" مقرر کیا۔ کیونکہ روسو لوگوں کیلئے مذہب کی ضرورت واہمیت سے ناواقف نہ تھا۔ اس کے ساتھ روسو کے پیش نظر یہ بات بھی تھی کہ ایک مثالی ریاست (Ideal state) جس کا وہ تصور پیش کرنے جارہا ہے، اس میں عیسائیت بطور مذہب کے غیر موزوں ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر روسو نے مذہب مدنی (Civil Religion) کا نظریہ پیش کیا۔ جس کی شریعت مقرر کرنا حکمران کا کام ہوگا، مگر اور مذاہب کے عقائد کی طرح نہیں بلکہ معاشرتی جذبات واحساسات کے طور پر جن کے بغیر نیک شہری یا وفادار رعایا کا ہونا ناممکن ہوگا اور ہر اس شخص کو وہ مرتد قرار دے کر ریاست سے نکال سکے گا یا اس کو سزائے موت دے سکے گا جو اس مذہب مدنی کا منکر ہوگا۔

کیونکہ وہ دنیا میں سب سے بڑے جرم کا مرتکب ہوا اور قوانین کے سامنے جھوٹا بنا۔ اسی طرح ژاں پال روسو مذہب مدنی کے عقائد سے متعلق کہتا ہے کہ مذہب مدنی کے عقائد سادہ،

---

[1] مغربی سیاسی افکار، ص: ۴۵۰، مصنف: محمد اشرف خرم، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر، جامع ومانع اور غیر مشرح ہونے چاہئیں۔ ایک قادر، علیم، رؤف ورحیم، عالم الغیب اور کریم خدا کا وجود، حشر ونشر نیکیوں کی جزا، بدکاروں کی سزا، معاہدہ عمرانی اور قوانین کا احترام اس مذہب کے عقائد ہوں گے۔

چنانچہ روسو مذہب مدنی (Civil Religion) سے متعلق اپنی مشہور کتاب (Social Contract) میں لکھتا ہے:

"There is therefore a purely civil profession of faith of which the sovereign should fix the articles, not exactly as religious dogmas, but as social sentiments without which a man cannot be a good citizen or a faithful subject. While it can comple nor one to believe them, it can banish from the state whoever does not believe them, it can banish him, not from impiety, but as an anti-social being, incapable of truly loving the laws and justice, and of sacrificing, at need, his life to his duty. If anyone, after publicly recognizing these dogmas, behaves as if he does not believe the, let him be punished by death: he has committed the worst of all crimes, that of lying before the law."[1]

[1] Social contract, By: Jean Jacques Rousseau, Translated by: G.D.H. Cole, published by:Prometheus Books, New york, 1996،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقلاب فرانس کے اثرات و نتائج:

انقلاب فرانس نے یورپ سمیت ساری دنیا پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اور اس انقلاب کے بہت دور رس نتائج بر آمد ہوئے۔ جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ "انقلاب فرانس" دراصل مذہب (عیسائیت) کی شکست اور لادینیت کی فتح ہے۔ اس انقلاب کے نتیجے میں جدید نظریات نے جنم لیا، فرانس کا قدیم نظام جس میں سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی نظام شامل ہیں، انکو یکسر بدل کر رکھ دیا۔ ان نظامہائے حیات کو انقلاب فرانس سے قبل مذہبی بنیادوں پر استوار کیا گیا تھا جبکہ انقلاب کے بعد انکو سیکولر نظریات میں ڈھالا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن مفکرین سے متاثر ہو کر انقلابیوں نے انقلاب برپا کیا۔ ان میں اکثریت ان مفکرین کی تھی جو بنیادوی طور پر عقل انسانی کو علم کا مستند ذریعہ شمار کرتے تھے۔ اسی لئے انقلاب فرانس کے نتیجے میں جدیدیت کو فروغ حاصل ہوا اور دنیا میں اشتراکیت، جمہوریت اور آزادی فکر کے نظریات نے سر اٹھایا۔ چنانچہ اس ضمن میں "انسائیکلوپیڈیا امریکانا" میں درج ہے:

> "Modern ideologies differ in evaluating and interpreting the revolution, and there are liberal, democratic, socialist, nationalist and conservative perspectives."[1]

> ترجمہ: جدید نظریات انقلاب (فرانس) کی وضاحت کر رہے ہیں اور وہاں پر آزادی، جمہوریت؛ اشتراکیت اور قومیت کے تناظر ہیں۔

اس انقلاب کے بعد فرانس، یورپ اور دنیا کے متعدد ممالک میں جمہوریت کو فروغ ہوا۔ جمہوریت، سیاسی نظام کا ایک مضبوط ستون بن گیا۔ یعنی سیاسی نظام جو پہلے مذہبی تعلیمات کے مطابق استوار کیا گیا تھا اس انقلاب کے بعد سیاسی امور کو عوام کی خواہش کے مطابق از سر نو منظم کیا گیا۔ اسی ۔ے

[1] The Ency. American, p.72, vol.12

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس انقلاب کو جہاں سیکولرازم کی فتح شمار کیا جاتا ہے، وہاں اس انقلاب کو جمہوریت کی فتح بھی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اس ضمن میں "Pierre Gaxotte" لکھتا ہے:

"It was the Revolution that gave the first mighty impulse to the allied forces of democracy."[1]

ترجمہ: "یہ ایک انقلاب تھا جس نے جمہوریت کی حلیف قوت کو پہلی طاقتور تحریک فراہم کی۔

"Albert Mathiez" انقلاب فرانس کے اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"The influence of the French Revolution on France and an Europe was so important that it is no exaggeration to say that it works the beginning of a new era in th history of the world."[2]

ترجمہ: "انقلاب فرانس، فرانس اور یورپ پر اس کے اثرات بہت اہم ہیں، اس بات کے کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اس کے آثار تاریخ عالم میں نئے دور کا آغاز ہیں۔"

[1] The French Revolution, P.VII, By: Pierre Gaxotte, Translated by: Walter Alison phillips, london, 1932

[2] Ency. of the social Sciences, p. 480, vol.5

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل چہارم

جدید سائنس اور اس کی فکری بنیادیں

اس فصل میں جدید سائنسی نظریات اور اذکار و خیالات کا اس حیثیت سے جائزہ لیا جائے گا کہ ان کا یورپ میں سیکولرزم کے فروغ میں کیا کردار ہے؟ یہاں جدید سائنس کا پس منظر بھی بیان کیا جائے گا کہ کن حالات میں اور کن کن مفکرین نے جدید سائنس کو فکری غذا فراہم کی؟ اس کے علاوہ مذہب اور سائنس کی آپس میں چپقلش اور کشمکش کے موضوع کو بھی زیر بحث لایا جائے گا۔ اس میں بتایا جائے گا کہ درحقیقت مذہب اور سائنس کی کوئی دشمنی اور عداوت نہیں کیونکہ دونوں کے راستے جدا جدا ہیں۔ مذہبی طبقہ کی بے دانشی اور بے وقوفی کے باعث، مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے حریف اور دشمن بن گئے۔

لہٰذا جب یورپ میں سائنسی انقلاب آیا اور اس میں مذہب کو شکست اور سائنس کو فتح ہوئی تو سائنس نے مذہب کو اپنا حریف اور مدمقابل سمجھتے ہوئے مذہب کو انسانی زندگی سے رخصت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی اور جدید سائنس نے مذہب سے متعلق یہ نظریہ پیش کیا کہ مذہب انسانی زندگی میں ترقی کا دشمن ہے۔

لہٰذا یورپ میں سیکولرازم کے فروغ میں جہاں اور بہت سارے عوامل کارفرما تھے جن کا پچھلے صفحات میں تعارف کروایا گیا ہے ان میں جدید سائنس کے کردار کو بھی نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

جدید سائنسی نظریات کے یورپی معاشرہ پر بہت دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ جدید سائنسی انقلاب سے یورپ میں ایک نئے عہد کا آغاز ہوا اور یہ عہد قرون وسطیٰ سے بالکل جدا اور الگ نوعیت کا حامل تھا۔ چنانچہ اس ضمن میں "ایرک فرام" لکھتا ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"۱۵۰۰ عیسوی کے لگ بھگ ایک نیا عہد شروع ہوا۔ انسان نے فطرت اور فرد کو دریافت کیا، اس نے فطری علوم کی بنیادیں استوار کیں جنھوں نے کرہ ارض کی صورت کو بدلنا شروع کر دیا۔ قرون وسطی کی بند دنیا ٹوٹ پھوٹ گئی، متحد کرنے والی جنت منتشر ہو گئی انسان نے سائنس میں متحد کرنے والا ایک نیا اصول دریافت کیا اور وہ کرہ ارض کی سماجی و سیاسی وحدت اور فطرت کے غلبے میں ایک نئی وحدت تلاش کرنے لگا۔ عقلی شعور جو یونانی روایت کا ورثہ تھا، بھڑک اٹھے اور انھوں نے انسانی تخلیق کو وہ ترقی دی جس کا پہلے تصور نہ تھا۔"[1]

جدید سائنس کا پس منظر :

جدید سائنس کے پس نظر پر ڈالے تو معلوم ہوتا ہے کہ جدید سائنس جس فلسفہ کے زیر سایہ پروان چڑھی اسکی بنادیں خدا اور وحی و الہام یعنی مابعد الطبیعاتی امور سے انکار پر رکھی گئی تھیں۔ جدید سائنس کی نگاہ صرف اس مادی کائنات تک محدود ہے۔ اور مادی کائنات سے ماوراء اور کسی کے وجود کے قائل نہیں، کیونکہ جدید سائنسدانوں نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ جو چیز انسان کے تجربہ، حس اور مشاہدہ سے ماوراء ہے اس کو کوئی وجود نہیں، اسی بناء پر خدا، جنت دوزخ، حساب، نیز ان اور فرشتوں کے وجود سے انکار کیا گیا۔ چنانچہ "اسلام اور جدید مادی افکار" میں محمد قطب رقمطراز ہیں:

"چونکہ تجربی سائنس کا دائرہ محسوسات ہی بن سکے تھے اس لئے اہل مغرب نے صرف ان باتوں پر یقین برقرار رکھا، جو محسوسات کے دائرہ میں آتی تھیں، اور جو باتیں اس دائرہ میں نہ آتی تھیں، وہ یکلخت ان کے ایمان و یقین سے خارج ہو گئیں اور انھوں نے اس راستے کے سوا معرفت کا ہر راستہ بند کر دیا۔ بلاشبہ اس طرز عمل پر انھیں ان کی اس خالص مادہ پرستانہ طبیعت ہی نے ابھارا جو انھیں قدیم روما سے ورثے میں ملی تھی، ان کے نزدیک جو بات

[1] صحت مند معاشرہ، ص: 310، مصنف: ایرک فرام، مترجم: قاضی جاوید، فکشن ہاؤس لاہور 2005ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجربے کے خراد پر نہ چڑھ سکے وہ محض بکواس ہے یا کم از کم اس قابل نہیں ہے کہ اسے خاطر میں لایا جائے۔ چونکہ ذات باری بھی نعوذ باللہ کسی تجربہ گاہ میں نہیں لے جائی جاسکتی اور نہ تجربی سائنس کے سامنے پیش کی جاسکتی ہے، اس لئے اہل مغرب کو خدا کی بھی ضرورت نہیں رہی اور انھوں نے برملا کہہ دیا کہ کوئی خدا نہیں۔"[1]

سید حسن نصر جدید سائنس کے پس منظر پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Modern scence was born through the scientific Revolution in the eleventh/Seventeenth century at a time when, as we saw earlier, European philosophy had itself rebelled against revelation and the religious world view. The background of modern science is a particular philosophical outlook which sees the parameters of the physical world, that is space, time, matter, motion and energy to be realities that are independent of higher orders of being and cut off from the power of God, at least during the unfolding of the history of cosmos. It views the physical world as being primarily the subject of mathematization."[2]

اس کا مفہوم ہے "گیارہویں صدی سے سترھویں صدی میں سائنسی انقلاب کے ذریعے جدید

[1] اسلام اور جدید مادی افکار، ص: ۹۳۔ ۹۵، مُف: محمد قطب مصری مترجم: سجاد احمد کاندھلوی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور ۱۹۸۷ء

[2] A young Muslim's Guide to the modern world 183; By: Seyyed Hossein Nasr. Suhail Academy LHR1998

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سائنس نے جنم لیا تھا، جس وقت ابتدائی یورپی فلسفہ نے دنیا کے بارہ میں مذہبی نقطہ نظر اور وحی وا ہام کے خلاف بغاوت کی۔ جدید سائنس کے پس منظر میں ایک خاص فلسفیانہ نقطہ نظر ہے جو کہ مادی اور طبعی دنیا ہی پر نگاہ رکھتا ہے۔ اور یہ (فلسفہ) اپنی تاریخ میں کارخانہ قدرت کے انکشاف کرنے میں خدا اور مابعد الطبیعاتی امور سے آزاد ہے۔ اس کے خیالات میں، مادی دنیا ریاضیاتی شعبہ سے وابستہ ہے۔"

جدید سائنس کے پس منظر میں ہمیں مادیت کا غلبہ نظر آتا ہے۔ چنانچہ مولانا عبد الباری ندوی صاحب رقمطراز ہیں:۔

"اٹھارہویں صدی سے لے کر انیسویں صدی کے آواخر تک مادیت ہی مادیت کا سائنسی فلسفہ چھایا رہا۔"[1]

جدید سائنس اور مذہب کی کشمکش:

عیسائیت کی تاریخ میں اہل کلیسا اور سائنس کی کشمکش ایک اہم واقعہ ہے۔ اہل کلیسا نے جدید سائنس کا راستہ روکنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ انھوں نے سائنسدانوں کو طرح طرح سے اذیتیں دیں۔ کسی سائنسدان کو سولی پر لٹکایا گیا۔ اہل کلیسا کے اس ناروا سلوک سے سائنسدانوں کے دلوں میں بھی مذہب سے متعلق نفرت نے جنم لیا۔ انھوں نے اپنی نفرت کو اہل کلیسا تک محدود نہیں رکھا بلکہ انھوں نے مذہب ہی کو اپنا حریف سمجھ لیا اور اس طرح مذہب اور سائنس کی کشمکش اور عداوت کا آغاز کیا۔

جدید سیکولر مفکرین نے اہل کلیسا کے اس طرز عمل کے باعث یہ نظریہ پیش کیا کہ مذہب انسانی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ مذہب انسانی زندگی کو جامد اور انسانیت کو جاہلیت کے غار میں پھینکتا ہے لہٰذا اگر انسانیت ترقی، فلاح و بہبود اور علم کی روشنی سے آشنا ہونا چاہتی ہے تو

1 مذہب اور سائنس، ص: ۲۰۴، مصنف: مولانا عبد الباری ندوی المکتبۃ الاشرفیہ جامعہ لاہور، ۱۹۹۴ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے مذہب سے کنارہ کش ہونا پڑے گا۔

چنانچہ مذہب اور سائنس کی کشمکش کو بیان کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب رقمطراز ہیں:

"اس کشمکش کا پہلا نتیجہ یہ ہوا کہ علمی بیداری میں اول روز ہی سے مذہب اور اہل مذہب کے خلاف ایک ضد سی پیدا ہوگئی اور جوں جوں اہل مذہب کی سختیاں بڑھتی گئیں، یہ ضد بھی بڑھتی چلی گئی۔ یہ ضد صرف مسیحیت اور اس کے کلیسا تک محدود نہ رہی بلکہ مذہب فی نفسہٖ اس کا ہدف بن گیا۔ علوم جدیدہ اور تہذیب جدید کے علم برداروں نے یہ سمجھ لیا کہ مذہب بجائے خود ایک ڈھونگ ہے۔ وہ کسی عقلی امتحان کی ضرب نہیں بن سکتا اس کے عقائد دلیل پر نہیں بلکہ اندھے اذہان پر مبنی ہیں۔ علم کی روشنی بڑھنے سے وہ ڈرتا ہے کہ کہیں اس کا (یعنی مذہب کا) پول نہ کھل جائے۔"[1]

ڈاکٹر ولیم ڈریپر اپنی مشہور تصنیف "معرکہ مذہب و سائنس" میں اس موضوع پر اسطرح روشنی ڈالتے ہیں:

"مسیحیت کی تاریخ میں سب سے زیادہ نامبارک وہ دن ہے جبکہ اس نے اپنے آپ کو سائنس سے علیحدہ کر لیا۔ اس نے آریجن کو جو اس زمانہ (۲۳۱ء) میں کلیسا کی طرف سے سائنس کا بہت بڑا وکیل اور سرپرست تھا مجبور کیا کہ اسکندریہ چھوڑ کر قیصریہ چلا جائے۔ اس کے بعد پیشوایانِ دین عیسوی صدہا سال تک اس کوشش میں مصروف رہے کہ حقیقت اشیاء کی تاویل بذریعہ آیاتِ انجیل کریں۔ لیکن اس کوشش میں جو ناکامیاں انھیں نصیب ہوئیں ان کی پردہ دری تیسری صدی سے لیکر سولہویں صدی تک کی تاریخ عالم کر رہی ہے۔ قرون متوسطہ کی ظلمت کا باعث یہی طرزِ عمل تھا۔"[2]

جب اہل کلیسا نے جدید سائنس کا راستہ روکنے کی کوشش کی اور علمائے سائنس پر شدید ظلم و ستم کا

[1] اسلامی نظام زندگی اور اسکے بنیادی تصورات، ص: ۲۹۸۔۲۹۹ اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۹۰ء

[2] معرکہ، مذہب و سائنس، ص: ۳۲۸۔۳۲۷، مترجم: مولانا ظفر علی خاں الفیصل اردو بازار لاہور، 1995ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بازار گرم کیا تو اس صورت حال میں لوگوں نے کلیسائی نظام کیخلاف بغاوت کر دی۔ کلیسائی نظام کے خلاف بغاوت در حقیقت مذہب کے خلاف بغاوت تھی۔ آخر کار اس جنگ میں اہل کلیسا کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور سائنسی افکار و خیالات تیزی سے عوام میں پذیرائی حاصل کرنے لگے اور اس طرح اہل کلیسا جنکا معاشرے میں ایک مقام تھا ان کی غلط روش کے باعث ان کا وقار خاک میں مل گیا۔

چنانچہ اس ضمن میں محمد قطب صاحب رقمطراز ہیں:

"جب کچھ سائنسدانوں نے زمین کے گول ہونے کا نظریہ اختیار کیا تو انھیں کلیسا کے مقدس افکار کے برخلاف نقطہ نظر رکھنے پر سخت سزائیں دی گئیں اور شدید ظلم و ستم کیا گیا۔ ایسی صورت میں بلاشبہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ سائنس اور کلیسا کی جنگ میں لوگ کلیسائی افکار سے منکر ہو کر صرف ان باتوں پر یقین کر لیں جنھیں سائنس ثابت کرتی ہے۔ اور اس موقعے سے فائدہ اٹھا کر کلیسا کے استبداد اور آمریت کے مدمقابل آجائیں' اور سائنس کا زبردست ہتھیار ہاتھوں میں لے کر کلیسائی اوہام کے بت پاش پاش کر دیں۔ اس کے وجود کو جھنجوڑ ڈالیں اور اس کے ماننے والوں سے اس کی تقدیس و عظمت کی جڑیں اکھاڑ پھینکیں۔"[1]

مغرب میں جدید سائنسی تحقیقات کو فکری غذا تحریک اصلاح (Reformation) نے فراہم کی اور تحریک اصلاح جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ مغرب میں لادینیت (Secularism) کو فروغ دینے میں اس تحریک کا بڑا حصہ ہے۔ لہٰذا ان افکار و خیالات پر جس سائنس کی عمارت کھڑی کی گئی اس نے وحی والہام اور مابعد الطبیعاتی امور کا انکار کرتے ہوئے حواس، مشاہدہ اور تجربے کو علم و یقین کا معیار قرار دیا اور اس طرح مذہب کی جڑیں کھوکھلی ہوئیں۔ چنانچہ اس ضمن میں درج ہے:

1 اسلام اور جدید مادی افکار، ص: ۳۱۔۳۲، مصنف: محمد قطب اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۷ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" مغرب میں سائنسی تحقیق کا جو عمل چند صدیوں میں سامنے آیا ہے، اس کی بنیاد تشکیل جدید(Reformation) کی تحریک ہے۔ یہ تحریک جن اصولوں پر کھڑی ہے، اس کی ایک بنیاد مذہب کی نفی بھی ہے۔ چنانچہ مغرب میں بالعموم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سائنسی تحقیق کا عمل فی نفسہ غیر مذہبی(Secular) ہے-----جدید سائنس کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ اس کی بنیاد وحی پر نہیں بلکہ حواس پر ہے یا انسانی تجربے پر۔ وہ کائنات کو اس نظر سے نہیں دیکھتی کہ وہ کسی خالق کی تخلیق ہے جو ہر چیز پر قادر ہے بلکہ وہ اسے بعض طبعی قوانین کا شاخسانہ قرار دیتی ہے۔" [1]

جدید سائنس نے مذہب کی ماہیت اور خاصیت کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے اور مذہب کا تعلق چونکہ مابعد الطبیعاتی امور سے ہوتا ہے جبکہ سائنس کا مادی اور طبعی دنیا سے۔ اس کے علاوہ سائنس نے مابعد الطبیعاتی امور کا رد کیا ہے۔ یا ان کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی اس لئے جدید سائنس سے مذہب کا اثبات نہیں ہوتا۔

چنانچہ "ریلیجن اِن دی ماڈرن ورلڈ" میں ہے:

"The maintenance of a true Religion is therefore not compatible with the profane point of view, or, to give it another name, the modernistic outlook. Whetever attempts are made to accommodate Religion to the moderanistic outlook is inevitablly a denaturing of Religion, including a rejection of everything in the sacred scriptures which does not fit in with the new outlook."[2]

[1] فکر و نظر، ص: ۴۵۔۴۷، جلد: ۴۱، شمارہ: ۲ مضمون: طبعی علوم کی اسلامی تشکیل، اسلام آباد

[2] Religion in the Modem World, By: Lord North bourne, P.17, 1999 suhail Academy urdu Bazar LHR,

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ:۔ ایک سچا مذہب جدیدیت یالادین نقطہ سے ہم آہنگ نہیں ہو سکتا۔ جب کبھی جدیدیت کے ساتھ مذہب کو ملانے کی کوشش کی گئی (سائنسی لباس میں یااس کے علاوہ) اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس میں مقدس الہامی کتب کا انکار اور ان سے اعتراض کرنا بھی شامل ہے جو کہ جدید نقطہ نظر کیلئے موزوں نہیں ہے۔

سید حسن نصر اس ضمن میں لکھتے ہیں جسکا مفہوم یہ ہے کہ جدید سائنس دنیا سے متعلق سائنسی ذرائع علم کے علاوہ دوسرے ذرائع علم سے حاصل شدہ معلومات کو قبول کرنے سے انکار کرتی ہے خاص کر مافوق الفطرت (Revelation) ذرائع علم کی صحت پر جدید سائنس شک کرتی ہے اور جدید سائنسی نظریات مذہب کی اہمیت تک محدود کرتے ہیں چنانچہ حسین نصر کی عبارت حسب ذیل ہے:

"Scientism, however, is a philosophy which extends modern science to a totle idealogy, a way of looking at all thing, and it is this outlook which has become so dominant in th modern world view It is scientific as being of servious consideration as far as knowledge is concerned and which refuses to accept the possiblity of any other mode of knowing, such as that received through revelation. It is the domination of scientism which has made the religious view of the universe appear as intellectually irrelevant, reducing religion to only,a subjectivized ethics and matters of private conscience."[1]

---

[1] A young muslims guide to modern world, P.187, suhail Headery Urde Bazar LHR 1998.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مغرب میں قدیم و جدید دونوں ادوار کی سائنس نے مذہب کی حقانیت اور صداقت پر کاری ضرب لگائی مگر جدید سائنسی نظریات اور افکار و خیالات قدیم سائنس سے بھی زیادہ مہلک اور خطرناک ثابت ہوئے ہیں۔ قدیم سائنسدانوں نے اگر خدا کا انکار کیا تو جدید سائنس نے خدا کا انکار تو نہیں کیا لیکن اپنے نئے خدا ایجاد کر لئے۔

چنانچہ اس ضمن میں حسن عسکری صاحب رقمطراز ہیں:

”غرض موجودہ سائنس ہو یا نفسیات یا فلسفہ کہیں کہیں بھی دین کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش نہ یں کی جارہی۔ ایسے لوگ مذہب اور روحانیت کی جتنی مدح سرائی کرتے ہیں۔ وہ سب فریب ہے، بنیادی طور سے ذرا بھی فرق نہیں ہے اب تک سائنس مذہب کی دشمن بن کر سامنے آتی تھی اب سب دوست بن کر آرہی ہے۔ یہ زیادہ خطرناک ہے۔ انیسویں صدی تک کی سائنس مذہب پر بہت سے اعتراضات کرتی اور شکوک و شبہات پیدا کرتی تھی۔ نیا سائنس اب ان پرانے اعتراضات کو چھوڑ چکا ہے کیونکہ سائنس نے عقلیت پرستی چھوڑ کر جسم یا حیات پرستی کرنے لگا ہے۔ اس لئے مذہب کو ختم کرنے کی بجائے ایک نیا مذہب بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ سائنس پرانے سائنس سے بھی زیادہ مہلک ہے۔ پرانی سائنس خدا کے وجود سے منکر تھی، نئی سائنس نئے خدا ایجاد کر رہی ہے۔“[1]

جدید سائنس و ٹیکنالوجی کے دنیا پر اثرات:

جدید سائنس کے فروغ کے سبب یورپی معاشرہ پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ قرون وسطیٰ میں پھر بھی مذہب کے اثرات کے باعث روحانیت کی جھلک نظر آتی ہے لیکن جدید سائنس نے انسانوں کو زر پرست اور مادیت کا دلدادہ بنایا اور اُخروی زندگی کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف دینوی زندگی کو سنوارنا ہی اصل مقصد بن گیا اور نت نئی ایجادات و اکتشافات کے ذریعے اپنی زندگیوں میں آسائش پیدا کرنا ہی اصل ٹارگٹ بن گیا۔

[1] جدیدیت، ص: 87، مصنف حسن عسکری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ "ایرک فرام" جدید سائنس کے اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اب ان کا مقصد فطرت پر غلبہ پانا اور زیادہ سے زیادہ مادی آسائشیں حاصل کرنا رہ گیا۔ پیداوار بہتر زندگی کا وسیلہ ہی نہیں بلکہ بذات خود مقصد بن گئی۔ زندگی کو اس مقصد کے تابع کر دیا گیا۔ محنت کی بتدریج بڑھتی ہوئی تقسیم اور محنت کے زیادہ مشینی ہونے کے عمل میں انسان خود مشین کا آقا بننے کی بجائے اس کا محض ایک پرزہ بن کر رہ گیا۔ وہ اپنے آپ کو فروخت اور سرمایہ کاری کی شئے خیال کرنے لگا۔ اس کا مقصد کامیابی رہ گیا۔ یعنی یہ کہ وہ منڈی میں اپنی زیادہ قیمت لگوائے۔ اس کی قدر کا تعین اس کی قیمت فروخت سے ہونے لگا۔ محبت اور عقل کی انسانی صفات اور اس کی فنکارانہ صلاحیتیں بے قدر ہو گئیں۔ خوشی کا مطلب نت نئی اور بہتر مصنوعات کا استعمال رہ گیا۔"[1]

جدید سائنس کے افکار و خیالات اور نظریات سے متاثر ہو کر اور بہت سے تحریکوں اور نت نئے نظریات سے جنم لیا جنھوں نے آگے چل کر دنیا پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ چنانچہ جدید سائنس کے اثرات پر گفتگو کرتے ہوئے محمد قطب صاحب رقمطراز ہیں:

"وقت کے تمام غالب فلسفے اور مغرب کے تمام جدید نظریات اسی مادی فلسفے سے ابھرے ہیں۔ مشرق میں کارل مارکس (Karl marx) کی اشتراکیت، مغرب میں فرائڈ کی نفسیات اور امریکہ میں عملیت (pragmatism) سب اسی فلسفہ مادیت کے برگ و بار ہیں اور ان سب کی اصل ایک ہی ہے، اگرچہ ان کی ظاہری شکلیں مختلف ہیں۔"[2]

---

[1] صحت مند معاشرہ، ص: 311-312، مصنف: ایرک فرام مترجم قاضی جاوید، فکشن ہاؤس لاہور، 2005ء

[2] اسلام اور جدید مادی افکار، ص: ۳۴-۳۵ مصنف: محمد قطب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل پنجم

جدید مغربی ماہرین عمرانیات اور سیکولرازم

اس فصل میں "جدید مغربی ماہرین عمرانیات" کے نظریات کا جائزہ لیا جائے گا۔ ان میں سے ان ماہرین عمرانیات کا ذکر کیا جائے گا جنھوں نے مغربی معاشرے پر گہرے اثرات مرتب کئے۔ اس فصل میں اس موضوع پر بھی بحث کی جائے گی کہ ان جدید ماہرین عمرانیات نے مذہب کو کس نظر سے دیکھا؟ اور مذہبی روایات کی معاشرتی حیثیت کیا متعین کی؟ اور انھوں نے قدیم طرز کے معاشرے میں کون کونسی تبدیلیاں کیں؟ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یورپ میں جدیدیت کا آغاز نشاۃ ثانیہ (Renaissance) اور تحریک اصلاح (Reformation) سے ہوا۔ یورپ کے جدید سیاسی مفکرین، ماہرین معاشیات اور عمرانیات یہ سب نشاۃ ثانیہ کی فکر سے متاثر تھے۔ اسی لئے انھوں نے نظامہائے زندگی کو جدید بنیادوں پر استوار کیا اور اسطرح یورپ میں سیکولر نظریات کو پھیلنے کا موقع ملا۔ اس فصل میں مغرب کے مشہور ماہرین عمرانیات، (جن کے اہل مغرب پر دور رس اثرات مرتب ہوئے) کومٹے (comte) ویبر (Weber) اور ڈرخائم (Durkheim) کے افکار وخیالات پر روشنی ڈالی جائے گی۔

اگست کومٹے (Auguste Comte):

اگست کومٹے ایک فرانسیسی فلسفی تھا اور یہ علم عمرانیات اور ثبوتیت مکتبہ فکر (Positivistic School) کا بانی ہے۔ اور اس کا مقصد معاشرے کو جدید سائنسی بنیادوں پر استوار کرنا تھا۔ "انسائیکلو پیڈیا امریکانا" میں "کومٹے" سے متعلق درج ہے:

> "Comte, August (1798-1857), French Philosopher, who is noted as the founder of the positivistic school and an originator in the development of socialogy as a science. The

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

central themes of his work were the evolution of the human mind and the necessity of devising scientific foundations for social rule."[1]

ترجمہ: اگست کومٹے فرانسیسی فلسفی ہے، جو کہ ثبوتیت مکتبہ فکر اور علم عمرانیات کو وجود میں لانے کی حیثیت سے مشہور ہے۔ اس کے کام کا مرکزی خیال ذہن انسانی کا ارتقاء اور عمرانی ضابطہ کی سائنسی بنیادیں اختراع کرنا ہے۔

"انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں "کومٹے" کا تعارف ان الفاظ میں کروایا گیا ہے:

"Comte, August. in full isidore Auguste-Marie-Francois Xavier Comte(b.Jan,19, Montpellier, d.Sept.5, 1857, paris), French Philosopher, known as the founder of sociology and positivism a system of thought and knowlwdge proposed as capable of providing a basis for political organization in modern industrial society."[2]

ترجمہ: "اگست کومٹے فرانسیسی فلسفہ ہے جو عمرانیات اور ثبوتیت کے موجد کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ ایک نظام ہے اور یہ جدید صنعتی معاشرہ میں سیاسی تنظیم کیلئے موزوں بنیادی حقائق تجویز کرتا ہے۔"

کومٹے کے زمانہ میں فرانسیسی انقلاب کے اثرات یورپ سمیت دنیا کے متعدد ممالک میں پھیل چکے تھے۔ لہذا اس نے صورتحال کا جائزہ لیتے ہوئے عمرانی علوم کو جدید خطوط پر استوار کرنے کی کوشش کی اور اس کیلئے اس نے مذہب سے راہنمائی لینے کی بجائے سائنسی طرز عمل اپنایا اور اسطرح عمرانی علوم سیکولرازم کی زد میں

[1] TheEncy. of Americana, P.484, vol.7

[2] The Ency of Britannica, p.510, vol.3

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ چنانچہ "یاسر جواد" اگست کومٹے سے متعلق لکھتا ہے۔

"کومٹے نے ایسے دور میں آنکھ کھولی جب انقلاب فرانس اور نپولینی مہمات کی گرد بیٹھ چکی تھی اور ایک نیا، مستحکم سماجی نظام (استبدادیت کے بغیر) تلاش کیا جارہا تھا۔ جدید سائنس و ٹیکنالوجی اور صنعتی انقلاب نے یورپ میں معاشروں کو نامعلوم سمتوں میں دھکیلنا شروع کر دیا تھا۔ پرانے جذبات، خیالات، عقائد اور دستور فرسودہ محسوس ہونے لگے اور لوگوں کو ان پر اعتبار نہ رہا کومٹے نے سوچا کہ یہ صورتحال نہ صرف فرانس اور یورپ کیلئے اہم بلکہ انسانی تاریخ کا ایک اہم موڑ بھی تھی۔ وہ معاشرتی نظام کی عقلی، اخلاقی اور سیاسی تنظیم نو کے بارے میں سوچنے لگا اور اس کام کیلئے سائنسی طرز عمل کو اپنانا لازمی خیال کیا۔"[1]

اگست کومٹے نے ذہن انسانی کی ترقی کے متعلق یہ نظریہ پیش کیا کہ ذہن انسانی تین حالتوں سے گزرا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"We may proceed at once to investigate the natural laws by which the advance of the human mind proceeds. The scientific principle of the theory appears to me to consist in the great philosophical law of the succession of the three states-primitive theological state, the transient ,meta physical, and the final positive state through which the human mind has to pass, in every kind of speculation."[2]

---

[1] فلسفیوں کا انسائیکلوپیڈیا، ص: 262-63

[2] The positive philosophy, By: Auguste Comte, P.522, George Bell and sous, London, 1896:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: "ہم قدرتی قوانین کی تفتیش کرنے سے انسانی ذہن کی ترقی کو آگے بڑھا سکتے ہیں۔ سائنسی اصول وضوابط کا نظریہ مجھ پر ظاہر ہوتا ہے جو کہ تین حالتوں کے سلسلے میں عظیم فلسفیانہ اصول پر مشتمل ہے۔ (ان میں پہلی حالت) ابتدائی دور کی دینی حالت اور (دوسری) ناپائیدار مابعد الطبیعاتی حالت اور آخر میں اثباتی حالت اور آخری حالت کے ذریعے ذہن انسانی ہر قسم کے قیاس سے آگے بڑھا۔"

"انسائیکلوپیڈیا امریکانا" میں کومٹے کے مذکورہ بالا نظریہ کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"Comte Viewed as having passed through three stages: a theological stage, a meta physical stage, and ultimately a triumphant stage, all thought was dominated by religious conceptions, including fetishism, polytheim, and finally monotheism. In each of these conceptions, man attributed power and will, and thus the functioning of the world to various specifically represented forces. In the metaphysical stage, the functioning of the world was attributed to forces of a disembodied and hypothetical kind. Finally, in positivism, man attained intellectual maturity, and science became possible."[1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے "کومٹے کے مطابق انسان تین حالتوں سے گزرا ہے۔ دینی حالت، مابعد الطبیعاتی حالت اور اثباتی حالت دینی حالت میں مذہبی خیالات کا غلبہ تھا۔ مابعد الطبیعاتی حالت میں فرضی خیالات غالب تھے۔ تیسری حالت یعنی اثباتی دور میں انسان نے ذہنی پختگی حاصل کی اور سائنس موزوں بن گئی۔"

کومٹے کا مذہب سے متعلق نقطہ نظر:

1 Ency. of American, P.495-96, vol.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کومٹے کے نزدیک مذہبی عقائد، عبادات اور رسومات کی حیثیت عمرانی مظاہر جیسی ہیں۔ اس کے نزدیک مذہب کا مطالعہ عمرانی نقطہ نظر سے کرنا چاہیے۔ چنانچہ حسن عسکری صاحب کومٹے کا مذہب سے متعلق نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”کومٹے کے اثر سے انیسویں صدی میں یہ رجحان پیدا ہو گیا اور بیسویں صدی میں تو بالکل غالب آگیا کہ مذاہب کے معاملے میں حق و باطل کا سوال نہ اٹھایا جائے، بلکہ عقائد اور مذہبی رسوم کو عمرانی عوامل اور مظاہر میں شمار کیا جائے، اور مذہب کا مطالعہ بھی اسی طرح کیا جائے جسطرح دوسرے عمرانی مظاہر ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہر عقیدے اور ہر مذہبی چیز کی تشریح عمرانی نقطہ نظر سے کی گئی۔ یہ انداز بیسویں صدی میں عروج کو پہنچ چکا ہے۔ اس قسم کے مفکر مذہب کی مخالفت نہیں کرتے، بلکہ بعض اوقات مذہب کی تحسین کرتے ہیں۔ لیکن ان کی نظر میں مذہب کی وہی قدر و قیمت ہے جو کھیل تماشوں کی ہے۔“[1]

ڈرخائم:(Emile Durkheim):

جدید مغربی ماہرین عمرانیات میں ڈرخائم کی شخصیت بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ اسکو فرانس کے عمرانی مکتب فکر کا بانی تصور کیا جاتا ہے۔

”انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا میں ڈرخائم کا تعارف ان الفاظ میں ملتا ہے:

"Durkheim, Emile (b. April 1858, Epinal, d.Nov.15,1917, paris), French social scientist who developed a vigorous methodology combining empirical research with ociological theory. He is widely regarded as the founder of the French school of sociology."[2]

[1] جدیدیت، ص:63

[2] The Ency. of Britanica, P.294, vol.4

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ڈرخائم فرانسیسی عمرانی سائنسدان ہے۔ جس نے عمرانی نظریہ کیساتھ علمی تحقیق کو ایک زوردار طریق سے یکجا کیا۔"

ڈرخائم نے بھی کومٹے (Comte) کی طرح سائنسی طریقہ کار کے مطابق معاشرہ کو ڈھالنے کی کوشش کی اور اس نے اپنی تصانیف میں معاشرتی نظم وضبط سے متعلق آراء پیش کیں۔

"انسائیکلوپیڈیا آف امریکانا" میں ڈرخائم سے متعلق درج ہے۔

"One of Drukheim's principal concerns was to establish a properly scientific method for the study of society, The object of sociology as a realm of unique, social facts. A basic theme in his writings is the importance of social orders or cohesion in society."[1]

اس کا مفہوم ہے کہ "ڈرخائم کے اصول وقوانین معاشرہ کے مطالعہ کیلئے ایک مناسب سائنسی طریقہ کو قائم کرنے سے متعلق تھے، عمرانی تحقیق کا مقصد، اس کے نزدیک، معاشرہ بے مثال معاشرتی حقیقتوں کا میدان ہے۔ اور اس کی تحقیق کا بنیادی موضوع معاشرتی نظم وضبط کی اہمیت اجاگر کرنا ہے۔"

فرانسیسی انقلاب کے اثرات نہ صرف فرانس تک محدود رہے بلکہ فرانس سمیت یورپ کے متعدد حصوں میں پھیل گئے، بلکہ فرانسیسی انقلاب نے پوری دنیا کو متاثر کیا۔ اس انقلاب کے بعد لوگوں کے رجحانات و میلانات میں نمایاں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ چنانچہ اس انقلاب کے بعد مذہبی شعائر (Religious Icous) کی جگہ معاشرہ، عوام اور ریاست نے تقدس (Sacred) کا درجہ حاصل کر لیا۔ جس کے متعلق خود ڈرخائم لکھتا ہے:

"This aptitude of society for setting itself up as a god or for creating gods was never more apparent than during the first

---

1 Ency. of Americana, vol. 9,p

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

years of the French Revolution, At this time, in fact, under the influence of the general enthusiasm, things purely laical by nature were transformed by public opinion into sacred things. These were the Fatherland, liberty, reason."[1]

ترجمہ: "معاشرے کا رجحان اپنی ترتیب کے مطابق خدایا متعدد خداؤں کی تخلیق کیلئے فرانسیسی انقلاب کے ابتدائی سالوں سے زیادہ واضح نہیں تھا، درحقیقت اس دور میں عام جوش و ولولہ کے زیر اثر عوامی رائے کو مقدس اشیاء میں تبدیل کیا گیا اور یہ مقدس اشیاء وطن، آزادی اور عقل تھی"

یعنی یورپ میں انقلاب فرانس سے قبل جو حیثیت مذہب اور اسکے شعائر (Icons) کو حاصل تھی اب وہی حیثیت وطن، ریاست اور عوام کو حاصل ہے۔ انقلاب فرانس نے پرانی طرز کی معاشرتی ہیت کو بالکل تبدیل کر دیا۔

ڈرخائم کا مذہب سے متعلق نقطہ نظر:

ڈرخائم کے نزدیک مذہب کی اہمیت اس نقطہ نظر سے ہے کہ مذہب معاشرتی اتحاد اور نظم وضبط کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے چنانچہ " دی ڈویلپمنٹ آف ماڈرن سوشیالوجی" میں ڈرخائم کے مذہب سے متعلق نقطہ نظر کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"Durkheim presented a similarly evolutionary explanation of religious life, largely on the basis of a case studyof Arunta in Australia, he ascribes the evolutionary origins of religious thought and practic to group existence itself, Thus the major function of religion is the maintenance of social solidarity. In

[1] Elementary forms of Religious life, P.214 Translated by: Joseph Work Swain, George Allen and unwin Ltd.1926

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

all societies the outstanding characteristic of religion is its distinction between the sacred and the profane."[1]

اس کا مفہوم ہے کہ "ڈرخائم نے مذہبی زندگی کی وضاحت ارتقائی عمل کی مماثلت سے پیش کی۔ وہ مذہب کی فکر کو اصل میں ارتقاء سے منسوب کرتا ہے۔ اس کے نزدیک مذہب کا اصل کام یہ ہے کہ مذہب معاشرتی اتحاد کو برقرار رکھتا ہے۔ تمام معاشروں میں مذہب کا نمایاں وصف یہ ہے کہ (مذہب) تقدس اور دہریت کے درمیان تمیز کرتا ہے۔"

ڈرخائم مذہب کی معاشرتی اہمیت کے پیش نظر اسکی تحسین کرتا ہے۔ درحقیقت ایسے مفکرین مذہب کی حقانیت کے قائل نہیں ہوتے بلکہ مذہب کا مطالعہ اس نیت سے کرتے ہیں کہ مذہب معاشرتی نظم وضبط کو قائم رکھنے میں مددگار ہے۔ اسی لئے ایسے مفکرین مذہب کے فضائل بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ ڈرخائم کے مذہب سے متعلق نقطہ نظر کو بیان کرتے ہوئے "چارلس ایلم" لکھتا ہے:

"Religious phenomena are expressions, Durkheim says, of a reality–the social reality. The objective content of these phenomena is of fundamental significance only because of this fact. The universal distinction in all religions between the sacred and profane It (religion) is, above all a system of ideas by, means of which the individuals represent to themselves the society of which they are members."[2]

---

1 The Development of Modern Socialogy, P.52 by: Rascoe Hinkle, Random House, New york, 1954

2 Emile Durkheim's contributions to socialogical Theory, p.90, By: Charles Elmer Gehlke, AMS press, New york, 1968.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: ڈرخائم معاشرتی حقیقت سے متعلق کہتا ہے کہ مذہبی مظاہر چہرے ہیں۔ صرف اس حقیقت کے پیش نظر (مذہبی) مظاہر بنیادی اہمیت کے حامل ہیں، تمام مذاہب میں مقدس اور دہریت کے درمیان ہمہ گیر تمیز موجود ہے۔ اس کے (مذاہب کے) تمام افکار و خیالات کے نظام میں ایک فرد مذہب کے ذریعے اپنے آپ کو معاشرے کے رکن کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔"

Max Weber (میکس ویبر):

میکس ویبر کا شمار بھی جدید دور کے ماہرین معاشریات میں ہوتا ہے۔ یہ ایک جرمن مفکر تھا۔ اس نے جدید عمرانی نظریات اور افکار و خیالات پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ "دی انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا" میں میکس ویبر کا تعارف ان الفاظ میں ملتا ہے:

'Weber, Max (b. April 24,1864, Erfurt, d.June 14, 1920 Munich), German sociologist and political economist best known for his thesis of the "protestant Ethic relating protestantism to capitalism, and for his ideas on bureaucracy. Through his insistence on the need for objectivity in scholarship and his analysis of human action in terms of motivation, weber profoundly influenced socialogical theory."[1]

ترجمہ: میکس ویبر جرمن ماہرین عمرانیات میں سے ہے جو کہ اپنے نظریے "پروٹسٹنٹ ایتھک" پروٹسٹنٹ ازم کا سرمایہ داری سے تعلق جوڑنا اور اس کے نوکر شاہی پر نظریات

[1] The Ency. of Britannica, P.545, vol.12

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باعث جانا جاتا ہے۔ علم و فضل کی خارجی ضرورت پر اصرار اور اس کا انسانی فعل اور عمل پر تجزیہ کرنا ایک محرک ثابت ہوا۔ اس نے عمرانی نظریہ پر گہرا اثر مرتب کیا۔"

ویبر نے صرف عمرانیات اور نظریات کے ضمن میں ہی خدمات سرانجام نہیں دیں بلکہ اسکی خدمات اور نظریات کا دائرہ عمرانیات کے علاوہ سیاسیات، معاشیات اور تقابل ادیان تک وسیع ہے چنانچہ "Hinkle" ویبر سے متعلق لکھتا ہے:

"Weber apparently has exerted the dominant influence in recent years. His conceptions of social action and methodology are his most fundamental contributious, thought his accomplishments in economics, political science, social history, and comparative religion also impressed socialogists"[1]

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "ظاہراً ویبر نے اپنا اثر نمایاں کرنے کیلئے بہت زور لگایا ہے (یعنی محنت کی ہے) معاشرتی عمل میں اس کے خیالات کا بنیادی حصہ ہے۔ گویا کہ اسکی معاشی، سیاسی، معاشرتی تاریخ اور تقابل ادیان میں انجام دہی نے بھی علم عمرانیات کو متاثر کیا۔"

ویبر کے مذہب سے متعلق نظریات:

میکس ویبر نے بھی مذہب کو ایک معاشرتی ادارہ (Social institutions) سمجھتے ہوئے اس میں دلچسپی لی اور اس نے متعدد مذاہب کا مطالعہ کیا اور ان تمام مذاہب کے مطالعہ کا مقصد مذہب کی معاشرتی حیثیت اور کردار کو واضح کرنا تھا۔ "انسائیکلوپیڈیا آف امریکانا" میں میکس ویبر کے مذہب سے متعلق نظریات کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا:

[1] The Development of Modern Sociology, P.52,53 By: Roscoe C.Hinkle. JR.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"His interest in religion a social institution led him to make in-depth analyses of Buddhism, Confucianism, Hinduism, Taoism, and ancient Judaism. Comparing their values with those of European Christianity."[1]

ترجمہ: اس کی مذہب میں دلچسپی ایک معاشرتی ادارہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ اسی لئے اس نے بدھ مت کنفیوزنزم، ہندومت، طاؤمت اور یہودیت کا گہرائی میں جاکر موازنہ کیا پھر ان کی اقدار کا یورپین عیسائیت سے موازنہ کیا۔"

"دی ڈویلپمنٹ آف ماڈرن سوشیالوجی" میں ویبر کے مذہبی نقطہ نظر اور تقابل ادیان کے مطالعہ سے متعلق درج ہے:

"He studied the bureaucratic made of social organization in modern Western society, analyzed social stratification, and compared the great world religious of Hinduism, confucianism, and christianity. Recently these empirical researches have also exercised considerable influence an sociologists."[2]

ترجمہ: اس نے جدید مغربی معاشرہ میں معاشرتی تنظیم کا نوکر شاہی کے انداز سے مطالبہ کیا۔ اس نے معاشرتی تجزیہ کیا اور دنیا کے عظیم مذاہب جن میں ہندومت، کنفیوزنزم اور عیسائیت کا آپس میں موازنہ کیا۔ یہ حالیہ علمی تحقیقات میں استعمال کیا گیا ہے اور ماہرین عمرانیات پر ان کا خاصا اثر پڑا ہے"

یورپی معاشرہ میں سیکولرازم کے فروغ میں ماہرین عمرانیات کے کردار نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ ماہرین عمرانیات نے ہی معاشرے کی تنظیم نو کی اور انکو مذہب کی بجائے لادینی بنیادوں پر استوار کیا

1 Ency. of American, P.556, vol.28

2 The Development of Modern Sociology, P.54

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل ششم

جدید سیاسی مفکرین اور سیکولرازم

جدید سیاسی مفکرین نے مذہب اور ریاست کی حدود مقرر کیں۔ مغرب میں سیاست کے میدان میں ایسے نظریات ابھرے جنھوں نے مذہب اور سیاست کو الگ الگ کر دیا۔ نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کے بعد اس قسم کے نظریات نے یورپی معاشرہ میں جنم لیا کہ مذہب فرد کا ذاتی معاملہ ہے اسکو اجتماعی امور جن میں ریاست سب سے اہم ہے اس میں دخل اندازی کی اجازت نہیں مغرب کے جن جدید سیاسی مفکرین نے مذہب اور سیاست کی راہیں جدا کیں اور سیاست کو لادینیت کے رنگ میں رنگا انکی طویل فہرست ہے۔ اس فصل میں ان چند جدید مغربی سیاسی مفکرین کا ذکر کیا جائے گا جنھوں نے جدید سیاسی نظریات کا معاشرے میں پرچار کیا۔

نیکولو میکیاولی:(Machavelli):

میکیاولی 1469ء فلورنس میں پیدا ہوا اور 1527 کو فلورنس ہی میں وفات پائی۔ یہ ایک اطالوی نژاد ہے۔ نشاۃ ثانیہ کے مشہور مفکرین میں بھی اس کا شمار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جدید سیاسی نظریات میں بھی اس کا نمایاں حصہ ہے۔

"انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں میکیاولی کا تعارف حسبِ ذیل الفاظ میں ملتا ہے:

"Machiavelli, Nicolo (b.May 3, 1469, Florence-d. June 21, 1527, Florence), Italian writer and statesman, florentine patriot, and original political theorist whose principal work, The prince, brought him a reputation."[1]

---

1 The Ency. of Brittannica. P.627, vol.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "نیکولو میکیاولی اٹلی کا مصنف اور سیاستدان تھا۔ اور یہ فلورنسی محب وطن ہے۔ اصل میں یہ ایک سیاسی نظریہ پیش کرنے والا ہے جسکا نمایاں کام "The Prince" نامی کتاب ہے۔ اسی کتاب نے اسے ایک ساکھ میں لایا"

میکیاولی نے جس دور میں آنکھ کھولی اس وقت مغرب میں جدید نظریات کے اثرات نظر آنے شروع ہو گئے تھے۔ سیاست کے میدان میں ریاست اور کلیسا کو ایک دوسرے سے الگ کرنے کے نظریہ نے زور پکڑ لیا تھا۔ میکیاولی بھی ان نظریات سے متاثر تھا۔ لہٰذا اس نے بھی سیاست کو مذہبی اثرات سے علیحدہ کرنے پر زور دیا۔ چنانچہ "یورپ ان رینے سانس اینڈ ریفارمیشن" میں میکیاولی کے زمانے کی صورت کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"Western man began to enjoy freedom to think and build apart from the dictates of an all-anveloping combined church-state. Much real freedom was won. In state structure France and English, under the leadership of monarchs conscious of their national responsibility, declared not only a measure of independence, but at times antagonism to the church. In political thought, throughout all of Europe, there was manifold examination of the postulates underlying the church's dagmantized supremacy."[1]

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ "مغربی فرد سوچنے سمجھنے کی آزادی سے لطف اندوز ہونا شروع ہوا اور ریاست کا کلیسا سے گٹھ جوڑ ختم ہوا یعنی ریاست کلیسا سے جدا ہوئی۔ فرانس اور انگلینڈ میں حکمران طبقہ اپنی

[1] Europe in Renaissance and Reformation, P.410, By: samnel Harrison Thomson, 1895New York,

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عوامی ذمہ داریوں سے آگاہ ہوا۔ انھوں نے صرف آزادی ہی کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ چرچ سے نفرت بھی شروع کر دی۔ سیاسی نظریات کی ضمن میں پورے یورپ کے اندر چرچ کے اقتدار اور بے دلیل باتوں کو ختم کرنے پر زور دیا گیا"

ڈاکٹر اختر بستوی صاحب "میکیاولی" کے سیاسی نظریات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"نشاۃ ثانیہ کا سب سے بڑا سیاسی مفکر میکیاولی (Machiavelli) تھا۔ میکیاولی سیاسی نظریے میں نشاۃ ثانیہ کا نمائندہ ہے۔ وہ اطالیہ میں پیدا ہوا تھا جو نشاۃ ثانیہ کا اصلی گھر تھا۔ میکیاولی نے اپنے سیاسی افکار کے ذریعے ریاست کا جو تصور پیش کیا اس میں مذہب کو سیاست اور ریاستی امور سے بالکل ہی الگ کر دیا گیا تھا۔ اس نے ریاست کو مخصوص طور پر انسان سے متعلق رکھنے والے ایک ادارے کی حیثیت سے دیکھا اور کلیسا کو ان عوامل میں سے ایک قرار دیا جنھیں کسی سیاست دان کو اپنے طریق عمل کی تشکیل کے سلسلے میں ملحوظ رکھنا چاہیے۔ میکیاولی نے ریاست پر کلیسا کی فوقیت یا اہل کلیسا کی کسی طرح کی مداخلت یا خلل اندازی کی بھی مخالفت کی۔"[1]

میکیاولی مصنف، مفکر اور شاعر کی حیثیت سے مشہور تھا۔ البتہ اسکی شاعری اتنی مشہور نہیں ہوئی۔ اسکی ادبی خدمات کی اطالوی ادب میں مثال ملنا مشکل ہے۔ اس کا سب سے اہم کام "سیاسی مقالات" کی تصنیف ہے۔ جس میں اس نے مزاحیہ اور دلچسپ انداز سے سیاسی مباحث کو بیان کیا ہے۔ "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" میں ہے:

"machiavelli was great writer because he was a great thinker, He was also a poet; his poetry, however, is to be found not so much in his verse as in his prose, which has no equal in italian literature. It is also notworthly that his great gifts showed themselves in nearly all the generes that he

[1] سیکولرازم اور اردو شاعری، ص: ۴۳۔۴۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

attempted: in historical writings, in political treatises, in the short story and , particularly, in comedy."[1]

یعنی " میکیاولی ایک بہت عظیم لکھاری تھا کیونکہ وہ ایک عظیم مفکر تھا۔ وہ ایک شاعر بھی تھا اسکی شاعری البتہ اسکی نثر کی طرح موزوں کلام نہیں تھا۔ اطالوی ادب میں (میکیاولی) کا کوئی ہمسر نہیں۔ اس کا قابل ذکر کام اس کے "سیاسی مقالات" ہیں جو مختصر ہیں اور خاص طور پر مزاحیہ انداز میں لکھتے گئے ہیں۔"

(جین بڈن Jean Bodin:

جین بڈن ایک فرانسیسی سیاسی مفکر ہے۔ اس نے مثالی حکومت کا نظریہ پیش کیا، جو اس کا مشہور سیاسی نظریہ ہے۔ اس نے جمہوری حکومت کی حمایت کی اور مطلق العنان بادشاہت کی مخالفت کی جس میں اقتدار فرد واحد کی ذات تک محدود ہوتا ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں "Jean Bodin" سے متعلق حسب ذیل الفاظ ملتے ہیں:

"Bodin, Jean(b. 1530, Angers, d. June 1596, Laon), French political philosopher best known for his theory of ideal government, under which a democratic monarchy balanced king and parliament."[2]

یعنی "بڈن ایک فرانسیسی سیاسی فلسفی ہے جو مثالی حکومت، کے نظریہ سے جانا جاتا ہے۔ جو جمہوری حکمرانی کے تحت ہو اور جس میں بادشاہ اور پارلیمنٹ کے درمیان برابری ہو"

سیاست کے میدان میں بڈن کی چھ کتابیں مشہور ہیں جو اس نے سیاست کو جدید بنیادوں پر استوار کرنے کیلئے لکھیں۔ چنانچہ "Dickerman" لکھتا ہے:

---

1 The Ency: of Britannica, P.629, vol.

2 The Ency. of Britannica, P.316, vol.2

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"Bodin's most renowed work, six livres de la Republique (1576), was a systematic attempt to construct a science of politics. In it he articulated the concept of sovereignty as a power necessary for effective government."[1]

جان لاک (John Lock):

جان لاک 1632 کو پیدا ہوا اور 1704 کو فوت ہوا۔ جدید مغربی سیاستدانوں میں اس کی شخصیت بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ جس نے اپنے افکار و خیالات سے جدید نظام کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔

جان لاک آزاد خیال دستوریت کا حامی تھا۔ اس کے خیال میں ملکی دستور کو مذہبی اثرات سے پاک ہونا چاہیے۔ جان لاک نے صرف سیاسیات کے میدان ہی میں خدمات سرانجام نہیں دیں بلکہ اس نے تاریخ اور فلسفہ پر بھی تصانیف لکھیں اور اس کے بعض تحقیقی کام ابھی تک منصہ شہود پر نہیں آئے۔ جان لاک سے متعلق "John Dunn" لکھتا ہے۔

"In the portrant gallery of history, locke is a man who has worn many faces. In the studies of professional historians and philosophers these faces still remain discreate so many maskes. There are so many clear analyses of the differnt rules. He is also the greatest of the exponents of English liberal constitutionalism."[2]

---

1 Ency. of Americana, P.130, vol 4

2 1969The political Thought of John Locke, P.5, By: John Dunn, Combridge

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: "تاریخ کی گردش میں لاک کئی چہرے رکھتا ہے۔ تاریخ اور فلسفہ کے مطالعہ کے ضمن میں ان چہروں پر ابھی بہت سارے نقاب پڑے ہوئے ہیں۔ اس کا مختلف النوع کاموں پر واضح تجزیے موجود ہیں اور یہ ایک آزاد خیال انگریزی دستور کا ترجمان ہے۔"

"Michael Ayers" جان لاک کی سیاسی زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتا ہے:

"Through his association with the Earl of shaftcbury he became involved in government, and then in revolutionary politics against charles II and james II. The latter involvement led to exile, and to Two Treatises of Government, Locke published his main works only after the Glorious Revolution, of 1688. He undertook important govermental duties for a time, and continued to write on many topics."1

اس کا مفہوم یہ ہے کہ "Earl of Shaftcsbury" کے (جان لاک) سے تعلق کے ذریعے (جان لاک) حکومت میں ملوث ہوا اور تب اس نے چارلس II اور جیمس II کے خلاف انقلابی سیاست شروع کی۔ بعد میں اس کو اور اس کے سیاست سے متعلق دو مقالہ جات کو ملک سے نکال دیا گیا۔ جان لاک کی اصل تصانیف کی 1628 کے عظیم انقلاب کے بعد اشاعت ہوئی۔ اس نے ایک مدت تک حکومت کے اہم فرائض اپنے سر لئے رکھے اور اس نے اور بھی بہت سے موضوعات پر تصانیف کا سلسلہ جاری رکھا"

جان لاک کے نظریات کے باعث سیاست کے میدان میں اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اسی لئے جان لاک کے زمانہ کو جمہوری عہد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ "دی پولیٹیکل تھاٹ آف جان لاک" میں "لاک" کی سیاسی سرگرمیوں پر روشنی ڈالتے ہوئے "John Dunn" لکھتا ہے۔

1 Concise Rout ledge Ency. of Philosophy, p.493 Routledge, New york.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"The first of Locke's writings on politics which remain extant derive a single normative conclusion from a theological exiom. He lef in his own lifetimes as one of the luminaries of the European intellectual scene and of what it has become fashionable to call the Age of the Democratic Revolution."[1]

جان لاک کا سیاسی فلسفہ (Locke's political Philosophy):

"مغربی سیاسی افکار" میں جان لاک کے سیاسی فلسفہ پر حسبِ ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے:

"جان لاک نے اپنی تصنیف "On Civil Government" انقلاب انگلستان جو کہ انگلستان کے سیاسی نظام میں ایک شاندار تبدیلی تھی اس کے بعد جو سول حکومت آئی اس کے دفاع کیلئے لکھی۔ جان لاک کے نزدیک اس تصنیف کو تحریر کرنے کا مقصد صرف اور صرف ایک محدود اور ذمہ دار حکومت کی حمایت کرنا تھا۔ اصل میں دیکھا جائے تو جان لاک کا ایک محدود اور ذمہ دار حکومت کا تصور اس کا اپنا نہ تھا بلکہ اس نے یہ تصور قدیم یونانی مفکرین افلاطون اور ارسطو سے مستعار لیا ہے۔ اس لئے اس کے تصور حکومت میں کوئی جدت نہیں۔ اس کے علاوہ جان لاک نے رومیوں اور عہدِ وسطیٰ کے مفکرین سے بالترتیب "قانون فطرت" کا اخلاقی تصور اور حکمران عوام کے سامنے جوب دہ ہے کا تصور مستعار لیا۔"[2]

اس کے علاوہ جان لاک کے جمہوری نظام کی وضاحت کرتے ہوئے نظریہ پیش کیا کہ حکمران عوام کے سامنے جوابدہ ہیں اور اگر عوام حکومت سے مطمئن نہ ہو تو حکومت کو تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔

---

1 Yhe political Thoughy of John Lock, P. 11 By: John Dunn.

2 مغربی سیاسی افکار، ص:۳۹۴، مصنف: محمد اشرف خرم، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی 1994ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ کہ سیکولرازم کے فروغ میں جدید سائنسی مفکرین نے بھی نمایاں کردار ادا کیا۔ یورپ کے جدید سیاسی مفکرین جن میں سے چند کا تعارف اور نظریات بیان کئے گئے ہیں، انھوں نے سیاست کو مذہب سے الگ کرنے کا نظریہ پیش کیا جس سے سیکولر نظریات کو تقویت ملی۔

حاصل بحث:

اس باب میں سیکولرازم کی نظریاتی بنیادوں پر گفتگو کی گئی ہے۔ اس میں ان تحریکوں اور شخصیات کا تعارف پیش کیا گیا ہے جنھوں نے آگے چل کر یورپ میں سیکولرازم کی راہ ہموار کی۔

نشاۃ ثانیہ (Renaissance) اور تحریک اصلاح (Reformation) دراصل یورپ میں جدیدیت کا آغاز ہے۔ کیونکہ ان دو تحریکوں کے بعد یورپ میں لادینیت کا طوفان اٹھا جس نے مذہب کی عمارت کو زمین بوس کیا۔

تیسری فصل میں انقلاب فرانس اور اسکے مفکرین کے نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دراصل فرانسیسی انقلاب کو سیکولرازم کی فتح اور مذہب (عیسائیت) کی شکست قرار دیا جاتا ہے۔ اس انقلاب کے بعد یورپ میں متعدد جدید نظریات نے جنم لیا جنھوں نے سیاسی، معاشی، معاشرتی، اور اخلاقی نظامہائے زندگی میں نمایاں تبدیلیاں پیدا کیں۔

فصل چہارم میں "جدید مغربی سائنس اور سیکولرازم" کے عنوان پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ سیکولرازم کے فروغ میں جدید سائنس اور اس کے حامیوں نے اہم کردار ادا کیا۔ جدید سائنس کی بنیاد وحی و الہام کی بجائے حس، تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ اور جدید سائنس نے صرف اسی چیز پر یقین کیا جو انسان کے تجربہ اور مشاہدہ میں آسکے۔ اسی لئے جدید سائنسدانوں نے مابعد الطبیعاتی امور کا انکار کیا کیونکہ مابعد الطبیعاتی کے مسائل انسان کی حس، تجربہ اور مشاہدہ سے ماوراء ہیں۔

فصل پنجم میں جدید ماہرین عمرانیات کے نظریات اور افکار و خیالات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جدید سیکولر نظام کی تشکیل میں ماہرین عمرانیات نے غیر معمولی کردار ادا کیا۔ جدید ماہرین عمرانیات نے اگر مذہب کی حیثیت کا تعین کیا تو اس میں بھی معاشرے کو پیش نظر رکھا۔ یعنی مذہب سے متعلق جدید ماہرین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمرانیت نے یہ نظریہ پیش کیا کہ معاشرے کو متحد اور منظم رکھنے کیلئے مذہب کی ضرورت ہے۔ انھوں نے مذہب کو معاشرتی مظہر (Social Phenomena) قرار دیا۔ در حقیقت ایسے مفکرین مذہب بیزار اور سیکولر تھے۔

فصل ششم میں جدید سیاسی مفکرین کے نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ یورپ کے جدید سیاسی مفکرین کا سیکولرازم کے فروغ میں کردار یہ ہے کہ انھوں نے مذہب اور سیاست میں علیٰحدگی کا نظریہ پیش کیا۔ انھوں نے اس نظریہ کو عام کرنے کی کوشش کی کہ مذہب فرد کا ذاتی معاملہ ہے۔ لہٰذا مذہب کو ریاستی اور سیاسی امور سے الگ رہنا چاہیے۔ جدید سیاسی مفکرین کی مذہب و سیاست میں علیٰحدگی کے نظریات نے بھی یورپ میں لادینی فکر کو عام کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ مختصر یہ کہ یورپ میں اٹھنے والی ایسی تحریکوں (جن کا تعارف پیش کیا گیا ہے) اور انکے مفکرین کے افکار و خیالات کے باعث مغرب کے جدید انسان نے اپنے عقائد اور نظریات کی بنیاد جدید فلسفہ اور سائنس یعنی عقلیت، حسیت اور تجربیت پر رکھی۔ مذہب کے بارے میں جدید انسان کے ذہن میں اس بات نے گھر کر لیا کہ مذہب انسانی ترقی کی راہ میں سنگ گراں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب 4

اسلام اور سیکولرازم

تمہید:

اس باب میں "اسلام اور سیکولرازم" کے عنوان پر بحث کی جائے گی۔ سیکولرازم کے مفہوم کی وضاحت ہو چکی ہے کہ اس کے مطابق مذہب فرد کی نجی اور انفرادی زندگی تک محدود ہے اجتماعی معاملات سے مذہب کا کوئی تعلق واسطہ نہیں۔ جبکہ اسلام کا نقطہ نظر سیکولرازم کے برعکس ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں فرد کے نجی معاملات سے لے کر اجتماعی معاملات تک کے بارے میں ہدایات ملتی ہیں۔ اس لئے اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو سیکولر نظریات سے بالکل جدا اور الگ نوعیت کا حامل ہے۔

سیکولرازم کا فروغ اور ارتقاء یورپ میں ہوا جہاں عیسائیت ایک غالب مذہب کی حیثیت سے موجود ہے۔ عیسائیت کے تعلیمات میں وہ جامعیت اور ہمہ گیریت نہیں جو فرد کی انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی زندگی کے معاملات سے متعلق ہدایات فراہم کرے۔ اس لئے یورپ میں جب سیکولر نظریات پھیلنے لگے تو ان کے راستے میں اہل کلیسا کی طرف سے خاص مزاحمت سامنے نہیں آئی اور اسطرح سیکولر نظریات اور افکار و خیالات تیزی سے پھیلنے لگے۔

دین اسلام کا معاملہ عیسائیت سے جدا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مذہب کو صرف نجی زندگی تک محدود رکھیں۔ دین اسلام ایسا مذہب ہے جس میں دین و دنیا کے ہر چھوٹے بڑے معاملے سے متعلق ہدایات ملتی ہیں، انہی وجوہات کی بناء پر دین اسلام کے پیروکار کو سیکولرازم سے کنارہ کش اختیار کرنا پڑے گی۔ کیونکہ مذکورہ بالا سطور کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام اور سیکولرازم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ کیونکہ سیکولرازم کے علمبردار یا تو مذہب کا بالکل انکار کرتے ہیں یا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذہب کو چند عبادات اور رسومات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں جبکہ دین اسلام ایک اپنے ماننے والوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مذہب کو اجتماعی معاملات سے، لاتعلق کر کے صرف پوجاپاٹ تک محدود رکھیں اس بات ں فصل اول میں دین ودنیا کے بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کی وضاحت کی جائے گی۔

اور فصل دوم میں شریعت محمدیؐ کی ہمہ گیریت اور موزونیت پر روشنی ڈالی جائے گی۔ جبکہ فصل سوم میں اس موضوع پر رشنی ڈالی جائے گی کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور ایک ایسانظام زندگی فراہم کرتا ہے جو ہر لحاظ سے جامع ومانع ہے۔ لہذٰا ایسادین کبھی بھی سیکولرازم کی تائید نہیں کرتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل اول

دین ودنیا کا اسلامی تصور

اس فصل میں دین ودنیا سے متعلق اسلام کے نقطہ نظر کو واضح کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ دنیا سے متعلق اسلام کا نظریہ راہ اعتدال اختیار کرنے کا ہے۔ یعنی اسلام یہ کہتا ہے کہ دنیا میں اتنا مگن نہ ہو جائے کہ انسان خدا اور آخرت کو بھول کر دنیا پرست بن جائے اور دینوی زندگی اور اسکے معاملات سے پہلو تہی اور اعراض کرنا بھی دین اسلام کے منافی ہے۔ یعنی اسلام اپنے ماننے والوں کو ترک دنیا کی تلقین نہیں کرتا۔ اسی طرح یہ مذہب دین و دنیا کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرنے کا بھی روادار نہیں بلکہ دین اسلام دینی اور دنیوی معاملات میں وحدت کا پہلو اختیار کرتا ہے۔

اسی طرح دین اسلام دنیا میں انسان کی حیثیت بھی متعین کرتا ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ لہٰذا دنیا میں رہتے ہوئے ایک انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کے دیے ہوئے احکامات کے مطابق زندگی بسر کرے، اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی پوشیدہ ہے۔

اسلام دین ودنیا کی بھلائی چاہتا ہے:

اسلام کی یہ خوبی ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں کی دین و دنیا کی بھلائی اور بہتری چاہتا ہے۔ قرآن مجید اپنے پیروکاروں کو اس دعا کی تلقین کرتا ہے کہ جس میں دین و دنیا کی بھلائی کو یکجا کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت حسب ذیل ہے۔

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ" [1]

---

[1] البقرة:۲۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھی خوبی دے اور آخرت میں بھی خوبی اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب رقمطراز ہیں:

"اس میں لفظ "حَسَنَۃً" میں تمام ظاہری اور باطنی خوبیاں اور بھلائیاں شامل ہیں مثلاً دنیا کی "حَسَنَۃً" میں بدن کی صحت اہل و عیال کی صحت، رزق حلال میں وسعت و برکت دنیوی سب ضروریات کا پورا ہونا اعمال صالحہ، اخلاق محمودہ، علم نافع، عزت و وجاہت، عقائد کی درستی، صراط مستقیم کی ہدایت، عبادات میں اخلاص کامل سب داخل ہیں، اور آخرت کی "حَسَنَۃً" میں جنت اور اس کی بے شمار اور لازوال نعمتیں، اور حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار یہ سب چیزیں شامل ہیں۔ الغرض یہ دعاء ایک ایسی جامع ہے کہ اس میں انسان کے تمام دنیوی اور دینی مقاصد آجاتے ہیں۔ دنیا و آخرت دونوں جہان میں راحت و سکون میسر آتا ہے، آخر میں خاص طور پر جہنم کی آگ سے پناہ کا بھی ذکر ہے۔"[1]

"فی ظلال القرآن" میں اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں سید قطب شہید رقمطراز ہیں:

"اسلام اپنے ماننے والوں سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ ترک دنیا اختیار کرلیں۔ کیونکہ انھیں خلافت کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور منصب خلافت انہوں نے اس کرۂ ارض پر سنبھالنا ہے۔ اسلام کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے دنیوی امور میں بھی اللہ کی طرف متوجہ رہیں، وہ اپنے نقطہ نظر کو اس قدر محدود نہ کریں کہ وہ خود دنیا کے محدود دائرے کے اندر محدود ہو کر رہ جائیں۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان کو اس محدود دنیا کی چار دیواری سے آزاد کردے یوں کہ وہ اس دنیا میں کام بھی کرے، اس سے کام بھی لے مگر اس کے اندر گھیر نہ جائے۔ اس کے پنجے سے آزاد بھی رہے۔ وہ یہاں منصب خلافت کے تمام فرائض سرانجام دے۔ لیکن اس کی نظریں افق اعلیٰ پہ ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تمام اہتمامات، وہ تمام سرگرمیاں جن کے فوائد اس دنیا تک محدود ہوں، ان پر اگر ایک انسان، ایک مومن

1 معارف القرآن، ص: ۴۹۲، جلد اول، مصنف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، ادارہ المعارف کراچی، ۲۰۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان اسلامی تصور حیات کے مقام بلند سے ایک حقارت آمیز نظر ڈالے تو وہ سب کچھ اسے حقیر و ذلیل اور بے وقعت نظر آئے گا بشرطیکہ وہ اسلامی تصور حیات کی بلند چوٹی پر پہنچا ہوا ہو۔[1]

ابن کثیرؒ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"فجمعت هذه الآية كل خير فى الدنيا وصرفت كل شر فان كل الحسنة فى الدنيا تشمل كل مطلوب دنيوى واما الحسنة فى الآخرة فاعلىٰ ذلك دخول الجنة وتوابعه من الامن من الفزع الاكبر فى العرصات و تيسير الحساب وغيره ذلك من امور الآخرة الصالحة"[2]

ترجمہ: اس آیت نے دنیا کی ہر طرح کی بھلائی کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے اور یہ ہر طرح کی برائی سے دور کی دعا ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں ہر طرح کی بھلائی ان تمام چیزوں کو شامل ہے جو دنیوی حیثیت سے مطلوب و مقصود ہو سکتی ہیں۔ آخرت کی بھلائی کا سب سے اونچا درجہ جنت کا داخلہ ہے' نیز اس کے ساتھ وہ سبھی چیزیں جو اس کے نتیجے میں ملیں گی جیسے کہ محشر کی بڑی گھبراہٹ (فزع اکبر) سے امن و اطمینان' حساب کا آسان ہونا وغیرہ دوسری تمام چیزیں جو آخرت کی اچھی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام دین و دنیا دونوں کی بھلائی اور بہتری کا ضامن ہے۔ انسان اگر دنیا میں رہ کر شریعت کے مطابق زندگی بسر کرے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنے معاملات و مسائل حل کرے تو اسطرح اسکی دینوی زندگی بھی خوشحال ہوں اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اسے اجر و انعام سے نوازے گا۔

---

[1] فی ظلال القرآن' جلد اول' ص:۲۹۹' مصنف: سید قطب شہید' مترجم: سید معروف شاہ شیرازی' ادارہ منشورات اسلامی' لاہور 1995ء

[2] تفسیر ابن کثیر' ص: ۲۳۲' المجلد الاول' مصنف: حافظ عماد الدین ابن کثیر' دارالاندلس' بیروت' ۱۹۶۶ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے معاملے میں رہ اعتدال:

اسلام انسانی زندگی میں اعتدال اور توازن پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اسلام کی یہ تعلیم نہیں کہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر اور لوگوں سے الگ رہ کر جنگلوں' بیابانوں میں جا کر اللہ کی عبادت کی جائے بلکہ اسلام کی یہ تعلیم ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے دینوی زندگی سے بھی لطف اندوز ہوا جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں قارون سے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا"[1]

ترجمہ: اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے دے رکھا ہے اس میں سے آخرت کے گھر کی تلاش بھی رکھ اور اپنے دنیوی حصے کو بھی نہ بھول۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

"یعنی مباحات دنیا پر بھی اعتدال کے ساتھ خرچ کر۔ مباحات دنیا کیا ہیں؟ کھانا پینا' لباس' گھر اور نکاح وغیرہ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح تجھ پر تیرے رب کا حق ہے' اس طرح تیرے اپنے نفس کا' بیوی بچوں کا' مہمانوں کا وغیرہ کا بھی حق ہے۔"[2]

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمھیں دیا ہے اس سے اپنی آخرت کا سامان بھی کرو مگر اپنی ضروریات دنیا کو بھی نہ بھلاؤ کہ سب صدقہ خیرات کر کے کنگال بن جاؤ بلکہ بقدر ضرورت اپنے لئے بھی رکھو۔"[3]

اسی طرح اسلام کی تعلیم یہ بھی نہیں کہ سب کچھ دنیا ہی کو سمجھ لیا جائے اور انسان دنیا میں ایسا گم ہو جائے کہ

---

1 القصص: ۷۷

2 تفسیر احسن البیان' ص: ۵۹۶ ' مصنف: حافظ صلاح الدین یوسف' مکتبہ دار السلام' لاہور

3 معارف القرآن' جلد ۶' ص: ۶۶۶ ' مصنف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' ادارہ المعارف کراچی ۲۰۰۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصل مقصد حیات ہی انسان کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔یعنی ایک طرف ترک دنیا کے غلط مذہبی تصورات (جیسے کہ عیسائیت میں رہبانیت ہے) کی ممانیت ہے تو دوسری طرف دنیاپرست بننے سے بھی روکا گیا ہے۔

چنانچہ سلطان احمد اصلاحی صاحب اس ضمن میں رقمطراز ہیں :

"مذہب اور مذہبی زندگی کے ساتھ عام طور پر دنیا کے جھمیلوں سے فرار کا تصور ذہن میں بندھا ہوا ہے ۔ بہت سے مذاہب میں بھی اس ذہنیت و مزاج کو بسا اوقات تقدس اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا رہا ہے۔اور اسے خدا قربت ومعیت کا بہترین ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔لیکن اسلام جس مذہبی زندگی کا قائل اور اس کا علمبردار ہے' اس کا طریقہ اس سے بالکل جداگانہ ہے۔اسلام کے نقطۂ نظر سے دینداری اور مذہبیت اس کا نام نہیں کہ آدمی جسم کو لباس سے محروم رکھے۔کھانے پینے کو ترک کردے یا اس سے برائے نام تعلق رکھے۔قرآن کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کی پسندیدہ روش یہ ہے کہ وہ اس کی عطا کردہ نعمتوں سے پوری طرح فائدہ اٹھائے اور زندگی کی جائز ضروریات کی تکمیل سے اپنے کو محروم نہ رکھے۔شرط یہ ہے کہ اعتدال و توازن کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔ان ضروریات میں پڑکر اس طرح گم نہ ہو جائے کہ اصل مقصد زندگی ہی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔"[1]

پروفیسر خورشید احمد صاحب اسلام کے دنیا سے متعلق اعتدال وتوازن کے نقطہ نظر کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

"یہ امتیاز صرف اسلامی نظریے کو حاصل ہے اس نے زندگی کے تقاضوں کو پورا کیا اور ان میں اعتدال اور توازن قائم کیا تاکہ انسانی زندگی اپنی تمام وسعتوں کے ساتھ ترقی کرسکے اور کہیں بھی اس میں یک رخاپن اور بے اعتدالی نہ پیدا ہو۔"[2]

---

[1] مذہب کا اسلامی تصور' ص: ۹۸۔۹۹' مصنف: سلطان احمد اصلاحی' ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ 1991ء

[2] اسلامی نظریہ حیات' ص ۱۵۸' مؤلف: خورشید احمد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظریہ حیات کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں دین و دنیا کی وحدت پائی جاتی ہے۔ اسلام دین و دنیا کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرنے کا روادار نہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں محمد قطب صاحب رقمطراز ہیں:

> "دور اول کے مسلمان دین و دنیا کو ایک وحدت سمجھتے تھے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "اگر قیامت قائم ہو جائے اور تم میں سے کسی کے ہاتھ میں شاخ تر ہو اور اسے اتنا وقت مل جائے کہ وہ اسے زمین میں لگا سکے تو لگا دے کیونکہ اس کا بھی اجر ملے گا۔" اس حدیث مبارک سے جو خیال ذہن میں آتا ہے اور جو فکر اسلامی کی امتیازی خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ آخرت کا راستہ بعینہ دنیا کا راستہ ہے۔ ان دونوں راستوں میں کوئی فرق نہیں۔ یہ دو جدا جدا راستے نہیں ہیں کہ ایک دنیا کا ہوا اور ایک آخرت کا ہوا۔ اسلام اس وحدت و یکجہتی کو بڑی خوبصورتی اور عمدگی سے وجود میں لایا ہے۔ اس نے دین و دنیا کو ایک نظام وحدت میں جمع کر دیا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اسلامی فکر و عمل کا مکمل نمونہ تھی اور اسی وجہ سے آپ کے طریقہ میں دین و دنیا ایک ہی شے تھے۔"[1]

دنیا میں انسان کی حیثیت:

اس دنیا میں انسان کی حیثیت نائب خدا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب بنا کر بھیجا ہے، لہٰذا انسان کو اس دنیا میں رہتے ہوئے وہی کام کرنے پڑیں گے اور انہی اعمال کو سرانجام دینا پڑے گا جن کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور ان کاموں سے اور افعال سے بچنا پڑے گا جن سے رب تعالیٰ نے روکا ہے۔ کیونکہ خلیفہ اور نائب کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آقا کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہے لہٰذا انسان کو بھی نائب خدا ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

اس ضمن میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب رقمطراز ہیں:

[1] حقیقت اسلام، ص: ۳۹۔۴۱، مصنف: محمد قطب، مطبوعات دارالعلم، اسلام آباد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"انسان کی حیثیت دنیا میں صرف نائب کی ہے اور اس کے اختیار کی حد بس اتنی ہے کہ خدا کی ہدایت پر چلے اور اس کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق ان چیزوں میں تصرف کرے۔ اس حد سے تجاوز کر کے اپنے نفس کی پیروی کرنا یا فرمانروائے حقیقت کے سوا کسی اور فرمانروا کی پیروی کرنا بغاوت اور گمراہی ہے، نائب خدا ہونے کی حیثیت سے دنیوی زندگی میں انسان کی کامیابی کا انحصار اس پر ہے جس کا وہ نائب ہے اس کی فرمانروائی تسلیم کرے اور دنیا میں جو کچھ کرے یہ سمجھ کر کرے کہ میں خدا کا نائب اور اس کا امین ہوں۔"[1]

اس فصل میں دین و دنیا سے متعلق اسلامی نقطہ کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اسلام کا نقطہ نظر دین و دنیا سے متعلق اعتدال اور توازن کا ہے، یعنی نہ تو اتنا دنیا میں مشغول ہو اجائے اور نہ ہی دینداری میں اتنا غلو کیا جائے کہ دنیوی علائق اور معاملات سے پہلو تہی اختیار کی جائے، جیسا کہ عیسائیت میں رہبانیت کا تصور ہے، عیسائیت کے دنیوی معاملات سے متعلق عدم دلچسپی کے باعث ہی یورپ میں سیکولرازم کو پھیلنے کا موقع ملا۔ جبکہ دین اسلام کی تعلیمات اس کے برعکس ہیں۔ لہٰذا اسلامی نظام جو کہ دین و دنیا کی وحدت اور یکجائی کا قائل ہے، اس لئے اسلامی نظام میں سیکولزم کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ اسلام ایسا مذہب نہیں جس میں چند عبادات کی ادائیگی اور کچھ اخلاقی و روحانی اوصاف اپنانے کی تلقین کی گئی ہو بلکہ دین اسلام زندگی کے معاملات سے متعلق اپنے ماننے والوں کو ہدایات فراہم کرتا ہے۔

---

[1] اسلامی تہذیب اور اسکے اصول و مبادی، ص: ۳۸۔۳۹، مصنف: سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1960ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم

شریعت اور اسکی موزونیت وہمہ گیریت

یہاں شریعت کی موزونیت وہمہ گیریت زیر بحث آئے گی۔ شریعت کی موزونیت سے مراد ہے کہ یہ شریعت رب تعالیٰ کا ایسا پیغام ہے جو قیامت تک ہر ملک، قوم اور ہر دور کیلئے موزوں ہے، حالات کیسے بھی آجائیں اور زمانہ کتنا بھی بدل جائے اسکی موزونیت پر فرق نہیں آئے گا۔ شریعت محمدیؐ کی موزونیت کی وجوہات یہ ہیں کہ اس کے قوانین اٹل ہیں، ان میں تبدیلی ممکن نہیں کیونکہ یہ من جانب اللہ ہونے کے ناطے تحریف و تبدل سے مبراء ہیں۔ اس کے علاوہ شریعت محمدیؐ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہدایت اور انسانیت کیلئے آخری منہج حیات ہے۔ نبی پاک ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آخری نبی ﷺ بنا کر بھیجا اور اسطرح آپ ﷺ کو جو شریعت عطا کی گئی وہ آخری شریعت ہے۔ اسی لئے شریعت محمدی ﷺ میں ایسے اصول و قوانین موجود ہیں جو ہر دور، زمانے اور ملک و خطے کیلئے موزوں ہیں۔

شریعت کی ہمہ گیری سے مراد ہے کہ شریعت محمدی ﷺ زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ اور نظام زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس سے متعلق شریعت نے ہدایات فراہم نہ کی ہوں۔

شریعت اسلامیہ اپنی ہمہ گیریت اور جامعیت کے باعث اپنا اظہار چاہتی ہے۔ یعنی اسلام چونکہ زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ہدایات فراہم کرتا ہے لہٰذا اگر ہم اپنے چھوٹے معاملات سے لے کر بڑے معاملات کو شریعت کی تعلیمات کے مطابق ڈھالیں گے تو ہم سچے مسلمان کہلائیں گے ورنہ ہمارا دعویٰ ایمان جھوٹا اور بے معنی ہے۔

شریعت کی موزونیت:

مسلمان ہونے کے ناطے یہ ضروری ہے کہ ہم شریعت محمدی ﷺ کے احکام کو دائمی اور انکو ہر زمانے اور ہر جگہ کیلئے موزوں تسلیم کریں۔ اگر کوئی مسلمان ہونے کا دعویٰ تو کرتا ہے مگر شریعت کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکامات کو دائمی تصور نہیں کرتا تو وہ در حقیقت شریعت اور اسکی روح سے ناواقف ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر یوسف القرضاوی صاحب لکھتے ہیں:

"ایمان کا تقاضا ہی یہ ہے کہ تمام مسلمان اللہ کو رب، اسلام کو دین، محمد ﷺ اور قرآن کو امام مانیں۔ یہ حقائق تسلیم کر لینے کے بعد مسلمانوں کیلئے یہ گنجائش ہی باقی نہیں رہتی کہ وہ ان احکام کے دائمی ہونے اور ان کے ہر زمان و مکان کیلئے موزوں ہونے میں ذرا سا بھی تامل کریں جو اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کیلئے نازل فرمائے ہیں۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انسان اللہ سے زیادہ علم رکھتا ہے اور بندہ اپنے خالق و مالک کے سامنے یہ جسارت کرے کہ میں اپنی ذات کے بارے میں، کائنات کے بارے میں اور گردو پیش کی زندگی کے بارے میں صانع کائنات، واہب حیات اور خالق انسان سے زیادہ علم رکھتا ہوں۔"[1]

شریعت اسلامی کی موزونیت کو سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"طریق زندگی سے اسلام کی مراد زندگی کسی خاص پہلو یا کسی خاص شعبہ کا طریق نہیں بلکہ ساری زندگی کا طریق ہے، الگ الگ شعبہ کا طریق نہیں بلکہ پوری زندگی کا طریق ہے، الگ الگ ، ایک ایک شخص کی انفرادی زندگی ہی کا طریق نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی سوسائٹی کا طریق بھی ہے۔ ایک خاص ملک یا ایک خاص قوم یا ایک خاص زمانہ کی زندگی کا طریق نہیں بلکہ تمام زمانوں میں انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا طریق ہے۔ دین اسلام کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ یہ عرب کے لوگوں، یا فلاں صدی تک کے آدمیوں، یا فلاں دور کے انسانوں کیلئے ایک صحیح نظام زندگی وہی ہے جس کو اسلام سے موسوم کیا گیا ہے۔ بلکہ صریح طور پر اس کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر زمانے اور ہر دور میں پوری نوع انسانی کیلئے زمین پر زندگی بسر کرنے کا ایک ہی ڈھنگ اللہ کے نزدیک صحیح ہے، اور وہ ڈھنگ وہی ہے۔ جس کا نام الاسلام ہے۔"[2]

---

[1] اسلام اور سیکولرازم، ص: ۱۵۶۔۱۵۷، مؤلف: یوسف القرضاوی، مترجم: ساجد الرحمن صدیقی، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء

[2] اسلامی نظام زندگی اور اسکے بنیادی تصورات، ص: ۱۱۳، مصنف سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۹۰ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت کی ہمہ گیریت:

شریعت اسلامی انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے، اسلام انسان کی اقتصادی، مادی اور روحانی ضرورت کا خیال رکھتے ہوئے اسے ہدایات فراہم کرتا ہے۔ ایسی ہمہ گیری کسی انسان کے وضع کردہ نظریات اور نظام زندگی میں نظر نہیں آتی۔ چنانچہ محمد قطب صاحب نظام اسلامی کی ہمہ گیری اور جامعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اسلام دراصل حیات انسانی کے تمام پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ وہ جہاں اس کے فطری میلانات کی تسکین کرتا ہے وہاں اس کی رفعت اور روحانی سربلندی کے بھی انتظامات کرتا ہے۔ اسلام انسان کی اقتصادی اور مادی زندگی پر بھی اسی طرح محیط ہے جسطرح وہ اس کی روحانی زندگی پر چھایا ہوا ہے۔ اسلامی نظام ایک ایسا ہمہ گیر اور جامع نظام وجود میں لاتا ہے، جس سے زیادہ جامعیت اور ہمہ گیری اور کسی انسانی نظام میں نہیں پائی جاتی اور انسان کو اس قدر بلند اور وسیع زاویہ نظر میسر آجاتا ہے، جو اس سے قبل تاریخ میں اسے کبھی میسر نہیں آتا تھا۔"[1]

شریعت اسلامی کی ہمہ گیری اور جامعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے صدر الدین اصلاحی صاحب لکھتے ہیں:

> "It is implied that no problem is outside its scope. It is a religion which dominates man,s entire life. He meets its legislation at every step. In short it is a code which governs every aspect of his life-be it religious, intellectual, moral, practical or any other."[2]

---

[1] اسلام اور جدید مادی افکار، ص: ۱۸۹۔۱۹۰، مصنف: محمد قطب مصری، مترجم، سجاد احمد کاندھلوی، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۷ء

[2] Islam At a glance, P.102-103, By: Sadruddin Islahi, Translated by: M.Zafar, Islamic pub, LHR

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"یعنی دین اسلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کوئی بھی مسئلہ اس کی وسعت سے باہر نہیں۔ یہ ایک ایسا مذہب ہے جو انسان کی ساری زندگی پر حکومت کرتا ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اسلام ایسا ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر پہلو پر تسلط قائم کرتا ہے، ان میں مذہبی، ذہنی و عقلی، اخلاقی عملی اور اس کے علاوہ دوسرے پہلو شامل ہیں۔"

شریعت اسلامی انسانی زندگی کو منظم ضابطہ حیات فراہم کرتی ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جو اسلام کی ہدایات سے محروم ہو۔ پروفیسر خورشید احمد صاحب اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

"اسلام کی سب سے نمایاں اور امتیازی خصوصیات یہ ہے کہ زندگی کا نہایت منظم ضابطہ ہے۔ حیات انسانی کا کوئی گوشہ خواہ وہ انفرادی ہو یا اجتماعی، قومی ہو یا بین الاقوامی، معاشی ہو یا سیاسی، معاشرتی ہو یا قانونی، اسلام کی ہدایات سے محروم نہیں رہا۔"[1]

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ شریعت چونکہ زندگی کے تمام گوشوں کا احاطہ کرتی ہے۔ لہٰذا شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنا یہ اظہار چاہتی ہے۔ یعنی یہ شریعت ایسی نہیں جو صرف نجی زندگی (Private Life) تک محدود ہو۔ لہٰذا شریعت اسلامی کی ہمہ گیری اور موزونیت کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس شریعت نے سیکولر نظام کا مکمل پر رد کیا ہے۔

شریعت محمدیؐ کی خصوصیات:

یہاں ہم ان امور پر بحث کریں گے جو شریعت محمدیؐ کو باقی شریعتوں اور مذاہب سے ممتاز کرتے ہیں، شریعت محمدیؐ کی چند اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں،

غیر متبدل شریعت:

شریعت اسلامی غیر متبدل ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ الہامی اور من جانب اللہ ہے، کسی انسان کی عقل اور فہم کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اسی لئے شریعت محمدیؐ کے بنیادی اصول وضوابط میں کسی کو کمی بیشی کا اختیار نہیں۔

---

[1] اسلامی نظریہ حیات، ص: ۱۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ اس ضمن میں ملتا ہے کہ:

''اسلامی نظریہ حیات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ایک ایسا نظام حیات پیش کرتا ہے جو محض عقل پر مبنی نہیں ہے۔ اس اعتبار سے یہ کمیونزم، نازی ازم وغیرہ سے مختلف ہے۔ کیونکہ یہ سارے نظام ہائے زندگی انسانی فکر کے نتائج ہیں۔ اسلامی نظریہ حیات کی یہی خصوصیت اسے باقی تمام نظریات سے مختلف اور ممتاز کر دیتی ہے۔ اس نظام میں کسی کیلئے اپنی طرف سے کسی بات کے بڑھانے گھٹانے کی گنجائش نہیں۔ اس کے تمام بنیادی اصول غیر متبدل ہیں، اگر ساری دنیا کے مسلمان مل کر بھی ان اصولوں میں کوئی تغیر کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔''[1]

جامع و کامل شریعت:

اسلامی شریعت ہر لحاظ سے جامع و کامل ہے، زندگی کے ہر پہلو، انفرادی ہو یا اجتماعی زندگی، معیشت ہو یا سیاست و معاشرت، ہر جگہ اور ہر معاملے میں راہنمائی موجود ہے جو اس کو جامع و ہمہ گیر اور کامل و اکمل بنا دیتی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں:

''شریعت اسلامی کی تعلیمات مسجد سے لے کر بازار اور میدانِ کارزار تک، طریق عبادت سے لے کر ریڈیو اور ہوائی جہاز کے طریق استعمال تک، غسل و وضو اور طہارت و استنجاء کے جزوی مسائل سے لے کر اجتماعیات، معاشیات، سیاسیات اور بین الاقوامی تعلقات کے بڑے سے بڑے مسائل تک، مکتب کی ابتدائی تعلیم سے لے کر آثارِ فطرت کے انتہائی مشاہدات اور قوانین طبعی کی بلند ترین تحقیقات تک، زندگی کی تمام مسائل اور فکری و عمل کے تمام شعبوں میں ایک ترتیب اور ایک ارادی ربط پایا جاتا ہے، اور ان سب کو ایک مشین کے پرزوں کی طرح اس طرح جوڑتا ہے کہ ان کی حرکت اور تعامل سے ایک ہی نتیجہ برآمد ہو۔''[2]

---

1 اسلامی نظریہ حیات، ص: ۱۵۰۔۱۵۱

2 اسلامی ریاست، ص: ۱۴۱۔۱۴۲، مؤلف: سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرتب: خورشید احمد، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1998ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عملی اور انقلابی شریعت:

اسلامی شریعت محض نظری اور فکری چیز نہیں بلکہ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ اسے تمام دنیا کی تہذیبوں اور نظاموں پر غالب کیا جائے۔ یہ انسان کے دل و جان اور ریاست کا اقتدار چاہتی ہے۔ تاکہ مغلوب نہیں غالب ہو کر رہے تاکہ پوری دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن جائے۔ قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی بعثت کا مقصد ہی دین حق کو غالب کرنا بتایا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ط وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا[1]

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے ہر دین سے اوپر رکھے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے اسکا گواہ۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا صلاح الدین یوسف صاحب رقمطراز ہیں:۔

"اسلام کا غلبہ دیگر ادیان پر دلائل کے لحاظ سے تو ہر وقت مسلّم ہے۔ تاہم دینوی اور عسکری لحاظ سے بھی قرونِ اولیٰ اور اس کے مابعد عرصۂ دراز تک، جب تک مسلمان اپنے دین پر عامل رہے انھیں غلبہ حاصل رہا، اور آج بھی یہ مادی غلبہ ممکن ہے بشرطیکہ مسلمان ،مسلمان بن جائیں۔"[2]

فرزندانِ توحید پر فرض ہے کہ اسلامی شریعت کو تمام دنیا تک پہنچائیں اور اسے غالب کرنے کیلئے اپنی پوری جدوجہد کریں۔

ابدی اور دائمی شریعت:۔

اسلام کے اصول ابدی اور دائمی ہیں کیونکہ یہ اس رب کے بنائے ہوئے ہیں جو انسان کی فطرت

---

[1] الفتح: ۲۸

[2] تفسیر احسن البیان، ۱۴۷۴، مصنف: حافظ صلاح الدین یوسف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مزاج سے واقف ہے، ان میں آئے روز ترمیم اور تبدیلی کی ضرورت نہیں ہوتی، ہاں بدلتی ہوئی زندگی کے ساتھ نئے امور کے بارے میں، ان مستقل قواعد کی روشنی میں اجتہاد کر کے نئی راہیں متعین کی جاسکتی ہیں اسلامی شریعت ایک متحرک اور جاندار شریعت ہے۔ یہ جامد اور بے جان نہیں کہ نئے آنے والے مسائل کا حل تلاش کرنے میں ناکافی ہو بلکہ قیامت تک بنی نوع انسان کی ہدایت و فلاح کیلئے اس شریعت میں مکمل ہدایات ملتی ہیں۔ اس لحاظ سے اسلامی شریعت کو دائمی اور ابدی کہا جاسکتا ہے۔

آخری شریعت:

اللہ تعالیٰ نے نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع کیا تھا اسکا اختتام نبی پاک ﷺ کی ذات گرامی پر کیا۔ جسطرح آپ ﷺ نبیوں میں آخری نبی ہیں اسطرح آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب اور آپ ﷺ کو عطا کی جانے والی شریعت بھی آخری ہے۔ لہٰذا ختم نبوت کا یہ تقاضا ہے کہ شریعت محمدی ﷺ کو ہر دور اور زمانے کیلئے موزوں تسلیم کیا جائے یوسف القرضاوی صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں :

> "حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بعد اللہ کی طرف کوئی شریعت نازل نہیں ہوگی۔ اس سے واضح ہوا کہ اسلامی شریعت دائمی اور ہر زمان و مکان کیلئے موزوں ہے۔ بلا شبہ اسلامی شریعت ابدی اور تمام بنی نوع انسان کیلئے عام ہے۔ یہ ایک قطعی اور مسلمہ بات ہے جس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔"[1]

اس فصل میں شریعت کی موزونیت اور ہمہ گیریت کی وضاحت کی گئی ہے۔ شریعت محمدی ﷺ میں ایسی جامعیت اور موزونیت پیدا کی گئی ہے کہ قیامت تک بنی نوع انسان کیلئے ہر وقت اور ہر زمانے میں موزوں اور کارآمد رہے گی۔ اسی طرح شریعت اسلامی انسانی زندگی کے نظام حیات کیلئے واضح ہدایات فراہم کرتی ہے۔ جس شریعت میں اتنی ہمہ گیری، وسعت اور جامعیت ہو اس میں سیکولر نظام کیلئے کوئی جگہ نہیں۔

[1] اسلام اور سیکولرازم، ص:۱۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم

دین اسلام۔ بحیثیت مکمل ضابطہ حیات

اس فصل میں دین اسلام کا اس حوالے سے مطالعہ کیا جائے گا کہ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو نوع انسانی کے تمام مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔

یورپ میں جب سیکولر نظریات پھیلے تو اس۔ سے ان کی زندگیوں پر اس کے اثرات یہ رونما ہوئے کہ انھوں نے مذہب کو خیر باد کہہ دیا اور اب اگر مذہب کی کوئی حیثیت ہے تو صرف اتنی کہ مذہب انفرادی اور نجی زندگی تک محدود ہے۔ اور مذہب صرف چند عبادات اور رسومات کا مجموعہ بن کر رہ گیا ہے جبکہ دین اسلام ایسا مذہب نہیں جو صرف نجی زندگی تک محدود رہ سکے۔ دین اسلام پوری زندگی پر حاوی ہے، اسلام ایک فرد کو عبادات کے طریقے ہی نہیں سکھلاتا بلکہ زندگی کے دیگر معاملات سے متعلق بھی راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اسلام کے نزدیک مذہب اگر زندگی کا ایک شعبہ اور ضمیمہ ہے تو وہ درحقیقت مذہب ہی نہیں (جبکہ تہذیب جدید کے علمبردار مذہب کو یہی مقام دیتے ہیں) مذہب تو وہ ہے جو پوری انسانی زندگی پر اثر انداز ہو۔ سب سے پہلے دین اسلام کا مفہوم واضح کیا جاتا ہے کہ درحقیقت دین ہے کیا؟

دین اسلام کا مفہوم:

لفظ دین عربی زبان میں کئی معنوں میں مستعمل ہے۔ اس کا ایک معنی طریقہ اور مسلک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو دین پسند کیا وہ اسلام ہے یعنی اللہ کے نزدیک انسانیت کیلئے پسندیدہ مسلک اور طریق اسلام ہی ہے۔ قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد خداوندی ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ

ترجمہ:۔ بے شک اللہ کے نزدیک جو دین ہے وہ اسلام ہی ہے۔

مفتی شفیع صاحب "معارف القرآن میں اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ہر نبی کے زمانہ میں ان کا لایا ہوا دین ہی دین اسلام اور عند اللہ مقبول تھا، جو بعد میں کے بعد دیگر منسوخ ہوتا چلا آیا، آخر میں ختم الانبیاء کا دین، دین اسلام کہلایا، جو قیامت تک باقی رہے گا، رسول کریم ﷺ کی بعثت کے بعد صرف دین اسلام کہلانے کا مستحق وہ ہے جو قرآن اور آنحضرتؐ کی تعلیمات کے مطابق ہو اور وہی اللہ کے نزدیک مقبول ہے، اس کے سوا کوئی دین مقبول اور ذریعہ نجات نہیں۔"[1]

سید ابو الاعلیٰ مودودی صاحب لفظ دین کا معنی و مفہوم واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"عربی زبان میں لفظ "دین" کئی معنوں میں آتا ہے۔ اس کے ایک معنی غلبہ اور استیلاء کے ہیں۔ دوسرے معنی اطاعت اور غلامی کے۔ تیسرے معنی جزاء اور بدلہ کے۔ چوتھے معنی طریقہ اور مسلک کے۔ یہاں یہ لفظ اسی چوتھے معنی میں استعمال ہوا ہے، یعنی دین سے مراد وہ طریق زندگی یا طرز فکر و عمل ہے جس کی پیروی کی جائے لیکن یہ خیال رہے کہ قرآن محض دین نہیں کہہ رہا ہے بلکہ "الدین" کہہ رہا ہے۔ قرآن کا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ اسلام ہی ایک حقیقی اور صحیح طریق زندگی یا طرز فکر و عمل ہے۔ قرآن اس لفظ کو کسی محدود معنی میں استعمال نہیں کرتا بلکہ وسیع ترین معنی میں استعمال کرتا ہے۔"[2]

"دین صرف اس پوجا پاٹ ہی کا نام نہیں جو مندروں اور معبدوں میں کی جاتی ہے، بلکہ اس قانون کا نام بھی ہے جس کے مطابق پولیس مجرموں کو پکڑتی ہے، جس کے تحت عدالت معاملات دیوانی و فوجداری کا فیصلہ کرتی ہے، جس کی پیروی میں ملک کا انتظام چلایا جاتا ہے، اور جس پر تمدن کا سارا نظام قائم ہوتا ہے۔ زندگی کے یہ سارے شعبے بحیثیت مجموعی جس طریقے پر چلتے ہیں اسی کا نام قرآن کی اصطلاح میں دین ہے۔ "دین اللہ" صرف اسی چیز کا نام نہیں ہے جو مسجدوں اور نماز روزہ تک محدود ہو، بلکہ اس سے مراد اس پوری شریعت

[1] معارف القرآن، ص: ۳۷۔۳۸، جلد: ۲، مصنف: مفتی محمد شفیع صاحب۔

[2] اسلامی نظام زندگی اور اسکے بنیادی تصورات، ص: ۱۱۳۔۱۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی پابندی ہے جو اللہ کی رضا سے ماخوذ اور اس کی حاکمیت پر مبنی ہو اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنی گرفت میں لے لے۔"[1]

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے دین اسلام ایسا دین نہیں جو صرف چند اخلاقی و روحانی تعلیمات کا مجموعہ ہو اور جسکا عملی زندگی سے کوئی تعلق واسطہ نہ ہو، بلکہ دین اسلام پوری سے متعلق راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ لہٰذا ایسا دین سیکولرازم کا قائل نہیں ہو سکتا۔

اسلام انفرادی زندگی تک محدود نہیں :

اسلام فرد کی نجی اور ذاتی زندگی تک محدود نہیں، عیسائیت سے متعلق یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ وہ صرف چند اخلاقی نصائح کا مجموعہ اور روحانی تعلیمات پر مشتمل ہونے کے باعث اپنے آپ کو انفرادی زندگی تک محدود کر سکتی ہے، مگر اسلام سے متعلق ایسے نظریات نہیں پیش کئے جا سکتے۔

صدر الدین اصلاحی صاحب اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

"Islam does not prescribe laws for prayer and personal life only. It governs every field of man's activity and legislates injunctions and prohibitions in every sphere of life be it economic, cultural, political, official or any other. Nothing is outside its scope. For instance the Quran prescribes a hundred stripes for an adulterer. This injunction concerns the police, the Judiciary and the Government."[2]

ترجمہ:۔ اسلام صرف عبادت اور ذاتی زندگی تک محدود نہیں۔ یہ انسانی سرگرمی کے ہر میدان میں حکومت کرتا ہے۔ اسلام زندگی کی ہر دائرہ میں چاہے اور ان کا تعلق معاشیات

---

[1] اسلامی ریاست، ص: ۸۸، مؤلف: سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرتب: خورشید احمد، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، 1998ء

[2] Islam At a Glance, P.101, By: Sadruddin Islahi, Translated by: Zafar Iqbal.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

، تمدن، سیاست یا کسی اور شعبہ زندگی سے ہو، ان میں اوامر و نواہی کے سلسلے میں قانون سازی کرتا ہے۔ اس کے دائرہ کار سے کوئی چیز باہر نہیں۔ مثلاً قرآن بدکاری کرنے والے کیلئے سو کوڑوں کی سزا مقرر کرتا ہے۔ یہ حکم پولیس، عدالت اور حکومت سے تعلق رکھتا ہے۔"

سیکولرازم کے حامی مذہب کو فرد کا ذاتی معاملہ قرار دیتے ہیں۔ دوسرے مذاہب کے بارے میں تو یہ بات ماننے میں آتی ہے کہ انکی تعلیمات صرف انفرادی اور نجی زندگی تک محدود ہیں۔ مگر اسلام سے متعلق ایسا نقطہ نظر قطعاً غلط اور لایعنی ہے، اس ضمن میں خورشید احمد صاحب لکھتے ہیں:

"اکثر اوقات یہ غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے کہ مذہب انسان کا شخص اور انفرادی معاملہ ہے۔ دوسرے مذاہب کے بارے میں تو یہ بات صحیح ہو سکتی ہے لیکن اسلام ان معنوں میں مذہب نہیں۔ قرآن میں اس کیلئے 'دین' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے جس کے معنی ہیں مکمل ضابطہ حیات اور اس اعتبار سے اسلام کو محض نماز روزہ تک محدود کر دینا صحیح نہیں۔ اس بات کو اچھی طرح نہ سمجھنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے اچھے بھلے لوگ جو نماز روزہ کے پابند ہیں اپنی زندگی کے دوسرے شعبوں میں اسلام کے نفاذ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔"[1]

ایسا مذہب، مذہب ہی نہیں جو محض زندگی کا ایک شعبہ ہو۔ ایسے مذہب کو مذہب کے نام سے موسوم کرنا ہی غلط ہے بلکہ مذہب تو وہ ہے جو زندگی کے ہر ہر شعبہ سے متعلق ہو۔ جو ان خصوصیات کا حامل ہو وہی درحقیقت مذہب کہلانے کا حقدار ہے اور دنیا میں ان خصوصیات کا حامل جو مذہب ہے وہ "اسلام" ہی ہے اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو زندگی کے ہر میدان میں ہر ہر قدم پر ہدایات فراہم کرتا ہے۔ سید مودودی صاحب اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"مذہب قطعاً بے معنی ہے، اگر وہ انسان کی زندگی کا محض ایک شعبہ یا ضمیمہ ہے۔ اسکو دین و مذہب کے نام سے موسوم کرنا ہی غلط ہے۔ حقیقت میں دین وہ ہے جو زندگی کا ایک جزو نہیں بلکہ تمام زندگی ہو، زندگی کی روح اور اس کی قوت محرکہ ہو۔ فہم و شعور اور فکر و نظر

[1] اسلامی نظریہ حیات، ص: ۱۵۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، صحیح وغلط میں امتیاز کرنے والی کسوٹی ہو، زندگی کے ہر میدان میں ہر ہر قدم پر راہِ راست اور راہِ کج کے درمیان فرق کر کے دکھائے، راہِ کج سے بچائے، راہِ راست پر استقامت اور پیش قدمی کی طاقت بخشے، اسی مذہب کا نام اسلام ہے۔ یہ زندگی کا ضمیمہ بننے کیلئے نہیں آیا، بلکہ اس کے آنے کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اگر اس کو بھی پرانے جاہلی تصور کے ماتحت ایک ضمیمۂ زندگی قرار دیا جائے، یہ جس قدر خدا اور انسان کے تعلق سے بحث کرتا ہے اسی قدر انسان اور انسان کے تعلق سے بحث کرتا ہے اسی قدر انسان اور انسان کے تعلق سے بھی۔ جو مذہب یہ کام نہیں کرتا وہ مذہب ہی نہیں ہے اور جو اس کام کو انجام دیتا ہے وہی اسلام ہے۔"[1]

مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو سیکولرازم سے الگ رہنے کی تلقین کرتا ہے جو مذہب کو زندگی کا ایک شعبہ اور ضمیمہ قرار دیتا ہے۔

مکمل اتباع کی دعوت:

اسلام اپنے ماننے والوں کی مکمل اور کامل اتباع کی ہدایت کرتا ہے۔ ایک فرد جب اس دین میں داخل ہونے کا اقرار کرتا ہے تو پھر اس کا سونا جاگنا' اٹھنا بیٹھنا الغرض انفرادی معاملات سے لے کر اجتماعی امور کو شریعت اسلامی کی تعلیمات کے مطابق حل کرنے چاہیے۔ اگر کوئی فرد مسلمان ہونے کا اقرار بھی کرے اور ساتھ ہی دینِ اسلام کے بعض احکامات کا اقرار کرے اور بعض کا انکار، تو وہ درحقیقت کامل مومن ہی نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں مومنین کو حکم باری تعالیٰ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۥ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ [2]

[1] اسلامی ریاست، ص: ۳۹، مصنف: سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرتب: خورشید احمد

[2] البقرہ:۲۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی نہ کرو کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب لکھتے ہیں

"یہ آیت ہمیں اسلام کے مزاج سے آگاہ کر رہی ہے کہ یہ دین مستقل ضابطہ حیات اور مکمل دستور زندگی ہے۔ اس کے اپنے عقائد ہیں۔ اس کا اپنا دیوانی اور فوجداری قانون ہے۔ سیاست اور معاشیات کے متعلق اس کے اپنے نظریات ہیں۔ اور یہ انسان کی ذہنی روحانی اور مادی ترقی کا ضامن ہے۔ لیکن اس کی برکتیں تب ہی رونما ہو سکتی ہیں جبکہ اسے ماننے والے اسے پورے کا پورا اپنا لیں اور اس کے تمام ضابطوں اور قوانین پر عمل پیرا ہو جائیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اسے بتامہ قبول کر لیں اس کا کوئی گوشہ ترک نہ ہو اور ملت اسلامیہ کا کوئی فرد اس کو اپنانے سے گریز نہ کرے۔"[1]

مفتی محمد شفیع صاحب اس آیت کی تفسیر حسب ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

"تم پورے پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ' یعنی تمھارے ہاتھ پاؤں' آنکھ' کان' دل' اور دماغ سب کا سب دائرہ اسلام و اطاعتِ الٰہیہ کے اندر داخل ہونا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہاتھ پاؤں سے تو احکام اسلامیہ بجالا رہے ہو مگر دل و دماغ اس پر مطمئن نہیں یا دل و دماغ سے تو اس پر مطمئن ہو مگر ہاتھ پاؤں اور اعضاء و جوارح کا عمل اس سے باہر ہے۔ چونکہ اسلام نام ہے اس مکمل نظام حیات کا جو قرآن و سنت میں بیان ہوا ہے خواہ اس کا تعلق عقائد و عبادات سے ہو' یا معاملات و معاشرت سے' حکومت و سیاست سے اس کا تعلق ہو یا تجارت و صنعت وغیرہ سے' اسلام کا جو مکمل نظام حیات ہے تم سب اس پورے نظام میں داخل ہو جاؤ۔"[2]

اس آیت میں سیکولر ذہنیت کی تردید کر دی گئی ہے جو دین و مذہب کو فرد کا انفرادی معاملہ قرار دیتے ہوئے

---

[1] ضیاء القرآن' جلد اول' ص: ۱۴۱-۱۴۲' مصنف: پیر محمد کرم شاہ الازہری۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور' ۱۳۹۸ھ

[2] معارف القرآن' جلد اول' ص۴۹۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتماعی معاملات سے مذہب اور اسکی تعلیمات کو بے دخل کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت سے متعلق حافظ صلاح الدین یوسف صاحب رقمطراز ہیں:

"اہل ایمان کو کہا جارہا ہے کہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔ اس طرح نہ کرو کہ جو باتیں تمھاری مصلحتوں اور خواہشات کے مطابق ہوں' ان پر تو عمل کرلو اور دوسرے حکموں کو نظر انداز کر دو۔ اسی طرح جو دین تم چھوڑ آئے ہو' اس کی باتیں اسلام میں شامل کرنے کی کوشش مت کرو بلکہ صرف اسلام کو مکمل طور پر اپناؤ۔ اس سے دین میں بدعات کی بھی نفی کر دی گئی ہے اور آج کل کے سیکولر ذہن کی تردید بھی جو اسلام کو مکمل طور پر اپنانے کے لئے تیار نہیں' بلکہ دین کو عبادات یعنی مساجد تک محدود کرنا' اور سیاست اور ایوانِ حکومت سے دیس نکال دینا چاہتا ہے۔"[1]

اس آیت کا معنی و مفہوم یہی بنتا ہے کہ اہل ایمان مکمل طور پر اپنے آپ کو اللہ کا مطیع و فرمانبردار بنالیں اور انکے ہر چھوٹے بڑے معاملات اللہ کے دیئے ہوئے احکامات کے مطابق حل ہوں۔ چنانچہ سید قطب شہید اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اس آیت کا پہلا اور ابتدائی مفہوم یہ ہے کہ اہل ایمان کلیتاً اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دیں اور ان کا پورا وجود' اپنے چھوٹے اور بڑے معاملے میں' اللہ کیلئے ہو جائے۔ ان کے تصور اور ان کے شعور' ان کی نیت اور ان کے عمل' ان کی خواہش اور زندگی کا کوئی حصہ بھی آزاد نہ رہ جائے۔ وہ پورے کے پورے اسلام میں آجائیں۔ پورے کے پورے اللہ کے تابع ہو جائیں۔ اور ہر معاملے میں اللہ کے ہوں اور اللہ کے فیصلے پر راضی ہوں۔ وہ اپنی لگام اس ہاتھ میں' مکمل یقین و اطمینان کے ساتھ تھما دیں جو ان کی قیادت کر رہا ہے' اور انھیں پورا پورا یقین ہو کہ ان کا قائد بھلائی' خیر خواہی اور صحیح راہنمائی کے سوا کچھ بھی نہیں چاہتا۔

1 تفسیر احسن البیان' ص: ۴۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ اطمینان کر لیں کہ جس راہ پر وہ گامزن ہیں' جس منزل کی طرف وہ رواں ہیں وہی حق ہے اور اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔"[1]

دین اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے لہٰذا اسلام اپنا اظہار اور نفاذ چاہتا ہے۔ دین اسلام نے انسانی زندگی کے مختلف نظاموں کو جن میں معاشرتی نظام' اخلاقی نظام' سیاسی نظام اور معاشی نظام شامل ہیں انکو شریعت محمدیؐ کی تعلمات اور اسلام کے روشن اصول و ضوابط کے تحت منظم و مکمل ہدایات فراہم کی ہیں۔ چنانچہ اب ہم ان مختلف نظامہائے حیات کا تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔ جن سے متعلق اسلام نے ہدایات فراہم کی ہیں۔

اسلام کا معاشرتی نظام:

اسلام کا اپنا ایک نظام معاشرت ہے جو اسے دیگر معاشروں سے ممتاز کرتا ہے۔ چنانچہ خورشید احمد صاحب اسلامی نظام معاشرت سے متعلق حسب ذیل الفاظ لکھتے ہیں۔

> "اسلام کا اپنا ایک مضبوط اور پائیدار نظام معاشرت رکھتا ہے جس کے اصول و ضوابط مستقل و محکم ہیں' جس کا پورا مزاج عدل و انصاف سے مرکب ہے' اور جس کے تمام اجزاء باہم مربوط و ہم آہنگ ہیں۔ یہ نظام ایسا جامع و ہمہ گیر ہے کہ زندگی کے تمام مظاہر اور ہر طرح کی سرگرمیاں اس کے دائرے میں آجاتی ہیں۔ یہ انسان کے قلب و ضمیر اور اس کے معاملات زندگی دونوں پر محیط ہے اور اپنی ہدایات اور قانون سازی میں دین اور دنیا دونوں پر حاوی ہے۔"[2]

اسلامی معاشرہ کی اساس نسلی' وطنی' لسانی اور جغرافیائی حدود نہیں بلکہ ایک عقیدہ اور نظریہ پر قائم ہے اور وہ عقیدہ اور نظریہ اسلام ہے۔ جو اس عقیدے اور نظریے سے وابستہ ہونگے وہ ایک برادری ہیں' چاہے وہ کوئی زبان بولتے ہوں' کسی نسل سے ان کا تعلق ہو اور دنیا کے کسی خطے میں بھی رہتے

---

[1] فی ظلال القرآن' ص: ۳۰۷' مصنف: سید قطب شہید' مترجم: سید معروف شاہ شیرازی

[2] اسلامی نظریہ حیات' ص: ۴۰۷۔۴۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں۔ اس کے برعکس جو اس عقیدے اور نظریے کا ماننے وال نہیں وہ اگرچہ اسلامی معاشرت میں شامل نہیں لیکن انسانی ہمدردی کے تحت ان کے حقوق اور ضروریات کا خیال رکھنا بھی ایک مثالی اسلامی معاشرہ کی ذمہ داری ہے۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اسلامی معاشرہ کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"یہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو رنگ و نسل اور زبان کی حدبندیوں اور جغرافیائی حدود کو توڑ کر روئے زمین کے تمام خطوں پر پھیل سکتا ہے اور اس کی بنیاد پر انسانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم ہو سکتی ہے۔ نسلی اور وطنی معاشروں میں تو صرف وہ لوگ شامل ہو سکتے ہیں جو کسی نسل یا وطن میں پیدا ہوئے ہوں' اس سے باہر کے لوگوں پر ایسے معاشرے کا دروازہ بند ہوتا ہے مگر اس فکر اور اصولی معاشرے میں ہر وہ شخص برابر کے حقوق کے ساتھ شامل ہو سکتا ہے جو ایک عقیدے اور ایک اخلاقی ضابطے کو تسلیم کرے۔ رہے وہ لوگ جو اس عقیدے اور ضابطے کو نہ مانیں تو یہ معاشرہ انھیں اپنے دائرے میں تو نہیں لیتا مگر انسانی برادری کا تعلق ان کے ساتھ قائم کرنے اور انسانیت کے حقوق انھیں دینے کیلئے تیار ہے۔"[1]

انسانی معاشروں میں بے شمار مسائل ابھرتے ہیں۔ اسلام صرف ایک مثالی معاشرہ ہی تشکیل نہیں دیتا بلکہ اس معاشرے میں ابھرنے والے مسائل کا حل بھی تجویز کرتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں محمد قطب صاحب لکھتے ہیں۔

"اسلام اپنے مخصوص نہج پر اور اپنے مخصوص مقاصد کے تحت ایک معاشرہ تشکیل دیتا ہے' جس کو وہ چلاتا اور اس میں ابھرنے والے مسائل کا حل پیش کرتا ہے۔"[2]

[1] اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات' ص: ۳۸۸۔۳۸۹

[2] اسلام اور جدید مادی افکار' ص: ۲۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کا اخلاقی نظام:

انسان کے اندر اخلاقی حس ایک فطری حس ہے۔ اخلاق حسنہ کو انسانیت نے ہمیشہ استحسان کی نظر سے دیکھا ہے اور رذائل اخلاق کو ہمیشہ بری نظر سے دیکھا ہے۔ مثلاً سچائی' انصاف' پاس عہد' اور امانت کو ہمیشہ سے انسانی اخلاقیات میں تعرف کا مستحق سمجھا گیا ہے اور جھوٹ' ظلم' بدعہدی اور خیانت کو ہمیشہ سے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ ہمدردی، رحم، فیاضی، اور فراخ دلی کی ہمیشہ قدر کی گئی ہے۔ اور خود غرضی سنگ دلی، بخل اور تنگ دلی سے انسانیت نے ہمیشہ نفرت کی ہے۔

اسلام کا اخلاقی نظام انھی عالمگیر اصولوں پر قائم ہے۔ یہ اصول چونکہ عالمگیر ہیں لہذا اسلام کے اخلاقی نظام میں تبدیلی ناممکن ہے۔ حالات کتنے بھی بدل جائیں، زمانہ کیسا بھی آجائے ان اخلاق واوصاف کا کوئی بدل نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ اس ضمن میں صدرالدین اصلاحی صاحب فرماتے ہیں!

" Islamic moral have a permanet base, and have emerged from its fundamental principles, They are unchangeable and everlasting. No circumstances can have any effect on them. Trouth and honesty shall always remain the highest virtues; justice will be done even if it harms one's own interest, violation of promise is not permissible even with one's enemy. In short these morals have an abiding value and are not susceptible to any change whatsoever." [1]

اسلام کے اخلاقی نظام کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام نے ساری زندگی پر اخلاق کو حکمران بنایا ہے۔ زندگی کے کسی ایک گوشہ یا شعبہ کو نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ کو اخلاق حسنہ کے رنگ میں رنگا

[1] Islam At A Glance , P.106, By : Sadruddin Islahi, Translated By: M.Zafar Iqbal

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے سید ابو الاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں۔

"اسلام انہی اخلاقیات کو لیتا ہے جو معروف ہیں اور ان میں سے چند کو نہیں بلکہ سب کو لیتا ہے۔ پھر زندگی میں پورے توازن اور تناسب کے ساتھ ایک ایک کا محل، مقام، اور مصرف تجویز کرتا ہے اور ان کے انطباق کو اتنی وسعت دیتا ہے کہ انفرادی کردار، خانگی معاشرت، شہری زندگی، ملکی سیاست، معاشی کاروبار، بازار، مدرسہ، عدالت، پولیس لائن، چھاؤنی، میدان جنگ، صلح کانفرنس، غرض زندگی کا کوئی پہلو، اور شعبہ ایسا نہیں رہ جاتا ہے جو اخلاق کے ہمہ گیر اثر سے بچ جائے، ہر جگہ، ہر شعبہ زندگی میں اخلاق کو حکمران بناتا ہے اور اس کی کوشش یہ ہے کہ معاملات زندگی کی باگیں خواہشات، اغراض اور مصلحتوں کے بجائے اخلاق کے ہاتھوں میں ہوں۔" [1]

مذکورہ بالا بحث کی روشنی سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلام کا اخلاقی نظام ایک جداگانہ نوعیت کا حامل ہے اور اسلام ایک ایسا اخلاقی نظام پیش کرتا ہے جس کی مثال دوسری اقوام سے ملنا مشکل ہے۔

اسلام کا سیاسی نظام:

اسلام نے جہاں اور بہت سارے نظام حیات سے متعلق ہدایات فراہم کی ہیں وہی سیاسی نظام کے بھی کچھ اصول و قوانین مقرر کئے ہیں اسلام کے سیاسی نظام پر جس ریاست کی تشکیل کی جاتی ہے۔ اسکے اولین فرائض اور زمہ داریوں میں نیکیوں کی ترویج اور برائیوں کا انسداد ہے۔ جو ریاست اور حکومت نیکیوں کو پھیلانے والی اور برائیوں کو روکنے والی نہیں وہ اسلامی حکومت ہرگز نہیں ہوسکتی۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ [2]

---

[1] اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات، ص: ۲۴۷ مصنف: سید ابو اعلیٰ مودودی۔

[2] الحج: ۴۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں تو یہ پوری پابندی سے نماز ادا کریں اور زکوۃ دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے منع کریں۔ تمام کاموں کا انجام اللہ کے اختیار میں ہے۔

مولانا صلاح الدین یوسف صاحب اس آیت کی تفسیر حسب ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔

"اس آیت میں اسلامی حکومت کے بنیادی اہداف اور اغراض و مقاصد بیان کئے گئے ہیں۔ جنھیں خلافتِ راشدہ اور قرنِ اول کی دیگر اسلامی حکومتوں میں بروئے کار لایا گیا اور انھوں نے اپنی ترجیحات میں ان کو سر فہرست رکھا۔ تو ان کی بدولت ان حکومتوں میں امن وسکون رہا۔ رفاہیت و خوش حالی بھی رہی اور مسلمان سربلند اور سرفراز بھی رہے۔ آج کل اسلامی ملکوں میں فلاحی مملکت کے قیام کا بڑا غلغلہ اور شور ہے اور ہر آنے جانے والا حکمران اس کے دعوے کرتا ہے۔ لیکن ہر اسلامی ملک میں بدامنی، فساد، قتل وغارت، اور زبوں حالی روز افزوں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سب اللہ کے بتلائے ہوئے راستے کو اختیار کرنے کی بجائے مغرب کے جمہوری اور لادینی نظام کے ذریعے سے فلاح و کامرانی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک مسلمان مملکتیں قرآن کے بتلائے ہوئے اصول کے مطابق اقامت صلوٰۃ و زکوۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام نہیں کریں گے اور اپنی ترجیحات میں ان کو سر فہرست نہیں رکھیں گی، وہ فلاحی مملکت کے قیام میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔"[1]

صدر الدین اصلاحی صاحب اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"اسلامی ریاست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مذہب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ہر شہری کی جان، مال اور عزت و آبرو کا خیال رکھے اور ہر شہری کو مذہبی آزادی حاصل ہونی چاہیے اور اس کے علاوہ اظہار بیان میں بھی آزادی ہونی چاہیے لیکن ایسی آزادی جو ریاست کے وجود کیلئے خطرہ، جس میں اسلامی ریاست کے خلاف سازشیں کی جائیں تو اسلامی ریاست کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ایسی آزادیوں پر پابندی لگائے۔

1 تفسیر احسن البیان، ص: ۱۴۴۱، مصنف: مولانا صلاح الدین یوسف، دار اسلام، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ ان کی عبارت حسب ذیل ہے۔

"The Islamic state is responsible for the life, property and honour of every citizen regardles of his religious. Similarly every citizen is free to practise his religion and enjoys complet freedom of coscience. This freedom is, howeve, subject to the restriction that no one is allowed to incite people to revolt aganist the state. Nor has anyone the liberty to say things which lead to disruption and disorder in the society of course a moral decline." [1]

اسلام کا معاشی نظام:

اسلام نے معاشی سرگرمیوں سے متعلق بھی واضح ہدایات فراہم کی ہیں۔ معاشی نظام کے ضمن میں حلال و حرام کے درمیان واضح فرق کیا ہے۔ اور ہر اس ذرائع آمدنی کو حرام ٹھہرایا جو ظلم ، تعدی کا باعث بنے۔ اسلام نے رزق حلال کی بار بار تلقین کی ہے اور ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے کھانے کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ تجارت کے معاملے میں قرآن کی اصولی ہدایت یہ ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا [2]

ترجمہ: اے ایمان والوں آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ آپس کی رضامندی سے تجارت ہو اور آپس میں خونریزی نہ کرو بے شک اللہ تم پر مہربان ہے۔

اس آیت کے ضمن میں مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں۔

---

[1] Islam At A Glance , P.106, By : Sadruddin Islahi, Translated By: M.Zafar Iqbal

[2] النساء: ۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

'آیت میں " لَا تَاْكُلُوْ " کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں "مت کھاؤ" مگر عام محاورہ کے اعتبار سے اس کے معنی یہ ہیں کہ دوسروں کے مال میں ناحق طور پر کسی قسم کا تصرف نہ کرو، خواہ کھانے پینے کا ہو یا اسے استعمال کرنے کا، عرف عام میں کسی کے مال میں تصرف کرنے کو اس کا کھانا ہی بولا جاتا ہے، اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہ ہو، لفظ " بِالْبَاطِلِ "جس کا ترجمہ " ناحق "سے کیا گیا ہے عبداللہ بن مسعودؓ اور جمہور صحابہؓ کے نزدیک تمام ان صورتوں پر حاوی ہے جو شرعاً ممنوع اور ناجائز ہیں۔ جس میں چوری، ڈاکہ، غصب، خیانت، رشوت، سود و قمار اور تمام معاملاتِ فاسدہ داخل ہیں۔"[1]

پروفیسر خورشید احمد صاحب اسلام کے معاشی نظام سے متعلق رقمطراز ہیں۔

"اسلام کے معاشی نظام میں درحقیقت انسانیت کی نجات مضمر ہے۔ اس کی اصل خصوصیت یہ ہے کہ اس کا مرکزی تصور انسان اور اس کی معاشی اور اخلاقی فلاح۔۔۔۔۔ وہ معاشی ترقی کو اعلیٰ ترین مدارج تک پہنچانے کے ساتھ ساتھ سماجی انصاف، آزادی اور اخلاقی ترقی کو اولین اہمیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا معاشی نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں سے اپنے مقصد اپنے مزاج اور اپنے اصولوں کے اعتبار سے مختلف ہے اور ہر حیثیت سے ان سے اعلیٰ اور برتر ہے۔"[2]

حاصل بحث:

اس باب میں اسلام اور سیکولرازم کا آپس میں موازنہ اور تقابل کیا گیا ہے۔ فصل اول میں دین و دنیا کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر واضح کیا گیا ہے کہ اسلام دین و دنیا دونوں کی بھلائی کا ضامن ہے۔ یعنی اسلام اپنے ماننے والوں کو صرف آخرت کی زندگی ہی سنوارنے کی تلقین نہیں کرتا بلکہ آخرت کے ساتھ ساتھ دنیا کی بھلائی اور بہتری کی طرف رہنمائی بھی کرتا ہے۔

---

[1] معارف القرآن' ص: ۳۷۸' جلد دوم' مصنف: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

[2] اسلامی نظریہ حیات، ص، ۳۶۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

دوسری فصل میں شریعت کی موزونیت اور ہمہ گیریت، زیر بحث آئی ہے۔ شریعت محمدیؐ ایسی شریعت نہیں جو صرف ایک قوم اور ایک خاص وقت تک کیلئے محدود تھی بلکہ یہ شریعت تو قیامت تک بنی نوع انسان کی ہر قوم، نسل اور خطہ کیلئے موزوں ہے۔ اس کے علاوہ شریعت محمدیؐ صرف عبادات اور اخلاقیات ہی کا درس نہیں دیتی بلکہ پوری زندگی سے متعلق واضح ہدایات فراہم کرتی ہے۔ ان وجوہات کی بناء پر ہم کہ سکتے ہیں کہ شریعت محمدیؐ کے زیر سایہ سیکولر نظام کا قیام ناممکن ہے۔

تیسری فصل میں دین اسلام کے ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے گفتگو کی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو مکمل دین کے اندر داخل ہونے کی دعوت دیتا ہے اور نظامہائے حیات کو مکمل طور پر دین کے رنگ میں رنگنے کی تلقین کرتا ہے۔ لہٰذہ جو دین ہر لحاظ سے کامل و اکمل ہو اور نظام زندگی کے ہر پہلو سے متعلق ہدایات فراہم کرتا ہو، ان اسباب کی بناپر سیکولرازم اور اسلام کا ایک جگہ اکٹھا ہونا ناممکن اور محال ہے۔ لہٰذا جنھوں نے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ اسلام اور سیکولرازم ایک ساتھ چل سکتے ہیں، اسلام کو سیکولرازم سے کوئی خطرہ نہیں ان کا نظریہ باطل اور حقائق سے نظریں چرانے کے مترادف ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

عربی کتب

1. قرآن پاک
2. المورد قاموس انکلیزی۔ عربی منیر البعلبکی، دار العلم، بیروت
3. تفسیر ابن کثیر، از حافظ عماد الدین ابن کثیر، دار الاندلس، بیروت 1966ء

اردو کتب

1. اسلام اور پاکستان، مصنف: خورشید احمد ندیم، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2001ء
2. اسلام اور جدید مادی افکار، مصنف: محمد قطب مصری، مترجم: سجاد احمد کاندھلوی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور، ۱۹۸۷ء
3. ۔اسلام اور سیکولرازم، مؤلف: یوسف القرضاوی، مترجم ساجد الرحمن صدیقی، مطبع: ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد ۱۹۹۷
4. ۔اسلام کا سفیر، مرتب: محمد متین، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، 2004ء
5. ۔اسلامی تہذیب اور اسکے اصول و مبادی، مصنف: سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، 1960ء
6. ۔اسلامی ریاست، مؤلف: سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرتب: خورشید احمد، اسلامک

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پبلی کیشنز، لاہور، 1998ء
7. ۔اسلامی نظامِ زندگی اور اسکے بنیادی تصورات، مصنف: سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی پبلی کیشنز، لاہور، 1990
8. ۔اسلامی نظریہ حیات، مؤلف: پروفیسر خورشید احمد، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ کراچی یونیورسٹی، کراچی ۱۹۹۳ء
9. ۔اکابرین تحریک پاکستان، مصنف: محمد علی چراغ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۰ء
10. ۔انسان دوستی، لبرل ازم اور جمہوریت، مصنف: اقبال خاں، مترجم: قاضی جاوید، اظہار سنز اردو بازار لاہور 1993ء
11. ۔پاکستان تصور سے حقیقت تک، مؤلف و مترجم: ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، بزم اقبال، لاہور،
12. ۔پاکستان کی نظریاتی بنیادیں، مصنف: ڈاکٹر وحید قریشی، ایجوکیشن ایمپوریم، لاہور، ۱۹۸۳ء
13. ۔پاکستان۔ حصار اسلام، مصنف: پروفیسر محمد منور، گوہر سنز لاہور، ۱۹۹۸ء
14. ۔تاریخ اصلاح کلیسا، مصنف: پادری خورشید عالم، اردو ٹیکسٹ بک کمیٹی گوجرانوالہ 1965ء
15. ۔تاریخ اقوام عالم، مصنف: مرتضیٰ احمد خاں، مجلس ادب، کلب روڈ، لاہور، 1958
16. ۔تاریخ فلسفہ مغرب، مصنف: قاضی قیصر الاسلام، نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد، 2002ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

17. ۔ تاریخ فلسفہ جدید، مصنف: نعیم احمد، ناشر: مرکزی کتب خانہ اردو بازار لاہور، ۱۹۸۳ء

18. ۔ تاریخ فلسفہ جدید، مصنف: ڈاکٹر میر الله، مترجم: خلیفہ عبدالحکیم، نفیس اکیڈمی کراچی 1987ء

19. ۔ تصور پاکستان۔ بانیانِ پاکستان کی نظر میں، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد، ۲۰۰۵ء

20. ۔ تعمیر پاکستان اور علماء ربانی، مصنف، جناب منشی عبدالرحمن خاں صاحب مرحوم، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۱۹۹۲ء

21. ۔ تفسیر احسن البیان' مصنف: حافظ صلاح الدین یوسف 'مکتبہ دارالسلام' لاہور

22. ۔ تنقیحات' مصنف: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، اسلامک پبلی کیشنز 1998ء

23. ۔ تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات، مصنف: سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات، اسلام، اعظم گڑھ، 1986

24. ۔ جدیدیت، مصنف: حسن عسکری، ادارہ فروغ اسلام لاہور

25. ۔ حضرت حکیم الامت اور انکے خلفاء کی سیاسی خدمت کا تفصیلی جائزہ، مرتب: رانا محمد اشرف، ادارہ تالیفات اشرفیہ، بہاولنگر

26. ۔ ذہن انسانی کا ارتقاء، مصنف: جان ہرمن رینڈل جونیر، مترجم: مولانا غلام رسول مہر، طبع اول: 1965ء، شیخ اینڈ سنز کشمیری اردو بازار لاہور

27. ۔ سیکولرازم اور اردو شاعری، از ڈاکٹر اختر بستوی، اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنو، 1994ء

28. ۔ صحت مند معاشرہ، مصنف: ایرک فرام، مترجم: قاضی جاوید، فکشن ہاؤس لاہور 2005ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

29. ۔ضیاء القرآن مصنف: پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ۱۳۹۸ھ

30. ۔عیسائیت کیا ہے؟ مصنف: مولانا تقی عثمانی، دارالاشاعت کراچی۔

31. ۔فلسفیوں کاانسائیکلوپیڈیا، مصنف: یاسر جواد، بک ہوم، لاہور 2005ء

32. ۔فہم انسانی' مصنف: ڈیوڈ ہیوم، مترجم عبدالباری ندوی، مطبوعہ معارف پریس اعظم گڑھ ۱۹۳۸ء

33. :36۔فی ظلال القرآن 'مصنف : سید قطب شہید' مترجم ؛ سید معروف شاہ شیرازی' ادارہ منشورات اسلامی' لاہور 995ء

34. ۔قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان، 1970

35. ۔قومی تہذیب کا مسئلہ ،مصنف :ڈاکٹر سید عابد حسین، دہلی ۱۹۶۶ء
۔کتاب مقدس، بائیبل سوسائٹی لاہور 2003ء

36. ۔لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر، مصنف: مولانا تقی امینی، ملی دار الکتب، اردو بازار لاہور ۱۹۹۶ء

37. ۔مذہب و تمدن، مصنف: مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، ادارہ نشریات اسلام، رحیم یار خان

38. ۔مذہب و سائنس، مصنف: مولانا عبدالباری ندوی، ناشر: سٹی بک پوائنٹ، اردو بازار کراچی، ۲۰۰۵ء

39. ۔مذہب وعقلیات، مصنف: مولانا عبدالباری ندوی، ناشر: انسٹی ٹیوٹ علی گڑھ کالج، ۱۹۱۹ء

40. ۔مذہب، مسلمان اور سیکولرازم، مؤلف: ڈاکٹر اشفاق احمد، مکتبہء جامعہ لمیٹڈ اردو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بازار دہلی 1994ء
41۔ مسلمان اور سیکولر ہندوستان، مصنف: ڈاکٹر مشیر الحق، مطبوعہ: اگست ۱۹۷۳ء
42۔ مسیحیت، مترجم: مولوی شمس تبریزی خاں، مؤلف: متولی یوسف چلپی، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔
43۔ معارف القرآن' مصنف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب' ادارۃ المعارف کراچی' ۲۰۰۱
44۔ معرکہ مذہب و سائنس، مصنف: ڈاکٹر ولیم ڈریپر، مترجم: مولانا ظفر علی خان، ناشر: الفیصل اردو بازار لاہور۔1995ء
45۔ مغربی تہذیب ---ایک معاصرانہ تجزیہ، ناشر: شیخ زاید اسلامک سنٹر جامعہ پنجاب لاہور2002ء
46۔ مغربی سیاسی افکار، مصنف: محمد اشرف خرم، اردو اکیڈی سندھ کراچی، ۱۹۹۴ء
47۔ یورپ کے تین معاشی نظام، مصنف: مفتی محمد رفیع عثمانی، ادارۃ المعارف کراچی، ۱۹۹۷ء

English books

1. -:A Dictionary of the social Sciences, Editor: julius Gould, New york.
2. -:A young muslim's guide to the modern world, By seyyed Hassein Nasr,Suhail Academy, Lhr,1998

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

3. -:Chambers English Dictionary,By:Chambers Cambridge UK,1988

4. -:Elementary forms of Religious life, Translated by: Joseph Work Swain, George Allen and unwin Ltd.1926

5. -:Emile Durkheim,s contributions to socialogy Theory, By Charlles Elmer. AMS Press New york 1968

6. -:English Arabic And Arabic English Dictionary, By: Wortabet, Frederick, New York, 1954

7. -:Europe in Renaissance and Reformation. By: samnel Harrison Thomson, New york,1963

8. -:Islam At A Glance , By : Sadruddin Islahi, Translated By: M.Zafar Iqbal

9. -:Letters of Iqbal, By: Bashir Ahmad Dar,Iqbal Academy Lahore, 1978

10. -:Religion in the Modern World, By: Lord North bourne,suhail Academy urdu Bazar LHR,1999

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

11. -:Secular Religious in France, By: D.G.Charlton oxford university press. London, 1963

12. -:Social contract, By: Jean Jacques Rousseau, Translated by: G.D.H.Cole, published by:Prometheus Books, New york, 1996

13. -:Speeches and writing of Mr. Jinnah, By: Jamil-ud-Din Ahmad, Lhr

14. -:Standard English-urdu Dictionary, by: Abdul Haq, union Book stall. Karachi, 1952.

15. -:The Development of Modern socialogy, By:Rascoe Hinkle, Random House New york, 1954

16. -:The French Revolution, By: Pierre Gaxotle, Translated by: Walter Alison phillips, london, 1932

17. -:The Religious and the secular, By:David Martin, Routledge and kegan paul, 1969.

18. -:The oxford English Dictionary, Clarendon press, oxford 1989

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

19. ـ:The political Thought of John Locke, By: John Dunn, Combridge 1969

20. ـ:The positive philosophy, By: Auguste Comte, George Bell and sous, London, 1896:

21. ـ:Websters Third New International Dictionary,1961

Encyclopaedia

22. ـ:An Encyclopaedia of Religion, Edited by: vergilius Ferm, New york,1967

23. ـ:Concise Routledge Ency. of Philosophy, Routledge ,New yark , 1977

24. ـ:Ency. of philosophy and psychology, Edited by: James Mark Baldin, cosmo publications, 1986

25. ـ:Encyclopadia of Religion and ethics, Edited by: James Hasting,New York,1934

ـ:Encyclopaedia Americana, New York,1957

26. ـ:Encyclopaedia of the Social Sciences, by:Edwin R.A.selig man London,1967

27. ـ:Harmsworth,s universal Ency, Edited by: J.A.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Hammerton, The Amalgamated press, Ltd, London.

28. -:The coneise Ency. of Western philosophy and philosophers, Edited By: J.O. Urmson, London

29. -:The Encyclopaedia of Religion, Vergilius ferm New York

30. -:The Ency, of philosophy, Macmillan Limited, london, 1967

31. -:The New International Ency New york,Dodd Mead and Company,1907

32. -:The new encyclopaedia Britannica , Chicago,1943

-:The world Book Ency. chicago,1958

Research journals

1. ۔ماہنامہ ترجمان القرآن، ذیلدار روڈ، اچھرہ، لاہور
2. ۔فکر و نظر، اسلام آباد، پاکستان

ختم شد

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ افکارِ مغرب۔ دوم

مغربی تہذیب کا اساسی نظام اور اس کی استعماری توسیع

سرمایہ دارانہ نظام

ایک تعارف

جاوید اکبر انصاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ افکارِ مغرب ۔ ہفتم

یہودی، مغرب اور مسلمان

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی

کتاب محل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالعہ افکارِ مغرب ـ ہشتم

اسلام اور جدیدیت کی کشمکش

(روایتی اسلامی فکر پر سیکولر اعتراضات کا تحقیقی مطالعہ)

محمد ظفر اقبال

کتاب محل

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ادارے کی شائع کردہ چند کتب

- ☆ الرسول ﷺ
- ☆ فقہائے احناف اور فہم حدیث
- ☆ فضائل موئے مبارک ﷺ
- ☆ تحقیق التراویح (مترجم)
- ☆ جہاد مزاحمت اور بغاوت
- ☆ متون حدیث پر جدید ذہن کے اشکالات
- ☆ دعوتِ اسلامی (فکر اور تنظیم کار)
- ☆ سرمایہ دارانہ نظام ایک تعارف
- ☆ اسلام یا جمہوریت
- ☆ اسلام اور جدید سائنس
- ☆ یہودی، مغرب اور مسلمان
- ☆ تحفۃ المجاہدین (متن و ترجمہ)
- ☆ مشنری سکول (متن و ترجمہ)
- ☆ Rejecting Freedam & Progress
- ☆ مابعد جدیدت اور اسلامی تعلیمات
- ☆ فلسفہ اور سامراجی دہشت گردی
- ☆ نیچریت (متن و ترجمہ)
- ☆ کمپنی کی حکومت
- ☆ مقالات جامی
- ☆ غزوۂ ہند
- ☆ صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی کی مکمل کتابوں کا سیٹ
- ☆ فکر رضا کے جلوے
- ☆ امام احمد رضا کے افکار و نظریات
- ☆ تحقیقات حدیث
- ☆ تاریخ الدولۃ المکیۃ
- ☆ مذہب حنفی کی تائید و ترجیح (مترجم)
- ☆ الشیخ احمد رضا خان الھندی البریلوی (عربی)
- ☆ کتاب العقل
- ☆ تہافت الفلاسفہ (مترجم)
- ☆ احادیث توسل و زیارت (مترجم)
- ☆ معارف اصول حدیث
- ☆ اللمع فی تصوف (مترجم)
- ☆ کشف المحجوب (مترجم 2 کلر)
- ☆ ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (مترجم)
- ☆ روح تصوف
- ☆ فصوص الحکم (مترجم)
- ☆ بستان العارفین (مترجم)
- ☆ مناقب ابن عربی (متن و ترجمہ)
- ☆ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ زبدۃ المقامات (مترجم)
- ☆ افکار الصدرین
- ☆ حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ
- ☆ وحدۃ الوجود (متن و ترجمہ)
- ☆ ہندوستان کی جنگ آزادی میں مسلمانوں کا حص
- ☆ امام غزالی اور امام احمد رضا کی علمیات کا تقابلی جائ
- ☆ قصیدۂ بانت سعاد (متن و ترجمہ)
- ☆ اُصول جرح و تعدیل
- ☆ غیر مسلم خودکش حملہ آوروں کی تاریخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مطالعہ افکارِ مغرب سیریز

☆ سرمایہ دارانہ نظام ایک تعارف	ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری
☆ اسلام یا جمہوریت	ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری
☆ اسلام اور جدید سائنس	ظفر اقبال
☆ اسلام اور جدیدیت کی کشمکش	ظفر اقبال
☆ تحفۃ المجاہدین	شیخ زین الدین المعبری
☆ مشنری سکول	علامہ اسماعیل نبہانی
☆ منٹ	لارڈ میکالے
☆ مابعد جدیدیت اور اسلامی تعلیمات	پروفیسر ڈاکٹر احمد ندیم
☆ فلسفہ اور سامراجی دہشت گردی	عمران شاہد بھنڈر
☆ نیچریت	سیّد جمال الدین افغانی
☆ کمپنی کی حکومت	باری علیگ
☆ مقالات جامی	سیّد خالد جامی
☆ Rejecting Freedam & Progress	ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری
☆ جمہوریت کے تاریک گوشے	مائیکل مین

کتاب محل
دربار مارکیٹ لاہور 0321-8836932
kitaabmahal786@gmail.com
kitabmahal 03004827500